اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے قلم سے
شریعت کے بارے انمول تحفہ

مکمل 3 حصے

احکامِ شریعت

مع مختصر حالاتِ ---------- اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت



تصنیف
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی

نظامیہ کتاب گھر لاہور

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں فری حاصل کرنے کے لیئے

ٹیلیگرام چینل لنک

https://t.me/tehqiqat

آرکاریو لنک

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بلوگسپوٹ لنک

https://ataunnabi.blogspot.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

نام کتاب ——— احکام شریعت

تصنیف ——— اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کمپوزنگ ——— ورڈز میکر

سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور 0345-4653373

ناشر ——— نظامیہ کتاب گھر، لاہور

سن اشاعت ——— جنوری 2009

پرنٹرز ——— استیاق اینڈ مشتاق

قیمت ——— =/150 روپے

ملنے کا پتہ

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

احکامِ شریعت (حصہ اوّل)

(حصہ دوم)

ملفوظات اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ

(احکامِ شریعت حصہ سوم)

حصہ اول

احکامِ شریعت

تصنیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

نظامیہ کتاب گھر، لاہور
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور 0301-4377868

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سوانح حیات

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تیرھویں صدی کی واحد شخصیت تھی جو ختم صدی سے پہلے علم وفضل کا آفتاب فضل وکمال ہوکر اسلام کی تبلیغ میں عرب وعجم پر چھا گئی اور چودھویں صدی کے شروع ہی میں پورے عالم اسلام میں ان کو حق وصداقت کا منارۂ نور سمجھا جانے لگا۔ ملت اسلامیہ کو اس کا اعتراف ہے کہ اس فضل وکمال کی گہرائی اور اس علم راسخ کے کوہ بلند کو آج تک کوئی نہ پا سکا۔

پیدائش: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ہفتہ کے روز ہندوستان کے مشہور شہر بریلی شریف میں پیدا ہوئے اور آپ کا پیدائشی اسم مبارک محمد رکھا گیا۔

علمی بصیرت: مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری مرحوم مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو لے کر جب اس لئے حاضر خدمت ہوئے کہ ایشیا بھر میں ڈاکٹر صاحب ریاضی وفلسفہ میں فرسٹ کلاس کی ڈگری رکھتے ہوئے ایک مسئلہ حل کرنے میں زندگی کے قیمتی سال لگا کر بھی حل نہ کر پائے تھے۔ فیثا غورثی فلسفہ کشش ان پر چھایا ہوا تھا۔ تو اعلیٰ حضرت نے عصر ومغرب کی درمیانی مختصر مدت میں مسئلہ کا حل بھی قلم بند کرا دیا۔ فلسفہ کشش کی کھینچ تان کو بھی قلمبند فرما دیا جو رسالہ کی شکل میں چھپ چکا ہے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ ان کو یورپ کا کوئی تھیوریوں والا درس دے رہا ہے یا اس ملک کا کوئی حقیقت آشنا ان کو سبق پڑھا رہا ہے۔ انہوں نے اس صحبت کے تاثرات کو اجمالاً

ان الفاظ میں ظاہر کیا تھا کہ ''اپنے ملک میں جب معقولات کا ایسا ایکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ سیکھا اپنا وقت ضائع کیا۔''

اس ایک مثال سے آپ کے تبحر علم اور علمی بصیرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

علوم عقلیہ: یہ روز کا معمول تھا کہ فلکیات وارضیات کے ماہرین اپنی علمی مشکلات کو لے کر آتے اور دم بھر میں حل فرما کر ان کو شاد وشاد رخصت فرما دیتے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ ماہرین فن نجوم آئے اور فنی دشواریوں کو پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے ہنستے ہوئے اس طرح جواب دے کر خوش کر دیا کہ گویا یہ دشواری اور اس کا حل پہلے سے فرمائے ہوئے تھے۔

محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ''ایک بار صدرا کہ مایہ ناز (مقامات) شکل حماری اور شکل عروسی کے بارے میں مجھ سے سوال فرما کر جب کتاب کی (وہی کیفیت؟) دیکھی تو اپنی تحقیق بیان فرمائی تو میں نے محسوس کیا کہ حماری کی حماریت بے پردہ ہوگئی اور عروسی کا عرس ختم ہوگیا۔ مسئلہ بخت واتفاق شمس بازغہ کا سرمایہ تفلف ہے مگر اس بارے میں اعلیٰ حضرت کے ارشادات جب مجھ کو ملے تو اقرار کرنا پڑا کہ ملا محمود اگر آج ہوتے تو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس کرتے۔ اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح سلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے۔ اگر آپ وجود فلک کو جاننا چاہتے ہوں اور زمین وآسمان دونوں کا سکون سمجھنا چاہتے ہوں اور سیاروں کے بارے میں کل فی فلک یسبحون کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں۔ تو ان رسائل کا مطالعہ کریں جو اعلیٰ حضرت کے رشحات قلم ہیں اور یہ راز آپ پر ہر جگہ کھلتا جائے گا کہ منطق وفلسفہ وریاضی والے اپنی راہ کے کسی موڑ پر کج رفتار ہو جاتے ہیں۔

افتاء کی خداداد عظیم صلاحیت: عادت کریمہ تھی کہ استفتاء ایک ایک مفتی کو تقسیم فرما دیتے اور یہ صاحبان دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے۔ پھر عصر ومغرب کی درمیانی مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتاء پھر فتویٰ سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے۔ اسی وقت مصنفین بھی اپنی تصنیف دکھاتے اور زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا چاہیں کہیں اور جو سنانا ہو سنائیں۔ اتنی آوازوں میں اس قدر جداگانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو سب کی طرف توجہ فرمانا. جوابات کی تصحیح وتصدیق اور اصلاح، مصنفین

کی تائید وتصحیح اغلاط' زبانی سوالات کے تشفی بخش سوالات عطا ہو رہے ہیں۔ اور فلسفیوں کی اس خبط لا یصدر عن الواحد الا الواحد (ایک ہستی سے ایک وقت میں ایک ہی چیز صادر ہو سکتی ہے) کی دھجیاں اڑ رہی ہیں۔ جس ہنگامہ سوالات و جوابات میں بڑے بڑے اکابر علم وفن سر تھام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کس کی سنیں اور کس کس کی نہ سنیں۔ وہاں سب کی شنوائی ہوتی تھی اور سب کی اصلاح فرمادی جاتی تھی' یہاں تک کہ ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی تھی اور اس کو درست فرمادیا کرتے تھے۔

حیرت انگیز قوت حافظہ: یہ چیز روز پیش آتی تھی کہ تکمیل جواب کیلئے جزئیات فقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے تو عرض کرتے۔ اسی وقت فرمادیتے کہ ردالمحتار جلد فلاں کے صفحہ کی سطر فلاں میں ان لفظوں کے ساتھ جزئیہ موجود ہے۔ درمختار کے فلاں صفحہ فلاں سطر پر یہ عبارت ہے۔ عالمگیری میں بقید جلد وصفحہ وسطر میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ ہندیہ میں خیریہ میں' مبسوط میں' ایک ایک کتاب فقہ کی اصل عبارت بقید صفحہ وسطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ ارشاد فرمادیتے۔ اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے ہیں تو صفحہ وسطر وعبارت وہی پاتے ہیں جو زبان اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔ اس کو آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھیں۔ یہ چیز بھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے۔

حافظ قرآن کریم نے سالہا سال قرآن عظیم کو پڑھ کر حفظ کیا' روزانہ دہرایا۔ ایک ایک دن میں سو سو بار دیکھا' حافظ ہوا محراب سنانے کی تیاری میں سارا دن کاٹ دیا اور صرف ایک کتاب سے واسطہ رکھا۔ حفظ کے بعد سالہا سال مشغلہ رہا ہو سکتا ہے کہ حافظ کو تراویح میں لقمے کی حاجت نہ پڑی ہو۔ گو ایسا دیکھا نہیں گیا اور ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب کسی آیت قرآنیہ کو سن کر اتنا یاد رکھیں کہ ان کے پاس جو قرآن کریم ہے اس میں یہ آیہ کریمہ داہنی جانب ہے یا بائیں جانب ہے۔ گو یہ بھی بہت نادر چیز ہے مگر یہ تو عادتاً محال اور بالکل محال ہے کہ آیت قرآنیہ کے صفحہ وسطر کو بتایا جا سکے۔ تو کوئی بتائے کہ تمام کتب متداولہ وغیر متداولہ کے جملہ کو بقید صفحہ وسطر بتانے والا اور پورے اسلامی کتب خانے کا صرف حافظ ہی ہے یا وہ اعلیٰ کرامت کا نمونہ ربانیہ ہے۔ جس کے بلند مقام کو بیان کرنے کیلئے اب تک ارباب لغت واصطلاح الفاظ پانے سے عاجز رہے۔

علم قرآن: علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمے سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا۔ جو بظاہر ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں روح قرآن ہے۔ اس ترجمہ کی شرح حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین علیہ الرحمۃ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دوران شرح میں ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گزرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور بالآخر ملا تو ترجمہ کا لفظ اٹل ہی نکلا۔

اعلیٰ حضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ اردو زبان کے اس ترجمہ کو دیکھ پاتے تو فرما ہی دیتے کہ:

ترجمہ: قرآن شے دیگر ست وعلم القرآن شے دیگر۔

علم الحدیث وعلم الرجال: علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں۔ ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت از بر۔

علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب میں وہی لفظ مل جاتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں کہ علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔

اعلیٰ حضرت نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ بعض لوگوں کا ایمان بالرسل بایں معنی نہیں ہے کہ رسول پاک سید المرسلین ہیں، خاتم النبیین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، اکرم الاولین والآخرین ہیں، اعلم الخلق اجمعین ہیں، محبوب رب العالمین ہیں۔ بلکہ صرف بایں معنی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی ہیں جو مرکر مٹی میں مل چکے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے بے اختیار اور عنداللہ بے وجاہت رہے۔ اگر ان کو بشر سے کم قرار دو تو تمہاری توحید زیادہ چمکدار ہو جائے گی۔ ان حقائق کو واضح کر دینے کا یہ مقدس نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی جمہوریت

اسلامیہ کی بڑی اکثریت دامن رسول سے لپٹی ہوئی ہے اور دشمنان اسلام کے فریب سے بچ کر مجرموں کے منہ پر تھوک رہے ہیں۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر اھل السنتہ والجماعۃ خیر الجزاء۔**

علم فقہ میں اعلیٰ حضرت کا مقام: آپ کے علم وفضل اور خاص کر علم فقہ میں تبحر کا اعتراف تو ان اہل علم نے بھی کیا ہے جنہیں مسلک ومشرب میں آپ سے اختلاف ہے۔

مثلاً:

ملک غلام علی صاحب جو سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے معاون ہیں اپنے ایک بیان میں جسے ہفت روزہ ''شہاب'' لاہور نے ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ کہ مولانا احمد رضا بریلوی صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹ پڑتا ہے۔''

اسی طرح اعظم گڑھ یوپی سے شائع ہونے والا ماہنامہ مجلّہ ''معارف'' رقمطراز ہے:

''مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنف اور فقیہ تھے۔ انہوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن عزیز کا سلیس ترجمہ بھی کیا ہے ان علمی کارناموں کے ساتھ ساتھ ہزارہا فتووں کے جوابات بھی انہوں نے دیئے ہیں۔''

یہ آراء ان لوگوں کی ہیں جن سے مسلکی اختلافات ہیں اور جو مسلک میں متحد ہیں ان کی آراء کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم چند کلمات علمائے ربانیین وعظمائے حرمین طیبین کے اس موقع پر عرض کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اب تک تذکروں میں جن جن علماء کے نام پیش کیے گئے ہیں غالباً یہ نام ان سے جداگانہ ہیں۔

۱۔ شوافع کے مفتی اور امام، نقیب الاشراف اور شیخ السادۃ فی المدینۃ المنورہ سیدی السید ماوی بن السید احمد بالفقیہ ارشاد فرماتے تھے:

"افضل الفضلاء انبل النبلاء فخر السلف قدوة الخلف الشیخ احمد رضا"

۲-احناف کے مفتی وامام السید اسماعیل بن خلیل مدنی فرماتے ہیں۔

"شیخنا العلامۃ المجرد شیخ الاساتذہ علی الاطلاق الشیخ احمد رضا۔"

۳-حنبلیوں کے امام ومفتی اور مسجد نبوی میں مدرس امام عبداللہ النابلسی الحنبلی ارشاد فرماتے ہیں:

"العالم العامل الھمام الفاضل محرر المسائل وعویصات الاحکام ومحکم بروج الادلۃ بمزید اتقان وزیادۃ اجکام سید الشیوخ والفضلاء الکرام قاضی القاضاۃ الشیخ احمد رضا خان۔"

۴-مالکی حضرات کے امام ومفتی، مدینہ میں دارالافتاء کے اعلیٰ نگران وحاکم سیدی احمد الجزائری ابن السید احمد المدنی ارشاد فرماتے ہیں۔

"علامۃ الزمان وفرید الاوان ومنبع العرفان وملحظ النظار سید عدنان حضرت مولانا الشیخ احمد رضا خان۔"

یہ چار شہادتیں مفتیان مذاہب اربعہ، احناف، شوافع، حنابلہ اور مالکیین مدینہ منورہ کی ہیں۔ چار ہی مذاہب اربعہ کے مفتیان کرام، علمائے عظام ومدرسین بیت اللہ الحرام مکہ مکرمہ کی پیش خدمت ہیں۔

۱-حنفیوں کے امام ومفتی، علامہ الزمان مولانا سید عبداللہ بن مولانا السید عبدالرحمٰن السراج مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"العامۃ الفھامۃ الھمام والعمدۃ الدراکۃ الامام ملک العلماء الاعلام الشیخ احمد رضا خان۔"

۲-مالکیین کے امام وقاضی ومفتی ومدرس مسجد حرام کے خاص الخاص مفتی حضرت سیدی امام محمد بن حسین المالکی مفتی ومدرس دیارِ حرمیہ ارقام فرماتے ہیں۔

ونشرت اعلام الانتصار علی منبر الهدایه فی جامع الافتخار وابدت رشیدة فضائل منشیها وتنص علی مناهل مصطفیها وکیف لا وهو احمد المهتدین رضا لازالت شموس تحقیقاته بدور طالعة فی سماء الشریعة السمحة المحمدیة۔"

۳۔ مفتی امام محدث علام مدرس بیت الحرام مکہ مکرمہ وامام شافعیہ سیدی محمد صالح مدرس مسجد حرام وامام شافعیہ ارقام فرماتے ہیں۔

"منقول ابقاہ سامیا ذری مجد محدوم العزو السبعدر افلا علل تحبور واردا موارد السرور ماترنم بمدحہ مادح صدح بشکرہ صادہ"

۴۔ مکہ مکرمہ کے حنابلہ کے مفتی وامام اور مدرس حضرت علامہ مولانا عبداللہ بن حمید مفتی حنابلہ بمکۃ المشرفہ فرماتے ہیں۔

"العالم المتحقق المدقق لازالت شجرۃ علمہ نامیۃ علی ممر الزمان وثمر علمہ مقبولۃ لدی الملک الدیان الشیخ احمد رضاخان۔"

حرمین شریفین کے صرف چار چار علمائے کرام کی آراء یہاں پر درج کی گئی ہیں اور اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ان کے علاوہ مصروشام' عراق ویمن' الجزائر وتیلس' طرابلس واردون وغیرہا ممالک عربیہ اسلامیہ کے فضلاء وعلماء کے ایسے ہی خیالات متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔

جب ہم آپ کی تحریرات وفتاویٰ کو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ کام اس تعمق اور اس تیز رفتاری کے ساتھ کسی شخص واحد سے ممکن ہے؟

مثال کے طور پر ۱۳۲۳ھ کا واقعہ ہے مکہ مکرمہ برائے حج تشریف لے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ حج پر جانے والا اپنے ساتھ کتب فقہ وحدیث کا ذخیرہ تو نہیں لے جاتا تو فراغت حج کے ساتھ ہی ایک استفتاء جو پانچ سوالوں پر مشتمل تھا دیا جاتا ہے اور تقاضا یہ ہے کہ دو دن میں جواب مل جائے۔ جس کی مختصر کیفیت یہ تھی جو خود مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی۔

''میرے پاس بعض ہندیوں کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۲۵ ذی الحجہ کو ایک سوال آیا۔ میرے پاس کتابیں نہ تھیں اور مفتی حنفیہ سیدی صالح بن کمال کا کہنا یہ تھا کہ دو دن منگل و بدھ میں جواب مکمل ہو جائے۔ میں نے ربّ تبارک وتعالیٰ کی امداد واعانت پر جواب صرف دو مجلسوں میں مکمل کیا جس میں سے مجلس اوّل تقریباً سات گھنٹے کی تھی اور دوسری مجلس ایک گھنٹے کی۔'' (ترجمہ الدولتہ المکیہ)

اس استفتاء جو پانچ سوالوں پر مشتمل تھا اور جس کا جواب دو نشستوں میں جو تقریباً آٹھ گھنٹے پر حاوی تھیں تحریر کیا گیا یہ عربی زبان میں چار سو صفحات کی کتاب تھی جسے بنام تاریخی ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ'' (۲۳-۱۳)

سے موسوم فرمایا۔

اس مبارک کتاب میں جب کہ آپ کے پاس کوئی کتاب موجود نہ تھی متعدد کتب وفتاویٰ کے حوالہ جات صفحہ وار بتائے ہیں اور محض اپنی یاداشت پر بتائے ہیں۔ یہ محض ربّ کریم کی وہ عنایت تھی جو وہ اپنے مقبول بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

تصنیفات وافتاء: امام اہلسنّت قدس سرہ نے اپنی عمر کے آٹھویں سال میں بزبان عربی ''ہدایت النحو'' کی شرح تحریر فرمائی اور چودہ سال کی عمر سے مسلسل فقہ پر کام کیا جو اڑسٹھ سال کی عمر تک جاری رہا۔ ایک ہزار کے قریب ضخیم کتابیں اور رسائل یادگار چھوڑے جو موضوع کے اعتبار سے پچاس مختلف علوم وفنون پر محیط ہیں۔ یہ بچپن سال کا دور پوری تصانیف پر منقسم کیا جائے تو روزانہ کی اوسط تحریر ساڑھے تین جزو ہوتے ہیں جن کے چھپن صفحات بنتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ ۱۲ جلدوں میں ہے جن میں سے چار جلدیں (کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک) طبع ہو چکی ہیں۔ آٹھ ابھی شائع نہیں ہو سکیں۔ پانچویں چھپ رہی ہے۔ فتاویٰ دیکھئے تو آپ کو ایک فقیہ کی فقاہت اور ایک مفتی کی شان افتاء کا اندازہ ہوگا۔

امام بریلوی کی شعر گوئی: کتنی عجیب بات ہے کہ ایسے امام الوقت مسند العصر کے پاس جس کو رات دن کے کم سے کم بیس گھنٹے میں صرف علم دین سے واسطہ ہو جس کے ایوان

علم میں اپنے قلم، دولت اور دینی کتابوں کے سوا کچھ نہ ہو' جو عرب وعجم کا رہنما ہو' اس کو شعر کہنے کو کیا کہا جائے کسی سے شعر سننے کی فرصت کہاں سے ملتی ہے۔ مگر شان جامعیت میں کمی کیسے ہو اور مملکت شاعری میں برکت کہاں سے آئے۔ اگر اعلیٰ حضرت کے قدس اس کو نہ نوازیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ جس رشک جناں سے سرفراز تھے اس کی طلب تو ہر عاشق کیلئے سرمایہ حیات ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حمد ونعت کا ایک مجموعہ کئی حصوں میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ پڑھنے والوں اور سننے والوں کو مستی عطا کرتا رہتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا لغزشوں سے محفوظ رہنا: علمائے دین کے اعلیٰ کارنامے چودہ صدیوں سے چلے آ رہے ہیں مگر لغزش علم وفلتت لسان سے بھی محفوظ رہنا یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ زور قلم میں بکثرت تفرد پسندی میں آ گئے۔ بعض تجدد پسندی پر اتر آئے۔ تصانیف میں خود آرائیاں بھی ملتی ہیں۔ لفظوں کے استعمال میں بھی بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ قول حق کے لہجہ میں بھی بوئے حق نہیں ہے۔ حوالہ جات میں اصل کے بغیر نقل پر ہی قناعت کر لی گئی ہے لیکن ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علمائے عرب وعجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ محقق مولانا محمد عبدالحق محدث دہلوی' حضرت مولانا بحرالعلوم فرنگی محلی' یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرما دیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ اس عنوان پر غور کرنا ہو تو فتاویٰ رضویہ کا گہرا مطالعہ کر ڈالئے۔

فقیہ اعظم کا ایک عظیم وجلیل حاشیہ جن چار مجلدات پر مشتمل ہے وہ حاشیہ امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ ''ردالمحتار'' پر ہے۔ جسے آپ نے بنام ''جدالممتار'' موسوم فرمایا ہے۔ لیکن یہ بیش قیمت حاشیہ اسی ذخیرے میں پڑا ہے جو ابھی محروم اشاعت ہے۔

مولیٰ تعالیٰ کسی ایسے مرد جلیل کو پیدا فرما دے جو جملہ تصانیف مجدد اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے ''مرکز اشاعت علوم امام احمد رضا'' قائم کرے اور آپ کے جواہر علمی کو جلوۂ طباعت دے۔

آمین

وصال مبارک: آپ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء جمعۃ المبارک کے دن عین اذان جمعہ کے وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

مسئلہ: ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھانا جھینگا کا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟ مع دستخط ومہر کے جواب تحریر فرمائیے۔

الجواب: ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں تو جن بعض کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہونا ہی چاہئے۔ مگر فقیر نے کتب لغت وکتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی ہے قاموس میں ہے۔

الاربیان بالکسر سمك کالدود — اربیان ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ایک مچھلی ہے مکوڑے کی طرح۔

صحاح وتاج العروس میں ہے۔

الاربیان بعض من السمك کالدود ویکون بالبصرۃ — اربیان مکوڑے کی طرح سفید مچھلی ہوتی ہے اور بصرہ میں پائی جاتی ہے۔

صراح میں ہے۔

اربیان نوعے از ماہی ست — اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے

منتہی الارب میں ہے۔

اربیان نوعے از ماہی ست کہ آنرا بہندی جھینگا گویند

اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے جس کو ہندی میں جھینگا کہتے ہیں۔

مخزن میں ہے۔

وبیان واربیان نیز آمدہ بفارسی ماہی روبیاں وماہی میک وہندی جھینگا مچھلی نامند — روبیان اور اربیان بھی کہتے ہیں فارسی میں روبیان مچھلی اور میک مچھلی اور ہندی میں جھینگا مچھلی کہتے ہیں

تحفۃ المومنین میں ہے۔

بفارسی ماہی روبیان نامند

تذکرۃ داؤد و انطاکی میں ہے۔

روبیان اسم نصرب من السمك يكثر بجحر العراق والقام احمر كثير الارجل نحو السرطان لكنه اكثر لمحا

روبیان مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے جو عراق اور قام کے سمندر میں بہت ہوتی ہے۔ سرخی مائل کیکڑے کی طرح بہت پاؤں والی لیکن اس میں گوشت زیادہ ہوتا ہے۔

حیاۃ الحیوان الکبریٰ میں ہے۔

الروبيان هوسمك صغير جدا احمر

روبیان و سرخی مائل بہت چھوٹی سی مچھلی ہے۔

تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدرایۃ مطلقاً حلال ہونا چاہئے کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے۔

والطافي ليس نوعابر اسه بل وصف يعتوى كل نوع

اور طافی کوئی مستقل نوع نہیں بلکہ ایک وصف ہے جس کی طرف ہر نوع کی نسبت ہوتی ہے۔

معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں۔ امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں۔ ردالمحتار میں ہے وفی معراج الدرایہ۔

ولو رجدت سمكة فى حوصلة طائر توكل وعندالشافعى لا توكل لانه كالرجيع ورجيع الطائر عنده نجس وقلنا انما يعبر رجيعا اذاتغير وفى السمك الصغار التى تقلى من غيران يشتق جوفه فقال اصحابه لايحل اكله لان رجيعه نجس وعنده سائر الائمه يحل

اگر پرندہ کی پوٹ میں مچھلی پائی جائے تو کھائی جائے گی اور امام شافعی کے نزدیک نہ

کھائی جائے گی کیونکہ وہ بیٹھ کی طرح ہے اور ان کے نزدیک پرندہ کی بیٹھ ناپاک ہے۔ہم کہتے ہیں بیٹھ اس وقت ہوگی جب کہ متغیر ہوگئی اور وہ چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک کیے بغیر انہیں بھونا جاتا ہے' شوافع کہتے ہیں ان کا کھانا حلال نہیں کیونکہ پرندہ کی بیٹھ نجس ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک حلال ہے۔

مگر فقیر نے جواہر اخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔

حیث قال السمك الصغار کلھا مکروھة کراھة التحریم ھو الاصح۔

جب کہ کہا ہے چھوٹی مچھلیاں تمام کی تمام مکروہ تحریمی ہیں۔یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جدا اور کنگھچے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بولا جاتا ہے۔جیسے ماہی سقنقور۔حالانکہ وہ ناکے کا بچہ ہے کہ سواحل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے ائمہ سے حلت روبیان میں کوئی نص معلوم نہیں اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جواہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی۔بحر حال ایسے شبہ واختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اولیٰ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کـــــتـــــبـــــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲: ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے فحول ومفتیان ذوی العقول اس مسئلہ میں کہ کہنا ''یارسول اللہ'' یاولی اللہ'' کا جائز ہے یا نہیں؟ اور مدد چاہنا پیغمبران اور ولی اللہ سے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ''یا مشکل کشا علی'' وقت مصیبت کے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب مع دستخط کے مرحمت فرمایئے تاکہ میں صاف صاف لوگوں کو سمجھا دوں۔ عربی آیت وحدیث جہاں آئے اس کا ترجمہ بزبان اُردو تحریر فرمایا جائے۔بینوا توجروا۔

الجواب: جائز ہے جب کہ انہیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذن الٰہی والمدبرات امرا سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا۔ اللہ عزوجل کے دیئے بغیر کوئی ایک حبہ نہیں دے سکتا۔ ایک حرف نہیں سن سکتا۔ پلک نہیں ہلا سکتا اور بیشک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی وحرام ہے اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ ندا کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے خود حضور سید عالم ﷺ نے ایک نابینا کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہیں۔

یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لیقضی لی۔

یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں منہ کرتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو۔

اور بعض روایات میں ہے۔

لتقضی لی یا رسول اللہ ۔ تاکہ حضور میری یہ حاجت پوری فرمائیں۔

ان نابینا نے بعد نماز یہ دعا کی فوراً آنکھیں کھل گئیں۔

طبرانی وغیر کی حدیث میں ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ دعا ایک صحابی یا تابعی کو بتائی۔ انہوں نے بعد نماز یوں ہی ندا کی کہ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے اس حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ ان کی حاجت بھی پوری ہوئی۔ پھر علماء ہمیشہ اسے قضائے حاجات کے لئے لکھتے آئے۔ نیز حدیث میں ہے۔

اذا ارادعونا فلینادا عینونی یا عباد اللہ۔

جب استعانت کرنا اور مدد لینا چاہے تو یوں پکارے میری مدد کروا ے اللہ کے بندہ۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے۔

قولهم یا شیخ عبدالقادر نداء فلما الموجب لحرمته۔

یا شیخ عبدالقادر کہنا ندا ہے۔ اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

فقیر نے اس بارے میں ایک مختصر رسالہ ''انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ'' لکھا۔ وہاں دیکھیئے کہ زمانہ رسالت سے ہر قرن وزمانہ کے ائمہ علماء صلحا میں وقت

صیبت محبوبان خدا کو پکارنا کیسا شائع ذائع رہا ہے۔ وہابیہ کے طور پر معاذ اللہ صحابہ سے آج تک وہ سب بزگان دین مشرک ٹھہرتے ہیں۔ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

کـــتــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۳: ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف، رحم کرے اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے ہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہِ تحریمی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: وہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے۔ خصوصاً جب کہ سجدہ بروجہ مسنون سے مانع ہو۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے۔

الا سكاف اوا الخياط اذا استو جر على خياط شيء من زى الفساق ويعطى له في ذلك كثير اجر لا يستحب له ان يعمل لانه اعانة على المعصية۔

موچی اور درزی جب کسی ایسی چیز کے سینے کا جارہ کرے جو فساق کا پہناوا ہے۔ اور اس کے لئے اسے بہت اجرت بھی ملے۔ اسے وہ کام نہ کرنا مستحب ہے کیونکہ اس کام کا کرنا گناہ پر مدد کرنا ہے۔

اور دھوتی باندھ کر بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہوتو کپڑے کا پیچھے گھرسنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لئے بس ہے۔

لنهيه صلى الله تعالى عليه وسلم عن كف ثوب او شعر

بوجہ منع کرنے حضور ﷺ کے کپڑے اور بال سمیٹے سے۔

ہاں پیچھے نہ گھرسیں تو وہ دھوتی نہیں تہبند ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت

ہے۔واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کـــــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۴: ۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت کہ جھوٹا کافر کا پاک ہے یا ناپاک اگر کوئی کافر سہواً یا قصداً حقہ یا پانی پی لے کیا حکم ہے؟ ترجمہ بزبانِ اُردو ضرور بالضرور ہر مسئلہ میں تحریر فرماتے جایئے تاکہ عام لوگ بخوبی سمجھ لیا کریں۔ بینوا توجروا کیثرا۔

الجواب: کافر ناپاک ہیں۔قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ کافر نرے ناپاک ہیں۔

یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے۔ پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر ان کے منہ میں باقی ہوتو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ضرور ناپاک ہے اور حقہ وغیرہ جس چیز کو ان کا لعاب لگ جائے گا ناپاک ہو جائے گی۔تنویر الابصار میں ہے۔

سور شارب خمر فور شربها وهرة فورا كل فارة نجس۔

شراب پینے کے بعد شرابی کا جھوٹا چوہا کھانے کے بعد بلی کا جھوٹا نجس ہے۔یونہی اگر کافر شراب خور کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کو لگ گئی۔تو جب تک مونچھ دھل نہ جائیگی پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی ناپاک کر دے گی۔درمختار میں ہے۔

لو شربه طويلا لا يستو عبه اللسان فنجس ولو بعد زمان۔

اگر اس کی مونچھیں اتنی لمبی ہوں کہ انہیں زبان نہ گھیر سکے تو نجس ہے اگر چہ کچھ دیر کے بعد ہی پئے۔

اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جدا ہو تو اس کے جھوٹے کو اگرچہ کتے کے جھوٹے کی طرح ناپاک نہ کہا جائے گا۔

فی التنویر الدر سور ادمی مطلقا تنویر اور درر میں ہے آدمی کا جھوٹا مطلقاً پاک

ولو جنبا او کافر اطاهر الفم — ہے اگر چہ جنبی ہو یا کافر بشرطیکہ اس کا منہ
طاھر اہ — پاک ہو۔

مختصراً اگر چہ ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب و بے دغدغہ ہونا ضروری نہیں۔ رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں' پھر کون عاقل اسے اپنے لب وزبان سے لگانے کو گوارا کرے گا؟ کافر کے جھوٹے سے بھی بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے۔ اور یہ نفرت ان کے ایمان سے ناشی ہے۔

وفی دفعه عن قلو بهم سقاط شناعة الکفرة عن اعینهم او تحفیفها وذلك غش بالمسلمین وقد صرح العلماء کما فی العقود الدریة وغیر ها ان المفتی انما یفتی بما یقع عنده من المصلحة ومصلحة المسلمین فی ابقاء النقرة عن الکفرة لا فی القائها۔

اوران کے دلوں سے اس کے اٹھانے میں ان کی آنکھوں سے کفار کی برائی دور کرنا ہے یا کم کرنا اور یہ مسلمانوں کے ساتھ دھوکا ہے اور تحقیق علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ عقود دریہ وغیرہ میں ہے بے شک مفتی وہ فتویٰ دے جس میں اس کے نزدیک مسلمانوں کا بھلا ہو۔ اور مسلمانوں کا بھلا کافروں سے نفرت باقی رکھنے میں ہے نہ اس کے ختم کرنے میں۔

والہٰذا جو شخص دانستہ اس کا جھوٹا کھائے پئے مسلمان اس سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ وہ مطعون ہوتا ہے۔ اس پر محبت کفار کا گمان ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یو من بالله والیوم الاخر فلا یقف مواقف التهم
جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ایاك ومایسوء الاذن اس بات سے بچ جو کان کو بری لگے۔

رواه الامام احمد عن ابی الغادیة والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی طبقات والعسکری فی الامثال وابن مندة فی المعرفة والخطیب فی الموتلف کلهم عن ام الغادیة عمة العاص بن

عمرو الصفاوی وعبداللہ بن احمد ازاهر فی زوائد المسند، ابو نعیم وابن مندة کلاھما فی المعرفة عن العاص المذکور مرسلا وابو نعیم فیھا عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنھم

نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ایاك وکل امر یعتذر منه ہراس بات سے بچ جس میں عذر کرنا پڑے۔

رواہ الضیاء فی المختارة والدیلمی کلاھما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابن بنیع ومن طریقة العسکری فی امثاله والقضاعی فی مسنده معا والبغوی ومن طریقة الطبرانی فی اوسطه والمخلص فی السادس من فوائده وابو محمد الابرھیمی فی کتاب الصلٰوة وابن النجار فی تاریخه کلھم عن ابن عمرو الحاکم فی صحیحه والبیھقی فی الزھد والعسکری فی الامثال وو ابونعیم فی المعرفة عن سعد ابی وقاص واحمد وابن ماجة بسند احسن وابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری کلھم رافعیه الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم والبخاری فی تاریخه والطبرانی فی الکبیر وابن مندة عن سعد بن عمارة من قوله رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں:

بشروا ولا تنفروا رواہ الائمة احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه

بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔

پھر اس میں بلاوجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام (فما ادی الیه فلا اقل ان یکون مکروھا) تو دلائل شرعیہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جھوٹے سے احتراز ضرور ہے۔

وکم من حکم یختلف باختلاف الزمان بل والمکان کما تشھد

به فروع جمعه فی کتب الائمة هذا ما عندی وبه افتیت مرارا والله ربی علیه معتمدی والیه مستندی والله سبحانه وتعالیٰ اعلم۔

اور بہت سے احکام اختلاف زمانہ کے ساتھ بلکہ اختلاف مکان کے ساتھ مختلف ہو جاتے ہیں۔ اس کی شہادت وہ فروع ہیں جو کتب ائمہ میں جمع ہیں۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور میں نے اس کے ساتھ کئی بار فتویٰ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ میرا ربّ ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری سند ہے۔ اور اللہ پاک وبلند خوب جانتا ہے۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ۵: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک شخص نماز ظہر کی پڑھنے کھڑا ہوا اور اس نے بعد چار سنت پڑھنے کے سہواً پھر چار سنت کی نیت باندھ لی اور اس کو چار فرض پڑھنا چاہئے تھے۔ جس وقت کہ وہ دو رکعت نماز ادا کر چکا اس کو خیال ہوا کہ اب مجھ کو فرض پڑھنا تھے۔ پس اس نے اپنے دل میں فرضوں کی نیت باندھ لی کہ میں فرض پڑھتا ہوں اور اس نے دو رکعت پیشتر کی بہ نیت سہواً سنت ادا کی اور دو رکعت آخر کی بہ نیت فرض کے خالی الحمد کے ساتھ پڑھی۔ درایں صورت کہ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت بینوا توجروا؟

الجواب: یہ نماز فرض ہوئی نہ سنت۔ فرض تو یوں نہ ہوئے کہ پہلی دو رکعتوں میں نیت فرض کی نہ کی تھی اور فعل کے بعد نیت کا اعتبار نہیں۔ فی الدر المختار **لا عبرة بنیة متاخرة عنها علی المذهب** ۔ اور دو رکعت اخیر میں۔ اگر فرض کی نیت اس نے تیسری رکعت کی پہلی تکبیر کے وقت بحال قیام نہ کی جب تو یہ نیت ہی لغو ہے اور اس وقت کی تو اب وہ پہلی نیت سے نماز فرض کی طرف منتقل ہو گیا۔ اگر چار پوری پڑھ لیتا فرض ہو جاتے مگر اس نے دو پر قطع کر دی لہٰذا یہ بھی فرض نہ ہوئے۔

فی الدر المختار یفسدھا انتقالہ من صلوٰۃ الی مغایر تھا فی ردالمحتار ربان ینوی بقلبہ مع التکبیرات الانتقال المذکور قال فی النھر بان صلی رکعۃ من الظھر مثلاثم افتتح العصر او التطوع بتکبیرۃ فان کان صاحب ترتیب کان شارعا فی التطوع عندھا خلافا لمحمداو لم یکن بان سقط للضیق او للکثرت صح شرورعہ فی العصر لانہ نوی تحصیل مالیس بحاصل فخرج عن الاول مناط الخروج عن الاوّل صحۃ لشروع فی المغایر ولو من وجہ الخ۔

درمختار میں ہے فاسد کرتا ہے نماز کو انتقال اس کا ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف جو پہلی نماز کے مغائر ہو۔شامی میں ہے جیسے آدمی اپنے دل کے ساتھ نیت کرے تکبیرات کے ساتھ انتقال مذکور کی مصنف نہر نے کہا ہے جیسے نمازی نے ظہر کی مثلاً ایک رکعت پڑھی پھر عصر شروع کردی یا نفل تکبیر کے ساتھ شروع کردیئے پس اگر وہ صاحب ترتیب ہے شیخین کے نزدیک وہ نفل شروع کرنے والا ہے۔امام محمد کا اختلاف ہے یا نہیں ہوا ساقط ہوئی بوجہ تنگی وقت کے یا واسطے کثرت کے درست ہے شروع ہونا اس کا عصر میں کیونکہ اس نے ایسی چیز کے حاصل کرنے کی نیت کی ہے جو اسے حاصل نہیں پس پہلی نماز سے نکل گیا پس پہلی نماز سے نکلنے کا دارومدار صحت شروع ہے پہلی نماز سے مغائر نماز میں اگرچہ تغائر من وجہ ہو۔

سنت نہ ہونا ظاہر ہے کہ سنتیں تو پڑھ چکا ہے بلکہ اگر سنتیں نہ پڑھی ہوتیں اور تیسری یا کسی رکعت کی تکبیر اوّل کے وقت نیت فرض کی کرلیتا جب بھی سنتیں نہ ہوتیں کہ وہ اس نیت کے سبب فرض کی طرف منتقل ہوگیا۔بہرحال یہ رکعتیں نفل ہوئیں۔وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۶: ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی۔ بعدہ سلام پھیرا۔ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ جیسا ہو ویسا ہی معہ دستخط مہر کے ارقام فرمایئے۔ اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو اس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں؟

الجواب: فرض ہوئے اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا۔ اس پر سجدۂ سہو تھا۔ بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورۃ ملا لے تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے۔ امام کے لئے ضرور مکروہ ہے۔ بلکہ مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام۔ درمختار میں ہے:

ضم سورة في الاولين من الفرض وهل يكره في الاخريين المختار لا۔

فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ کا ملانا فرض ہے۔ اور کیا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ ہے؟ مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

اى لا يكره تحريما بل تنزيها لا نه خلاف السنة قال في الحلية وشرحها فان ضم السورة الى الفاتحة ساهيا تجب عليه سجدتا السهوفي قول ابي يوسف لتاخير الركوع عن محله وفي اظهر الروايات لا تجب لان القراءة فيهما مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب اه في البحر عن فخر الاسلام ان السورة مشروعة في الاخريين نفلا وفي الذخيرة انه المختار وفي المحيط هو الا صح او والظاهر ان المراد بقوله نفلا بجواز المشروعية بمعنى عدم الحرمة فلا ينا في كونه خلاف الاولى كما افاده في الحلية اه ما في رد المحتار۔اقول لفظ الحلية ثم الظاهر اباحتها كيف لا وقد تقدم من حديث ابى

سعید الخدری فی صحیح المسلم وغیرہ انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یقرا فی صلٰوۃ الظهر فی الرکعتین الاولین قدر ثلثین ایة وفی الاخریین قدر خمسه عشرایة او قال نصف ذلك.فلا .جرم ان قال فخر الاسلام فی شرح جامع الصغیر واما السورۃ فانها مشروعة نفلا فی الاخریین حتی قلنا فیمن قرء فی الاخریین لم یلزمه سجدۃ السهو انتهی. ثم یمکن ان یقال الاولی عدم الزیادۃ یحمل علی الخروج مخرج البیان لذلك الحدیث ابی قتادۃ رضی اللّٰه تعالٰی عنه (یرید ما تقدم بروایة الصحیحین)ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان یقرو فی الظهر فی الاولیین بام القران وسورتین وفی الرکعتین الاخریین بام الکتب الحدیث قول المصنف المذکور (ای ولا یزید علیهما شیئا)و قول خیر واحد من المشائخ کما فی الکافی وغیرہ ویقرو فیهما بعد الاولیین الفاتحة فقط ویحمل علی بیان مجرد الجواز حدیث ابی سعید رضی اللّٰه تعالٰی علیه قول فخر الاسلام فان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسم یفعل الجائز فقط فی بعض الاحیان تعلیما للجواز وغیرہ من غیر کراهة فی حقه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کما یفعل الجائز الاولی فی غالب الا حوال والنفل لا ینافی عدم الاولویة فیندفع بهذا ماعساہ یخال من المخالفة بین الحدیثین المذکورین وبین اقوال المشائخ واللّٰه سبحانه اعلم اہ ولعلك لا یخفی علیك ان حمل المشروع نفلا علیه المکروہ تنزیها مستبعد جدا وقراءۃ السورۃ فی الاخریین لیست فعلا مستحبا مستقلا یعتبر به عدم الاولویة لعارض کصلوٰۃ نافلة مع بعض المکروهات وانما المستفاد من النصـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ستحاب فعلها فکیف

يجامع عدم والا لوية ولذى يظهر للعبدا لضعيف ان سنه الاقتصاد على الفاتحة انما تثبت عن المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم فى الامامة فانه لم يعهد منه صلى الله تعالى عليه وسلم صلوٰة مكتوبة الا اما ما ال نادرا فى غاية الندرة فيكره للامام الزيادة عليها لا طالة على المقتدين فوق السنة بل لو اطال الى حدا الا ستثقال كره تحريما اما المنفرد فقال فيه النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فليطول ماشآء وزيادة القراء زيادہ خير ولم يعرضه ما يعارض خيريتة فلا يبعدان يكون نفلا فى حقه فان حملنا كلام اكثر المشائخ على الامة وكلام الامام فخر الاسلام وتصحيح الذخيرة المحيط على المنفرد حصل التوفيق وبالله التوفيق هذا ماعندى والله سبحانهٗ وتعالىٰ اعلم

یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ خلاف سنت ہے۔ یہ منیہ اور اس کی شرح میں کہا ہے۔ پس اگر ملایا اس نے سورۃ کو ساتھ فاتحہ کے بھول کر' واجب ہو گا اس پر سجدہ سہو ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں رکوع میں تاخیر کی بنا پر اور اظہر روایات میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرأت تو ان دونوں رکعتوں میں مشروع ہے بغیر کسی خاص اندازہ کے۔ رہا فاتحہ پر اقتصار' تو یہ سنت ہے' واجب نہیں۔ بحر میں فخر الاسلام سے روایت ہے کہ فاتحہ کے ساتھ سورۃ کا ملانا پچھلی دو رکعتوں میں نفلاً جائز ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے وہی مختار ہے۔ اور محیط میں سے وہی زیادہ صحیح ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فخر الاسلام کے قول میں نفلاً قرأت کے جائز ہونے سے مراد عدم حرمت ہے۔ پس یہ قول قرأت فی الاخریین کے خلاف اولیٰ ہونے کے مخالف نہیں جیسا کہ حلیہ میں یہ بیان کیا ہے۔ ردالمحتار کی عبادت تمام ہوئی۔ میں کہتا ہوں لفظ حلیہ کا ظاہر قرأت کا جواز ہے جواز کیسے نہ ہو جب کہ پہلے گزر چکا ہے ابی سعید کی حدیث سے صحیح مسلم وغیرہ میں ہے

شک نبی ﷺ پڑھتے تھے صلوٰۃ ظہر کی پہلے دو رکعتوں میں تیس آیتوں کا اندازہ' اور پچھلی دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کا قدر یا کہا نصف اس کا پس اس لئے فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ سورۃ تو وہ نفلاً پچھلی دو رکعتوں میں میں نفلاً جائز ہے۔ اور ذخیرہ میں وہی مختار ہے۔ اور محیط میں سے وہی زیادہ صحیح ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فخر الاسلام کے قول میں نفلاً قرأت کے جائز ہونے سے مراد عدم حرمت ہے۔ پس یہ قول قرأت فی الاخیرین کے خلاف اولیٰ ہونے کے مخالف نہیں جیسا کہ حلیہ میں یہ بیان کیا ہے۔ رد المحتار کی عبارت تمام ہوئی۔ میں کہتا ہوں لفظ حلیہ کا پھر ظاہر قرأت کا جواز ہے جواز کیسے نہ ہو جب کہ پہلے گزر چکا ہے ابی سعید خدریؓ کی حدیث سے صحیح مسلم وغیرہ میں بے شک نبی ﷺ پڑھتے تھے صلوٰۃ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کا اندازہ' اور پچھلی دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کا قدر یا کہا نصف اس کا پس اس لئے فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ سورۃ تو وہ نفلاً پچھلی دو رکعتوں میں جائز ہے۔ یہاں تک کہ ہم نے اس آدمی کے بارہ میں کہا ہے جو پچھلی دو رکعتوں میں سورت پڑھے کہ اس پر سجدہ سہو لازم نہیں انتہی۔ پھر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے اولیٰ عدم زیادت ہے اور حمل کیا جائے مخرج بیان پر واسطے حدیث قتادہ رضی اللہ عنہ کے۔ (اس سے مراد وہ حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے صحیحین کی روایت کی ساتھ) کہ تحقیق نبی ﷺ پڑھتے تھے ظہر کی پہلی دو رکعتون میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں اور ظہر کی پچھلی دو رکعتوں میں فاتحہ الحدیث۔ قول مصنف مذکور کا (یعنی نہ زیادہ کرے اوپر ان دونوں کے کوئی شے) اور قول بہت سے مشائخ کا جیسا کہ کافی وغیرہ میں ہے اور پڑھے ان دونوں میں پیچھے پہلی دو رکعتوں کے سورۃ فاتحہ صرف اور حمل کی جائے اوپر بیان صرف جواز کے حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی۔ اور قول فخر الاسلام کا یہ کہ نبی ﷺ بعض اوقات صرف جائز کام کرتے ہیں تعلیم جواز وغیرہ کے لئے بغیر کراہت کے حضور ﷺ کے حق میں جیسا کہ غالب احوال میں جائز اولیٰ کو کرتے اور نفل عدم اولویت کے منافی نہیں۔ پس اس توجیہ سے وہ

اعتراض مندفع ہو جاتا ہے جو خیال کیا جا سکتا تھا یعنی مخالفت درمیان حدیثوں کے اور اقوال مشائخ کے واللہ سبحانہ اعلم اھ۔ شاید تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ ہو کہ مشروع نفلاً کو مکروہ تنزیہی پر حمل کرنا بہت بعید ہے اور پچھلی دو رکعتوں میں سورت کا پڑھنا ایسا فعل مستحب مستقل نہیں جس کے ساتھ کسی عارض کی وجہ سے عدم اولویت کا اعتبار کیا جائے جیسا کہ نفل نماز بعض مکروہات کے ساتھ ظاہر فہم میں یہاں نفلیہ کا معنی ہے کہ اس کا کرنا مستحب ہے پس اس معنی کے اعتبار سے نفلیہ خلاف اولیٰ کے ساتھ کس طرح جمع ہو سکتی ہے اور اس ضعیف بندہ کے لئے جو بات ظاہر ہوئی ہے یہ ہے کہ پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پر اقتصار یہ سنت ہے جو کہ حالت امامت میں خود حضور ﷺ سے ثابت ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرض نماز حالت امامت کے بغیر معلوم نہیں ہوئی مگر بہت ہی کم۔ پس امام کے لئے اخریین میں فاتحہ پر زیادت مکروہ ہے بوجہ لمبا کرنے نماز کے مقتدیوں پر قدر سنت سے زیادہ۔ بلکہ اگر اتنی لمبی کی کہ مقتدیوں کو بھاری معلوم ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ رہا اکیلے نماز پڑھنے والا، پس اس کے بارہ میں نبی ﷺ کا فرمان ہے پس وہ قرأت لمبی کرے جتنی چاہے۔ اور زیادہ قرأت زیادہ خیر ہے۔ اور یہاں کوئی عارض نہیں جو اس کی خیریت کو عارض ہو پس بعید نہیں کہ اس کے حق میں نفل ہو۔ پس اگر ہم حمل کریں کلام اکثر مشائخ کو امامت پر اور کلام فخر الاسلام اور تصحیح ذخیرہ محیط کو منفرد پر، تو دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور توفیق اللہ کے ساتھ ہے...... یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۷: ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے بسم اللہ کہہ کر ایک شکار کے اوپر بندوق چلائی پس جس وقت اس کو جا کر دیکھا تو کوئی آثار اس

میں زندگی کے نہ تھے اور نہ جنبش تھی۔ جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون نکلا اچھی ... سے پس وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو ذبح نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور درصورت نہ نکلنے خون کے بھی جواب تحریر فرمایئے۔ بینوا و توجروا:

الجواب: اگر ذبح کرلیا اور ثابت ہوا کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی۔ مثلاً پھڑک رہا تھا یا ذبح کرتے وقت تڑپا، اگرچہ خون نہ نکلا یا خون ایسا نکلا جیسا مذبوح سے نکلا کرتا ہے اگرچہ جنبش نہ کی، یا اور کسی علامت نے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے۔ اگر بندوق سے مار کر چھوڑ دیا، ذبح نہ کیا۔ یا کیا مگر اس میں وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا۔ تو حرام ہے۔ غرض مدار کار اس پر ہے کہ ذبح کرلیا جائے اور وقت ذبح اس میں رمق باقی ہو اگرچہ نہ جنبش کرے نہ خون دے حلال ہو جائے گا ورنہ حرام۔ درمختار میں ہے۔

ذبح شاة مريضة فتحركت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حياته عند الذبح وان علم حياته حلت مطلقا وان لم تحرك ولم يخرج الدم وهذا يتاتى في منخنقة ومتردية ونطيحة والتي فقر الذئب بطنها فذكاة هذه الاشياء تحلل وان كانت حياتها خفيفة وعليه الفتوى لقوله تعالى الا ما ذكيتم من غير فصل اه وفي رد المحتار عن زلبزازی عن الاسبيجابي عن الامام الاعظم رضي الله تعالى عنه خروج الدم لا يدل على الحيوة الااذا كان يخرج كما يخرج من الحي قال وهو ظاهر الرواية

ذبح کیا اس نے بیمار بکری کو پس اس نے حرکت کی یا اس سے خون نکلا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں اگر وقت ذبح اس کی زندگی معلوم نہ ہو۔ وقت ذبح زندگی معلوم ہوئی تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ حرکت بھی نہ کرے اور خون بھی نہ نکلے۔ اور یہی حکم ہے گلا گھٹی اور بلندی سے گرنے والی اور سینگ سے زخمی ہونے والی اور جس کا پیٹ بھیڑیے نے چیر دیا ہو۔ پس بحالت مذکورہ ان کا ذبح کرنا انہیں حلال کردے گا اگرچہ ان میں خفیف سی زندگی ہو اور اسی پر فتویٰ ہے۔ بوجہ فرمان اللہ تعالیٰ کے مگر جسے ذبح کیا تم نے بغیر فصل کے اھ۔ اور ردالمحتار میں روایت

ہے بزازی نے انہوں نے اسبیجابی نے انہوں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کہ محض خون نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا ہاں جس وقت کہ اس طرح سے نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے۔ کہا کہ یہ ظاہر روایت ہے۔

اسی کتاب الصید میں ہے:

المعتبر فی المتردیة واخواتها کنطیحة وموقوذة وما اکل السبع والمریضة مطلق الحیاة وان قلت کما اشرنا الیه علیه الفتوی۔

بلندی سے گر کر قریب المرگ اور اس کے ساتھ مذکور فی القرآن باقی اشیاء نطیحہ، موقوذہ وغیرہ میں مطلق زندگی معتبر ہے اگرچہ کم ہی ہو جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔

مدارک التنزیل میں ہے:

الموقذة التی اسخنوها ضربا بالعصا اوحجر

موقوذہ وہ ہے جسے وہ لاٹھی یا پتھر سے زخمی کرتے تھے۔

معالم میں ہے:

قال قتادة کانو ایضربونها بالعصا فاذا اماتت اکلوها اه قلت فظهر ان المضروب بکل مثقل کالبندقة ولو بندقة الرصاص کله من الموقوذة فیحل بالذکاة وان قلئت الحیاة

قتادہ نے کہا کفار جانور کو یہاں تک مارتے تھے کہ وہ مر جاتا تھا اسے کھاتے تھے۔ میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوا کہ ہر بھاری چیز کا مضروب جانور جیسے بندوق اگرچہ سکہ کی گولی والی ہو یہ سب موقوذہ میں شامل ہیں پس یہ ذبح کرنے سے حلال ہو جاتی ہیں اگرچہ وقت ذبح ان میں قلیل زندگی ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

لا یخفی ان الجرح بالرصاص انما هوبا لا حراق والثقل بواسطة اندفاعه العنیف اذلیس له حد فلا یحل وبه افتی ابن نجیم واللّٰه تعالٰی اعلم۔

پوشیدہ نہیں کہ سکہ کی گولی کا زخم بوجہ جلنے اور بوجھ کے ہے بواسطہ اس کے زور سے پھینکنے کے کیونکہ گولی میں دھار نہیں پس حلال نہیں۔ اسی کے ساتھ ابن نجیم نے فتویٰ دیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفی ﷺ

مسئلہ۸: ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوقیہ کھیلتا ہے۔ پس بحکم شرع شریف کے کس قدر شکار کھیلنا چاہیے اور کس وقت میں؟ اور وہ شکاری ہر روز شکار کھیلنے میں گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا مفصلا توجروا کثیرا۔

الجواب: شکار کے محض شوقیہ بغرض تفریح ہو جس ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے والہٰذا شکار کھیلنا کہتے ہیں۔ بندوق کا خواہ مچھلی کا، روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ مطلقاً بالاتفاق حرام ہے۔ حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو۔

آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کی کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسر شان سمجھیں، یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں۔ وہ گرم دوپہر، گرم لو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے، اور دوپہر دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں، کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں؟ حاشا و کلا بلکہ وہی لہو و لعب ہے اور بالاتفاق حرام۔

ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کہیے مثلاً مچھلی بازار میں بھی ملے گی وہاں سے لے لیجئے، ہرگز قبول نہ کریں گے۔ یا کہیے کہ ہم اپنے پاس سے لائے دیتے ہیں، کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی غرض نہیں رکھتے، بانٹ دیتے ہیں۔ تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح و حرام ہے۔ درمختار میں ہے الصید مباح الا للتلھی کما ھو ظاھر۔ اسی طرح اشباہ و بزازیہ مجمع الفتاویٰ و غنیہ ذوی الاحکام و تاتارخانیہ

وردالمحتاروغیر ہاعامہ اسفار میں ہے۔واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ۹: ۱۲/ربیع الآخر شریف۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شعر کا مطلب جو شرع محمدی فصل اٹھائیسویں بیان مکروہات وضو میں ہے۔

تیسرے تانبے کے برتن سے اگر

ہے وضو ناقص کرے گا جو بشر

یہ نہ معلوم ہوا کہ تانبے کے برتن سے کیوں وضو ناقص ہے؟ آج کل بہت شخص تانبے کے برتن لوٹے سے وضو کرتے ہیں۔کیا ان سب کا وضو ناقص ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: تانبے کے برتن سے وضو کرنا اس میں کھانا پینا سب بلا کراہت جائز ہے۔وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ہاں قلعی کے بعد چاہیے۔بے قلعی میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہوتا ہے اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔علماء نے وضو کے آداب ومستحباب سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو اور اس میں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے۔ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

منہا(ای من اداب الوضوء)کون انیۃ من خزف

اس سے (یعنی آداب وضو سے)ہونا اس برتنوں کا پختہ مٹی سے۔

اسی میں اختیار شرح مختار ہے:

اتخاذھا (ای اوانی الاکل والشرب)من الخزف افضل اذلا صرف فیہ ولا مخیلۃ وفی الحدیث من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکتہ ویجوز اتخاذھا من نحاس اورصاص۔

پکڑنا اس کا (یعنی کھانے پینے کے برتن)پختہ مٹی سے افضل ہیں کیونکہ اس میں کچھ خرچ بھی نہیں اور تکبر بھی نہیں اور حدیث میں ہے جو شخص گھر کے برتن مٹی کے

رکھے فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں۔تانبے اور قلعی کے برتن بھی جائز ہیں۔

اسی میں ہے۔

یکرہ الاکل فی النحاس الغیر المطلی بالرصاص لانہ یدخل الصداء فی الطعام فیورث ضرر اعظیما وما بعدہ فلا اھ ملخصا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مکروہ ہے کھانا کھانا بغیر قلعی شدہ تانبے کے کیونکہ وہ کھانے میں اپنا برا اثر ڈالتا ہے جس سے صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور قلعی کرنے کے بعد وہ اثر زائل ہوجاتا ہے۔

کـــــتـــــبـــــہ

عبدالمذنب محمد رضا

عفی عنہ بمحمدنِ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۰: ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس صورت میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں۔اس درخت اور اس طاق کے پاس جاکر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیر پر دلاتے ہیں۔ ہار لٹکاتے ہیں لوبان سلگاتے ہیں مرادیں مانگتے ہیں اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ واقع ہے۔کیا شہید مردان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں؟ اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر؟ جواب عام فہم مع دستخط کے تحریر فرمایئے۔ بینوا بالکتاب تو جورُا بالثواب ۔

الجواب: یہ سب واہیات وخرافات اور جاہلانہ حماقات وبطالات ہیں۔ ان کا ازالہ لازم۔

ما انزل اللہ بھا من سلطن۔ وَلاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

کـــــتـــــبـــــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ۱۱: ۱۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ بعد فوت ہو جانے والدین کے اولاد کے اوپر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ **بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔**

الجواب:

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازہ کی تجہیز غسل، کفن، نماز، دفن ہے اور ان کاموں میں ایسے سنن و مستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی و برکت و رحمت وسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لئے دعا استغفار ہمیشہ کرتے رہنا۔ اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ و خیرات و اعمال صالحات، کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا۔ بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) اس پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا۔ آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں، قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کے ادا میں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی قرض رہ گیا ہو تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا۔ حج نہ کیا ہو تو خود ان کی طرف سے حج کرنا یا حجِ بدل کرانا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا ہو تو اسے ادا کرنا۔ نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا، **وعلٰی ھذا القیاس** ہر طرح ان کی برات ذمہ میں جدوجہد کرنا۔

(۶) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو۔ مثلاً وہ نصف جائیداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی شخص کیلئے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ بے اجازت وارثان نافذ نہیں۔ مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشی پوری کرنے

کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں یا باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب تو وہ ہیں نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسا ہی پابند رہنا۔ جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح کے امور جائز میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لئے جانا' وہاں قرآن شریف ایسی آواز سے کہ وہ سنیں پڑھنا اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا۔ راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام وفاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کیے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں یا باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) اور سب میں سخت تر وعام تر ومدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں رنج نہ پہنچانا۔ ان کے سب اعمال کی ماں باپ کو خبر پہنچتی ہے۔ نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے دمکنے لگتا ہے۔ گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں ان کے قلب پر صدمہ پہنچتا ہے۔ ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ قبر میں بھی انہیں رنج دیا جائے۔ اللہ غفور رحیم' عزیز کریم جل جلالہ صدقہ اپنے حبیب رؤف ورحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے' گناہوں سے بچائے۔ ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور وسرور پہنچائے کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز۔ وہ غنی ہے اور ہم محتاج۔

حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل نعم المولٰی ونعم النصیر۔ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی علی الشفیع الرفیع الغفور الکریم الروف الرحیم سیدنا محمدوآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ امین الحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حق استخراج کیے ان میں سے بعض بقدر کفایت

ذکر کروں۔

حدیث ۱: کہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ نے خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی کیا یا رسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی کوئی طریقہ ان کے ساتھ نیکی کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں؟ فرمایا۔

نعم اربعة الصلاة عليهما والا ستغفار لهما وانفاذ عهد هما من بعد هما واكرام صديقهما وصلته الرحم التي لا رحم لك الامن قبلهما فهذا الذى بقى من برهما بعد موتهما.

ہاں چار باتیں ہیں ان پر نماز اور ان کے لئے دعائے مغفرت اور ان کی وصیت نافذ کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت اور جو رشتہ صرف انہی کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا۔ یہ وہ نیکی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے۔

رواه ابن النجار عن ابى اسيد الساعدى رضى الله تعالٰى عنه مع القصة ورواه البيهقى فى سننه رضى الله تعالٰى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لا يبقى للو لد من بر الوالد الااربع' الصلٰوة عليه والدعاء له وانفاذ عهده من بعده وصلة رحمه واكرام صديقه.

حدیث ۲: کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

استغفار الولد لا بيه بعد الموت من البر.

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

رواه ابن النجار عن ابى اسيد مالك بن زرارة رضى الله تعالٰى عنه.

حدیث: کہ حضور ﷺ فرماتے ہے۔

اذا ترك العبد الدعاء للوالدين فانه ينقطع عنه الرزق.

آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔

رواه الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالك رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

حدیث ۴و۵: کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

اذا تصدق احد کم بصدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولا ینقص من اجره شیئا۔

جب تم میں کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے ثواب سے کچھ نہ گھٹے گا۔

رواه الطبرانی فی اوسطه وابن عساکر عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما۔ ونحوه الدیلمی فی مسند الفردوس عن ماویة من حیدة القشیری رضی اللّٰہ تعالٰی عنه۔

حدیث ۶: کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ! میں اپنے باپ کی زندگی میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔ اب وہ مرگئے ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا۔

ان من البر بعد الموت ان تصلی لهما مع صلوتك وتصوم لهما مع صیامك۔ (رواه الدار قطنی)

بعد مرگ نیک سلوک یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے۔

یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفل نماز پڑھے یا روزے رکھے تک کچھ نفل نماز روزے ان کی طرف سے انہیں ثواب پہنچانے کو بھی بجالا یا نماز روزہ جو عمل نیک کرے ساتھ ہی انہیں بھی ثواب پہنچانے کی بھی نیت کر لے کہ انہیں بھی ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا۔

کمامر ولفظ مع یحتمل الوجهین بل هذا الصدقة بالنیته محیط۔

پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے۔

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیء

حدیث ۷: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من حج عن ولدیہ او قضی عنہما مغرما بعثہ اللہ یوم القیمۃ مع الابرار۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روز قیامت نیکوں کے ساتھ اٹھے۔

رواہ الطبرانی فی الأوسط والدار قطنی فی السنن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ

حدیث ۸: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اسی ہزار قرض تھے۔ وقت وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا۔

بع فیہا اموال عمر فان وفت والا فسل بنی عدی فان وفت والا فسل قریشا ولا تعد عنہم۔

میرے دین میں اوّل میرا مال بیچنا اگر کافی ہو جائے فبہا ورنہ میری قوم بنی عدی سے مانگنا اگر یوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا۔

پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا اضمنہا تم میرے قرض کی ضمانت کرلو۔ وہ ضامن ہو گئے اور امیر المومنین کے دفن سے پہلے اکابر انصار و مہاجرین کو گواہ کرلیا کہ وہ اسی ہزار مجھ پر ہیں۔ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وہ سارا قرض ادا فرمادیا۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات عن عثمان بن عروۃ ۔

حدیث ۹: قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ عنہا نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کر سکیں۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ فرمایا۔

نعم حجي عنها ارایت لو کان علی امك دین اکنت قاضية اقضوالله فالله احق بالوفاء۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہاں اس کی طرف سے حج کر۔ بھلا دیکھ تو اگر تیری ماں پر کوئی دین ہوتا تو تُو ادا کرتی یا نہیں یوں ہی خدا کا دین ادا کرو کہ وہ زیادہ ادا کا حق رکھتا ہے۔

حدیث ۱۰: کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

اذا حج الرجل عن والدیه تقیل منه ومنهما وابتشربه ارواحهما في السماء وکتب عنداللہ برا۔ رواہ الدار قطبنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے وہ حج اس کی طرف سے اور ان سب کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اوران کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

حدیث ۱۱: کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من حج عن ابیه اوعن امه فقد قضی عنه حجة وکان لو فضل عشر بحج۔

جو اپنی ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے اس کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔

رواہ الدار قطني عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

حدیث ۱۲: کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من حج عن والدیه بعد وفاتهما کتب اللہ اعتقا من النارو۔ کان للمحجوج عنهما اجر حجة تامة من غمر ان ینقص من اجورهما شيء۔ رواہ الاصبهانی فی الثواب والبیهقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو اپنے والدین کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلا کمی نہ ہو۔

حدیث ۱۳ : کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من برقسمهما وقضى دينهما ولم يستسب لهما كتب بار او ان كان عاقا في حياته ومن لم يبر قسمهما ويقض دينهما واستسب لهما كتب عاقا وان كان بارافي حياته. رواه الطبراني في الاوسط عن عبدالرحمٰن بن سمرة رضي الله تعالیٰ عنه.

جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم سچی کرے اور ان کا قرض اتارے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انہیں برا نہ کہلوائے۔ وہ والدین کے ساتھ نیکو کار لکھا جائے اگر چہ ان کی زندگی میں نافرمان تھا اور جو ان کی قسم پوری نہ کرے اور ان کا قرض نہ اتارے اور ان کے والدین کو برا کہہ کر انہیں برا کہلوائے۔ وہ عاق لکھا جائے اگر چہ ان کی حیات میں نیکو کار تھا۔

حدیث ۱۴ : کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من زار قبر ابويه او احدهما في كل يوم جمعة مرة غفر الله له وكتب برا. رواه الامام الترمذى العارف بالله الحكيم في نوادر الاصول عن ابى هريرة رضي الله تعالیٰ عنه

جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے۔

حدیث ۱۵ : کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من زار قبر والديه او احدهما يو م الجمعة فقرء عنده يس غفرله. رواه ابن عدى عن الصديق الاكبر رضي الله تعالیٰ عنه

جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے اور اس کے پاس یٰسین

پڑھے بخش دیا جائے۔

وفی لفظ من زار قبر والدیه او احدهما فی کل جمعة فقرء عنده یٰسن غفر اللّٰه له بعدد کل حرف منها.

جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے' وہاں یٰسین پڑھے' یٰسین شریف میں جتنے حرف ہیں ان سب کی گنتی کے برابر اللہ اس کے لئے مغفرتیں فرمائیں۔

رواه هو الخلیلی وابو شیخ والدیلمی وبن النجار والرفعی وغیرهم عن ام المومنین الصدیقة عن ابیها الصدیق الاکبر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم.

حدیث ۱۶ : کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من زار قبر ابویه اواحدهما احتسابه کان کعدل حجة مبرورة من کان زوار الهما زارت الملئکة قبره.

جو بہ نیت ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارت قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے۔ اور جو بکثرت ان کی زیارت قبر کیا کرتا ہو' فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں۔

رواه الامام الترمذی الحکیم وابن عدی عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما.

امام ابن الجوزی محدث کتاب عیون الحکایات میں بسند خود محمد ابن العباس وراق سے روایت فرماتے ہیں۔ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا۔ راہ میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ وہ جنگل درختاں مقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا۔ ان کے نیچے دفن کر کے بیٹا جہاں جاتا تھا چلا گیا۔ جب پلٹ کر آیا' اس منزل میں رات کو پہنچا۔ باپ کی قبر پر نہ گیا ناگاہ سنا کہ کوئی کہنے والا یہ اشعار کہہ رہا ہے۔

واتتك تطوی الدوم لیلا ولاتری	علیك اهل الدوم تتكلما
وبالدوم ثاولو ثویست مكانه	ومر باهل الدوم عاد فسلما

میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جن ان پیڑوں میں

ہے ان سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا۔ حالانکہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر تو اس کی جگہ ہوتا اور یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا۔ تیری قبر پر سلام کرتا۔

حدیث ۱۷ : کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

من احب ان یصل اباہ فی قبرہ فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ۔

رواہ ابویعلی وابن حبان عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔

جو چاہے کہ باپ کی قبر پر اس کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں، دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے۔

حدیث ۱۸ : کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من البران تصل صدیق ابیك۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

باپ کے ساتھ نیکوکاری سے یہ ہے کہ تو اس کے دوست سے اچھا برتاؤ رکھے۔

حدیث ۱۹ : کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

ان ابرار البران یصل الرجل اهل ذی ابیه ان یولی الاب رواہ الائمۃ احمد والبخاری فی ادب المفرد ومسلم فی صحیحہ وابوداؤد والترمذی عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

بے شک باپ کے ساتھ نیکوکاریوں سے بڑھ کر یہ نیکوکاری ہے کہ آدمی باپ کے پیٹھ دینے کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر رہتا ہے۔

حدیث ۲۰ : کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

احفظ ودابیك لاتقطعه فیطفئی اللّٰہ نورك

اپنے باپ کی دوستی نگاہ رکھ اسے قطع نہ کرنا کہ اللہ تیرا نور بجھا دے گا۔

رواہ البخاری فی الادب المفرد و الطبرانی فی الاوسط والبیھقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔

حدیث ۲۱ : کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللّٰہ تعالٰی وتعرض

علی الانبیاء وعلی الاباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم وتزداد وجوھھم بیاضا واشراقا فاتقوا اللّٰہ ولاتو ذوا اموا تکم۔ رواہ الامام الحکیم عن والد عبدالعزیز رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

ہر دوشنبہ و پنج شنبہ کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو۔ وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی وتابش بڑھ جاتے ہے تو اللہ سے ڈرو اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ۔

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات ووجود کے سبب ہیں۔ تو جو کچھ نعمتیں دینی ودنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت وکمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے۔ تو صرف ماں یا باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش ہونے' ان کی کوششیں' اس کے آرام کیلئے ان کی تکلیفیں' خصوصاً پیٹ میں رکھنے' پیدا ہونے' دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ جل وعلٰی ورسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت ورحمت کے مظہر ہیں۔ لہٰذا قرآن عظیم میں جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ۔

ان اشکرلی ولوالدیك۔

حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

حدیث میں ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت کا ٹکڑا ان پر ڈالا جاتا کباب ہوجاتا۔ چھ میل تک اپنی ماں کو گردن پر سوار کرکے لے گیا ہوں۔ کیا اب میں اس کے حق سے ادا ہوگیا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لعلہ ان یکون بطلقة واحدة رواہ الطبرانی فی الاوسط عن بریدة رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید یہ ان میں ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین برحمتك یاارحم الراحمین۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ امین والحمد للّٰہ ربّ العلمین ۔

کــــتـــــبــــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا۔ اس مسئلہ میں کہ ایک دعا قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو۔ شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد وقل کے تکبیر کہہ کر دعا قنوت اس کو نہیں آتی ہے۔ پس اس کی نماز وتر صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ وہ اگر ہر روز سجدہ سہو کر لیا کرے تو نماز وتر اس کی صحیح ہو جایا کرے گی؟ جواب عام فہم عطا فرمایئے۔ **بینوا مفصلاتوجروا کثیرا ۔**

الجواب: نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں' نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا۔ دعا قنوت اگر یاد نہیں تو یاد کرنی چاہیئے کہ خاص اس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے رب! دے ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے۔

پڑھ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ ہو تو اللھم اغفرلی۔ تین بار کہہ لیا کرے۔ یہ بھی نہ آئے تو صرف یارب تین بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا۔ رہا یہ کہ قل ھواللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہو یا نہیں کہ اتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثنا ہے اور ہر ثنا دعا ہے۔

بل قال العلامۃ القاری لغیرہ من العلماء کل دعاء ذکر وکل

ذکر دعاء وقد قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد للّٰہ رواہ الترمذی وحسنہ النسائی وابن ماجۃ ابن حبان الحاکم وصححہ عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما ھذا والیحرر واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

بلکہ کہا علامہ قاری وغیرہ نے علماء میں سے ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے۔ تحقیق فرمایا نبی ﷺ نے افضل دعا الحمد للہ ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے اور حسن کہا یہ اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے۔ اسے یاد رکھ اور محفوظ رکھ۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: ۱۹ ربیع الاخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ کن کیا اڑانا جائز ہے یا نہیں۔ اس کی ڈور لوٹنا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کی ڈور لوٹی سے کپڑا اسلوا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کن کیا اڑنا لہو لعب ہے اور لہو نا جائز ہے۔ حدیث میں ہے۔

کل لھو المسلم حرام الا فی ثلث

مسلم کیلئے کھیل کی چیزیں سوائے تین چیزوں کے سب حرام ہیں۔

ڈور لوٹنا نُہبیٰ ہے اور نُہبیٰ حرام ہے۔

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عن النھبی۔

رسول اللہ ﷺ نے لوٹنے سے منع فرمایا۔

لوٹی ہوئی ڈور کا مالک اگر معلوم ہو تو فرض ہے اسے دے دی جائے۔ اگر نہ دی اور بغیر اس کی اجازت کے اس سے کپڑا اسیا تو اس کپڑے کا پہننا حرام ہے۔ اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا پھیرنا واجب ہے۔

للاشتمال علی المحرم کالصلوٰۃ فی الارض مغصوبۃ

بوجہ شامل ہونے کے حرام پر جیسے ارض مغصوبہ پر نماز۔

اگر مالک نہ ہو تو وہ لقطہ ہے یعنی پڑی پائی چیز۔ واجب ہے کہ اسے مشہور کیا جائے یہاں تک کہ مالک کے ملنے کی امید قطع ہو۔ اس وقت اگر یہ شخص غنی ہے تو فقیر کو دے دے۔ فقیر ہے تو اپنے صرف میں لاسکتا ہے پھر جب مالک ظاہر ہو اور فقیر کے صرف میں آنے پر راضی نہ ہو تو اپنے پاس سے اس کا تاوان دینا ہوگا۔ کما ھو معروف فی الفقه من حکم اللقطة واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل میں کہ کتا پالنا جائز ہے یا نہیں؟ کبوتر پالنا بلا اڑانے کے وبٹیر بازی ومرغ بازی وشکرا باز پالنا اور ان کا شکار پکڑوانا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: شکرا و باز پالنا درست ہے، ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے۔ لقولہ تعالٰی وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ ۔ الاية ۔ یہ ضرور ہے کہ شکار غذا یا دوا یا کسی نفع کی غرض سے ہو۔ محض تفریح ولہو ولعب نہ ہو۔ ورنہ حرام ہے۔ یہ گنہگار ہوگا۔ اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جب کہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہوا حلال ہو جائے گا۔

فان حرمته الارسال بنية الاھولا ینافی کونه ذکاۃ شرعیة کمن سمی اللّٰه تعالٰی وضرب الغنم من قفاہ حرم الفعل وحل الاکل۔

پس تحقیق کھیل کی نیت سے چھوڑنے کی حرمت اس یک ذبح شرعی ہونے کے منافی نہیں۔ جیسے کوئی اللہ تعالٰی کا نام لے اور بھیڑ کو اس کی گدی کی طرف سے مارا۔ فعل حرام ہے اور کھانا حلال ہے۔

بٹیر بازی' مرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں' لال لڑاتے ہیں' یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں' ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلاوجہ بے زبانوں کی ایذا ہے۔ حدیث میں ہے۔

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم عن التحریش بین البھائم اخرجه ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما وقال الترمذی حسن صحیح۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے لڑانے سے منع فرمایا۔

کبوتر پالنا جب کہ خالی بہلانے کیلئے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مودی نہ ہو جائز ہے۔ اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمان عورت پر نگاہ پڑے' یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑیں کسی کی آنکھ پھوڑیں۔ یا پرائے کبوتر پکڑے یا ان کا دم بڑھانے اور اپنا تماشا ہونے کیلئے دن دن بھر انہیں بھوکا اڑائے۔ جب اترنا چاہیں نہ اترنے دے تو ایسا پالنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے۔

ویکرہ (یکرہ امسك الحمامات) ولو فی برجھا (ان کان یضربا لناس) بنظر اوجلب (فان کان یطیرھا فوق السطح مطلقا علی عورات المسلمین ویکسرز جاجات الناس برمیة تلك الحمامات عزرو منع اشد المنع فان لم یمتنع ذبحھا المحتسب) واما للاستناس فمباح باختصار۔

اور مکروہ ہے (مکروہ ہے بند رکھنا کبوتروں کا) اگرچہ ان کے برجوں میں ہو (اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو) اگر یہ ضرر بوجہ نظر کے ہو' یا دوسروں کے کبوتر کھینچنے سے۔ پس اگر چھت پر اڑاتا ہو جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہو اور کبوتروں کی کنکریوں سے لوگوں کے شیشے ٹوٹتے ہوں تو اڑانے والے پر تعزیر کی جائے گی۔ اور سختی سے منع کیا جائے گا۔ اگر نہ رکے تو کوتوال انہیں ذبح کر دے۔ اگر اڑانے کیلئے نہ ہوں بلکہ صرف کبوتروں کے ساتھ انس کی وجہ سے تو یہ مباح ہے۔ اھ باختصار۔

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

دخلت النار امراۃ فی ھرۃ ربطھا فلم تطعمھا تاکل من خشاش الارض۔

ایک عورت دوزخ میں گئی۔ ایک بلی کے سبب کہ اسے باندھ رکھا تھا نہ آپ کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کے چوزے وغیرہ کھالیتی۔

ابن حبان کی حدیث میں ہے۔ فھی تنھشر قبلھا ودبرھا ۔(وہ بلی دوزخ میں اس عورت پر مسلط کی گئی ہے کہ اس کا آگا پیچھا دانتوں سے نوچ رہی ہے)

ایک حدیث میں حکم ہے کہ جو جانور پالو دن میں ستر بار اسے دانہ پانی دکھاؤ۔ نہ کہ گھنٹوں پہروں بھوکا' پیاسا رکھو اور نیچے آنا چاہے تو آنے نہ دو۔ علماء فرماتے ہیں جانور پر ظلم کافر ذمی پر ظلم سے سخت تر ہے اور کافر ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے۔ کمافی در المختار وغیرہ اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

الظلم ظلمات یوم القیمۃ — ظلم ظلمتیں ہوگا قیامت کے دن

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ — سن لو! اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر

کتا پالنا حرام ہے۔ جس گھر میں کتا ہو اس میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

لاتدخل الملئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ رواہ احمد والشیخان الترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من اقتنی کلبا الاکلب مشیۃ اوضار یانقص من عملہ کل یوم قیراطان۔ رواہ احمد والشیخان والترمذی النسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو کتا پالے مگر گلے کا کتا یا شکار۔ روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں۔ (ان قیراطوں کی مقدار اللہ و رسول جانیں جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم)

تو صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے۔ ایک شکار جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیح کیلئے شکار کی حاجت ہو نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کیلئے پالا جائے جہاں حفاظت کی سچی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں، یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں۔ غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں۔ آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلے نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کتے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ ہو گئے ہیں۔ بہت سا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے۔ ابھی جان باقی ہے۔ پس اس کو ذبح کر کے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مسلمان یا کتابی عاقل نے کہ احرام میں نہ ہو۔ بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کیلئے چھوڑ دیا کرے، خود نہ کھانے لگے، غیر حرم کے حلال جانور وحشی پر جو اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنے بچاؤ پر قادر تھا چھوڑا۔ اور کتا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا۔ یا اس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہوا بیچ میں اور طرف مشغول، یا غافل نہ ہو گیا۔ اس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا۔ ایسا مجروح کر دیا کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبوح میں ہوتی ہے کہ کچھ دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور

کتے کے چھوڑنے میں کوئی کافر مجوسی یا بت پرست یا ملحد یا مرتد جیسے آج کل کے اکثر نصاریٰ اور رافضی اور عام نیچری وغیرہ ہم خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتابی کے سوا کوئی شریک نہ تھا۔ نہ شکار کے قتل میں کتے کی شرکت کسی دوسرے کتے نا تعلیم یافتہ یا سگ نیچری یا اور کسی نئے جانور کے جس کا شکار نا جائز ہو۔ چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پانے تک اسی طرح متوجہ رہا۔ بیچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا تو وہ جانور بے ذبح حلال ہو گیا۔ ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مر جائے تو حرام ہو جائے گا۔ ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہو جائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار ہے۔

(الصیدمبح بخمسة عشر شرطا) خمسة فی الصائدو هو ان یکون من اهل الذکاة وان یوجد منه الارسال وان لایشارکه فی الارسال من لایحل صیده وان لایترك التسمية عامدا او ان لایشتغل بین الارسال والا خذبعمل اخرو خمسة فی الکلب ان یکون معلما وان یذهب علی سنن الارسال وان لایشارکه فی الاخذ مالا یحل صیده وان یقتله جرحا وان لا یاکل منه وخمسة فی الصید ان لایکون من الحشرات وان لایکون عن نبات الماء الا السمك وان یمنع نفسه بجناحیه اوقوائمه وان لایکون متقوتا بنابه او بمخلبه وان یموت بهذا قبل ان یصل الی ذبحه اه قلت ومعنی قوله ان یموت ای حقیقة او حکما بان لا یبقی فیه حیاة فوق المذبوح کما نص علیه فی الدرو صححه المحشی۔

شکار پندرہ شرطوں کے ساتھ مباح ہے پانچ شرطیں شکار میں ہوں گی وہ یہ ہیں کہ (۱) شکار ذبح کا اہل ہو (۲) شکاری جانور اسی نے چھوڑا ہو (۳) اور اس کے اس فعل میں کوئی ایسا آدمی شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہ ہو (۴) جان بوجھ کر بسم اللہ ترک نہ کی ہو (۵) شکاری جانور چھوڑنے اور پکڑنے کے درمیان کسی اور فعل

میں مشغول نہ ہوا ہو۔ اور پانچ شرطیں کتے میں ہیں۔(۱) کتا سیکھا ہوا ہو (۲) اور چھوڑنے کے بعد سیدھا شکار ہی کی طرف گیا ہو (۳) شکار پکڑنے میں کوئی ایسا کتا شریک نہ ہوا ہو جس کا شکار حلال نہ ہو (۴) شکار کو زخمی کر کے قتل کرے (۵) اس سے کتا خود نہ کھائے۔ پانچ شرطیں شکار میں ہیں۔(۱) حشرات الارض میں سے نہ ہو (۲) مچھلی کے علاوہ کوئی آبی جانور نہ ہو (۳) وہ جانور اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہو (۴) وہ جانور اپنے پنجے یا ڈاڑھ کے ساتھ غذا نہ حاصل کرتا ہو (۵) اور شکاری کے ذبح کرنے سے پہلے ہی مر گیا ہو۔ میں نے کہا ہے قول اس کا کہ مر جائے یعنی حقیقتاً مر جائے یا حکماً یعنی اس میں اتنی ہی زندگی باقی ہو جتنی مذبوح جانور میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ در میں اس کی تصریح ہے محشی نے اسے ترجیح دی ہے۔

انہیں میں ہے۔

شرط كون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان كان صيدا فصيد الحرم لاتحله الذكاة مطلقا (اوكتابيا ولومجنونا) اھ در ملخلصا المرا دبه المعتوه كما في العناية عن النهاية لان المجنون لاقصدله ولا نية لان التسمية شرط بالنص وهي بالقصد وصحة القصد بما ذكرنا يعني قوله اذا كان يعقل التسمية الذبيحة ويضبط اھ

شرط ہونے ذابح کی مسلم، غیر محرم، خارج حرم اگر ہو شکار۔ پس حرم کے شکار کا ذبح کرنا جائز نہیں مطلقاً (ذابح یا کتابی ہو اگرچہ مجنون ہو) ھ۔ در ملخصا۔ مجنون سے مراد ضعیف العقل ہے۔ جیسا کہ عنایہ میں ہے۔ نہایہ سے۔ کیونکہ مجنون کا تو قصد اور نیت ہی نہیں ہوتی چونکہ بسم اللہ شرط ذبح ہے نص کے ساتھ اور وہ قصد کے ساتھ ہو سکتی ہے اور صحت قصد ساتھ اس کے ہے جس کا ہم ذکر کیا ہے۔ یعنی قول اس کا جس وقت سمجھتا ہو بسم اللہ اور ذبح کو اور یاد رکھتا ہو۔

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے۔ اگر ہنوز مذبوح

سے زیادہ زندگی باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے۔ اس کے دانت جسم میں پیوستہ ہو جانا وجہ ممانعت نہیں ہوسکتا۔ قرآن عظیم نے اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کئے نہ ہوگا اور زخمی جبھی ہوگا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کر کے اندر داخل ہوں۔ اور یہ خیال کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے' شکار کے بدن کو نجس کرے گا دو وجہ سے غلط ہے۔ اولاً شکار حالت غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہو جاتا ہے۔

والذافرق جمع من العلماء فی اخذه طرف الثواب ملاطفا فینجس اوغضبان فلا۔

اوراسی لئے علماء کی ایک جماعت نے فرق کیا بیچ پکڑنے کتے کے کنارہ کپڑے کا پیار سے اور غضب سے بصورت اوّل کپڑا نجس ہوگا۔ ثانی صورت میں پاک رہے گا۔

ثانیاً اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا' وہ کب پاک ہے جب اس سے طہارت حاصل ہوگی۔ اس سے بھی ہو جائے گی۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صورت میں کہ نمازی کے آگے گزرنے والا گنہگار ہوتا یا نہیں؟ اس کی نماز میں تو کوئی خلل نہیں ہوتا؟ نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزر کرنا نہ چاہئے؟

الجواب: نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار تک قبلہ نکلنا جائز نہیں۔ جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر یعنی جہاں سجدہ میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک

نہ ہوتو جہاں جما ہے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے۔ جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجود ہے۔ اس کے اندر نکلنا حرام ہے اوراس سے باہر جائز درمختار میں ہے۔

مرورمار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجوده فی الاصح اومروره بین یدیه الی حائط القبله فی بیت مسجد صغیر فانه کبقعة واحدة۔

گزرنا گزرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد میں اس کے سجدہ کی جگہ سے بیچ اصح روایت کے یا گزرنا اس کا اس کے آگے سے قبلہ کی سمت والی دیوار تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کیونکہ وہ ایک جگہ کی طرح ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

قوله بموضع سجوده ای من موضع قدمه الی موضع سجوده کما فی الدر رو هذا مع القیود التی بعده انما هو للاثم والافالفساد منتف مطلقا قوله فی الاصح صححه التمر تاشی وصاحب البدائع واختاره فخر الاسلام ورجحه فی النهاية والفتح انه قدر مايقع بصره علی الماء لو صلی بخشوع ای رامیا ببصره الی موضع سجوده اه مختصرا۔

اس کا کہنا بموضع سجودہ یعنی اس کے قدموں کی جگہ سے لے کر سجدہ کی جگہ تک۔ جیسا کہ درر میں ہے یہ اور اس کے بعد والی قیود صرف گزرنے والے کا گناہ ظاہر کرنے کیلئے ہیں۔ رہی نماز تو وہ مطلقاً فاسد نہیں ہوتی۔ اس کا قول فی لاصح صحیح کہا ہے۔ اس کو تمرتاشی اور صاحب بدائع نے اور پسند کیا۔ اس کو فخر اسلام نے اور ترجیح دی اس کو نہایہ اور فتح میں تحقیق اس کا اندازہ یہ ہے کہ جہاں تک اس کی نگاہ گزرنے والے پر پڑے۔ اگر خشوع کے ساتھ نماز پڑھے یعنی اپنی نگاہ جائے سجدہ پر رکھنے والا ہو۔ مختصراً۔

منحۃ الخالق میں تجنیس سے ہے۔

الصحیح مقدار منتهی بصره وهو موضع سجوده قال ابونصر

مقدار مابين الصف الاول وبين مقام الامر وهذا عين الاول ولكن لعبارة اخرى او فيما قرانا على شيخنا منهاج الائمة رحمه الله تعالٰى ان يمر بحيث يقع بصره وهو يصلى صلوٰة الخاشعين وهذه العبارة اوضح۔

صحیح مقدار حد نگاہ اس کی اور وہ اس کی جائے سجدہ ہے۔ ابونصر نے کہا ہے اس کی مقدار اتنی مسافت جتنی امام صف اوّل کے درمیان ہوتی ہے۔ اور یہ بعینہ پہلی بات ہے عبارت اور ہے۔ یا یہ اس کے جو پڑھی ہم نے اپنے شیخ منہاج رحمۃ اللہ علیہ پر یہ کہ گزرے جہاں کہ نمازی کی نگاہ پڑتی ہو۔ جب کہ وہ خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو۔ یہ عبارت پہلی سے زیادہ واضح ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

فانظر كيف جعل الكل قولا واحدا وانما الاختلاف فى العبارة لا فى المعنى۔

پس دیکھ کس طرح کیا ہے۔ اس نے تمام کو ایک قول اور اختلاف صرف عبارت میں ہے معنی میں نہیں ہے۔

نیز ردالمحتار میں ہے۔

(قوله فى بيت) ظاهره ولو كبيرا فى القهستانى وينبغى ان يدخل فيه اى فى حكم المسجد الصغير الدار و البيت

(اس کا یہ کہنا کہ گھر میں) اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ گھر اگرچہ بڑا ہو۔ قہستانی میں ہے اور لائق ہے کہ داخل ہوں چھوٹی مسجد میں حویلی اور گھر۔

رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے؟ فاضل قہستانی نے کہا کہ چھوٹی مسجد کہ چالیس گز مکسر سے کم ہو۔

فى ردالمحتار مسجد صغير هو اقل من ستين ذراعا و قيل من اربعين وهو المختار كما اشار اليه فى الجواهر

ردالمحتار میں ہے چھوٹی مسجد وہ ہے جو ساٹھ گز سے کم ہو اور کہا گیا ہے چالیس سے

اور بھی مقرر ہے۔ جیسا کہ اشارہ کیا اس کی طرف جواہر میں۔

اقول یہاں گز سے گز مساحت مراد ہونا چاہئے

لانہ الالیق بالممسوحات کما قال الامام قاضی خان فی الماء

فھٰھنا ھو المصیر اولیٰ۔

کیونکہ وہی زیادہ لائق ہے پیمائش کردہ چیزوں کے ساتھ جیسا کہ کہا ہے قاضی خان نے پانی کے بارہ میں۔ پس یہاں بطریق اولی وہی متعین ہے۔

گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے۔ ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے۔ کما بیناہ فی بعض فتاونا تو اس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چون (۵۴) گز سات گرہ اور گرہ کا نواں حصہ ہوا۔ کما لایخفی علی المحاسب تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چون (۵۴) گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوئی۔ ساڑھے چون گز مکسر مسجد کبیر۔ یہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے ان کا اتباع کیا۔

اقول مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکورہ کو عبارت جواہر سے گزرا۔ عبارت جواہر الفتاوٰی در بارہ دار ہے نہ دربار مسجد۔ مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے۔ جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے۔ باقی تمام مساجد اگر چہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز۔ کما بیناہ فی فتاونا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

تـــــمـــــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھے ہیں اور ایک شخص نے آ کر کہا السلام علیکم۔ اس کے جواب میں انہوں نے جواب دیا۔ ''آداب عرض'' یا ''تسلیمات'' یا ''بندگی'' یا ایک شخص نے اپنا ہاتھ ماتھے تک اٹھا دیا اور منہ سے کچھ جواب نہ دیا۔

پس فرض کفایہ اشخاص مذکورہ کے ذمہ سے اس صورت میں اٹھ گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نہ۔ اور سب گنہگار رہے جب تک ان میں کوئی وعلیکم السلام یا علیک یا السلام علیکم نہ کہے۔ کہ الفاظ مذکورہ بندگی' آداب' تسلیمات وغیرہ الفاظ سلام سے نہیں اور صرف ہاتھ اٹھا دینا کوئی چیز نہیں۔ جب تک اس ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔ ردالمحتار میں ظہیریہ سے ہے۔

لفظ السلام فی المواضع کلها السلام علیکم وبالتنوین وبدون کما هذین یقول الجهال لایکون سلاما اه اقوال فلا یکون جوابا لان جواب السلام لیس الابالسلام اما وحده اوبزیادة الرحمة والبرکات لقوله تعالٰی اذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها اوردوها ومعلوم ان ماختر عوامن الالفاظ او الا جتزاء بالایماء اما ان یکون تحیة اولا علی الثانی عین الثانی عدم براء ة الذمة ظاهر لان الموبه التحیة وعلی الاول لیس عین الثانی عدم براء ة الذمة ظاهر لان المامور به التحیة وعلی الاول لیس عین السلام وهو ظاهر ولا احسن منه فان المخترع لایمکن ان یکون احسن من الموارد فخرج عن کلاالو جهین وبقی الواجب الکفائی علی کل عین۔

سلام کا لفظ تمام مواضع میں السلام علیکم یا ساتھ تنوین کے اور ان دونوں کے علاوہ جیسے جاہل کہتے ہیں سلام نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں پس نہ ہوگا جواب کیونکہ جواب اسلام کا یا تو اکیلے سلام کے ساتھ ہوگا یا ساتھ زیادتی رحمت اور برکات کے بوجہ فرمان اللہ تعالٰی کے اور جب سلام دیئے جاؤ تم ساتھ سلام کے پس سلام دو تم ساتھ اچھے سلام کے اس سے یا وہی لوٹا دو۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جو ان لوگوں نے اختراع کئے ہیں الفاظ ہوں یا اشارات یا تو یہ سلام ہوں گے یا نہ ہوں۔ بصورت ثانی بری الذمہ نہ ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ مامور بہ سلام ہے اور بصورت اوّل یہ اختراعات نہ تو عین سلام ہیں اور نہ اس سے اچھے کیونکہ مخترعات واردفی

الشرع سے اچھے نہیں ہو سکتے۔ پس دونوں وجہوں سے خارج ہو گیا اور واجب کفائی ہر ایک کے ذمہ میں باقی رہا۔

مرقاۃ شریف میں ہے۔

قدصح بالا حادیث المتواترة معنی ان السلام باللفظ سنة وجوابه واجب کذلك۔

احادیث متواترہ معنی کے ساتھ صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ سلام ساتھ لفظ کے سنت ہے اور جواب اس کا واجب ہے اسی طرح۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہے۔

لیس منا من تشبه بغیرنا لاتشبھوا بالیھو وولا بالنصاری فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصاری الاشارۃ بالاکیف رواہ الترمذی عن عبداللّٰہ ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما وقال اسنادہ ضعیف قال العلمة القاری لعل وجھه انه عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدہ وقد تقدم الخلاف فیه وان المعتمد ان سندہ حسن لا سیما وقد اسندہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابن عمرو فارتفع النزاع وزال الاشکال اھ۔

ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے غیروں کی شکل بنے۔ نہ یہود سے مشابہت پیدا کرو نہ نصاریٰ سے کہ یہود کا سلام انگلی سے اشارہ ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی سے اشارہ روایت کیا۔ اس کو ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور کہا ہے اسناد اس کی ضعیف ہے۔ کہا ہے علامہ علی قاری نے شاید وجہ اس کی تحقیق وہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے اور تحقیق اس بارہ میں اختلاف پہلے گزر چکا ہے اور اس بارہ میں قابل اعتماد بات یہ ہے کہ یہ سند حسن ہے۔ خصوصاً جب کہ سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث ابن عمرو کی سند سے بیان کی ہے۔ پس نزاع اٹھ گئی اور اشکال زائل ہو گیا۔ اہجری۔

اقول رحمہ اللّٰہ مولانا القاری انما احاله الامام السیوطی علیت

يعني الترمذي فيضم يرتفع النزاع ويزول الاشكال ثم ليس تضعيف الترمذي لماظن فان الجمهور ومنهم الترمذي على الاحتجاج بعمرو بن شعيب وبرواية عن ابيه عن جده بل التوجه انه من رواية ابن لهيعة انه يقول الترمذي حدثنا قتيبة ابن لهيعة عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فذكره قال الترمذي هذا حديث اسناده ضعيف وروى ابن المبارك هذا الحديث عن ابن لهيعة فلم يرفعه اه وقد قال في كتاب النكاح باب ماجاء في من يتزوج المراة ثم يطلقها قبل ان يدخل بها لحديث رواه بعين السند هذا حديث لايصح ابن لهيعة يضعف في الحديث اه مختصرا وكذا ضعفه في غير هذا المحل فاليه يشير ههنا نعم الاظهر عندي ان حديث ابن لهيعة لاينزل عن الحسن وقد صرح المناوي في التيسير ان حديثه حسن۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم کرے سیوطی نے تو اس حدیث کا حوالہ یعنی ترمذی دیا ہے۔ پس ضم کیا یرتفع النزاع ویزول الاشکال۔ پھر نہیں تضعیف۔ ترمذی کی جیسا گمان کیا اس نے کیونکہ جمہور علماء جن میں ترمذی بھی شامل ہیں اس بات پر ہیں کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ تحقیق فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے احتجاج جائز ہے بلکہ وجہ ضعف یہ ہے۔ وہ روایت ابن لہیعہ سے ہے۔ ترمذی فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ بن امیہ نے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بے شک فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے پس ذکر کیا اس کو۔ کہا ہے ترمذی نے اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور روایت کیا ابن مبارک نے اس حدیث کو ابن لہیعہ سے پس اس کا رفع نہیں کیا اھ اور تحقیق کہا ہے کتاب النکاح میں باب اس کا جو آیا بیچ اس کے جو نکاح کرے عورت سے پھر طلاق دے اس کو پہلے اس کے کہ دخول کرے ساتھ اس کے واسطے حدیث کے جو عین اسی سند سے روایت

کی ہے۔ یہ حدیث صحیح نہیں ابن لہیعہ حدیث میں ضعیف کیا گیا ہے اور اسی طرح اسے کئی جگہوں پر اس کے علاوہ بھی ضعیف کیا ہے۔ پس اسی کی طرح یہاں اشارہ کرتے ہیں۔ ہاں اظہر میرے نزدیک یہ ہے ابن لہیعہ کی حدیث حسن سے کم درجہ نہیں اور مناوی نے تیسیر میں تصریح کی ہے اس کے حسن کے ساتھ۔

ہاں لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی ہوت مضائقہ نہیں۔

اخرج لاترمذی قال حدثنا سویدنا عبداللّٰہ بن المبارک ناعبد الحمید بهرام انه سمع شهر ابن خوشب یقول سمعت اسماء بنت یزید تحدث ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مرفی المسجد یوما وعصبة من النساء قعود فالوی بیده بالتسلیم واشار عبدالحمید بیده هذا حدیث حسن الخ قال الامام النووی وهو محمول علی انه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم جمع بین اللفظ والاشارة ویدل علی هذا ان ابا داؤد روی هذا الحدیث وقال فی روایة فسلم علینا اه قال العلامة القاری بعد نقله قلت علی تقدیر عدم تلفظه علیه الصلوٰة والسلام بالسلام لامحذور فیه لانه ماشرع السلام علی من مرعلی جماعة من النسوان وان ما عنه علیه الصلوٰة والسلام مما تقدم من اسلام المصرح فهو من خصوصیاته علیه الصلوٰة والسلام فله ان یسلم وان لا یسلم وان یشیر ولا یشیر علی انه قدیر ادبالا شارة مجرد التواضع من غیر قصد السلام الخ۔

حدیث بیان کی ترمذی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سوید نے ان سے عبداللہ مبارک نے ان سے عبدالحمید بہرام نے تحقیق۔ انہوں نے سنا شہر بن خوشب سے وہ فرماتے ہیں۔ میں نے اسماء بنت یزید کو یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد سے گزرے اور عورتوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا اور عبدالحمید نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

یہ حدیث حسن ہے۔ الخ۔ امام نووی نے کہا یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ جناب نبی کریم ﷺ نے جمع کیا۔ درمیان لفظ اور اشارہ کے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی۔ اس میں یہ بھی ہے پس سلام کیا جناب نبی علیہ السلام پر اھ۔ علامہ ملا علی قاری نے اس کے نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ میں نے کہا ہے بر تقدیر یر عدم تلفظ بالسلام کے بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ عورتوں کی جماعت پر گزرنے والے پر عورتوں کا سلام کرنا مشروع ہی نہیں باقی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلام کرنا۔ تو یہ جناب کے خصوصیات میں سے ہے پس آپ کو اختیار تھا کہ سلام کرتے یا نہ کرتے اشارہ کرتے یا نہ کرتے۔ علاوہ ازیں بعض دفعہ اشارہ سے ارادہ سلام کا نہیں ہوتا بلکہ محض تواضع مراد ہوتی ہے آخر تک۔

اقول مبنی کله علی انه لم یرد السلام ولا یظهر فرق بین ماذکرا ولا وما زاد فی العلاوة سوی انه ذکر فیها للاشارة محملا وهو التواضع وهذه شاهدة الواقعة سیدتنا اسماء رضی اللّٰه تعالٰی عنها شاهدة بانه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فان لم یحمل علی التلفظ لزم ان تکون نفسی الاشارة تسلیما وهو معلوم الانتفاء من الشرع فوجب الحمل علی الجمع تامل لعل لکلامه محملا لست احصه واللّٰه سبحنهٗ وتعالٰی اعلم وعلمه وجل مجدہ اتم واحکم۔

میں کہتا ہوں اس تمام تقریر کا مدار اس بات پر ہے کہ سلام وارد نہیں ہوا اور ان کے پہلے بیان میں لفظ علاوہ کے بعد کے بیان میں کوئی خاص فرق نہیں سوائے اس کے کہ اس میں اشارہ کا ایک محل بیان کر دیا ہے یعنی تواضع اور اس واقعہ کی گواہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا گواہی دیتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کیا ہے۔ پس اگر اس کو تلفظ سلام پر حمل نہ کریں تو پھر اشارہ کو سلام ماننا پڑے گا۔ اور اشارہ کا سلام نہ ہونا شروع میں ثابت ہو چکا ہے۔ پس واجب ہے حمل کرنا اس کا اوپر جمع بین الاشارہ والتلفظ کے۔ غور کر شاید ان کے کلام کا ایسا محمل ہے جسے میں

نہیں سمجھ سکا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بعالی خدمت امام اہل سنت مجدد دین وملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا۔ بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے۔ میں چلا گیا۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں۔ چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں۔ ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔ یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں۔ کیا اس فعل سے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے؟ اور یہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

الجواب: ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں کا ہے۔ قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کے گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو۔ نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا ان کیلئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا تو نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے

بجانے لہذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔

كما قالوا فی سائل قوی مرة سوی ان الاخذ والمعطی اثمان لانهم لولو يعطوا لما فعلوا فكان العطاء هو الباعث لهم علی الاهستر سال فی التكدی والسوال وهذا كله ظهر علی من عرف القواعد الكريمة الشرعية بالله التوفيق۔

جسے کہا ہے فقہانے اس سائل کے بارے میں جو طاقتور تندرست ہو کہ ایسا خیرات لینے والا اور ایسے کو دینے والا دونوں گنہگار ہیں۔ کیونکہ دینے والے اگر نہ دیں تو وہ بھی گداگری کا مذموم کاروبار نہ کریں۔ پس ان کی عطا ان کی گداگری کا باعث بنی اور یہ سب قواعد شرعیہ جاننے والے پر ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے توفیق۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

من دعا الی هدی كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلك من اجورهم شيئا ومن دعا الی ضلالة كان عليه من الاثم مثل اثام من تابعه لاينقص ذالك من اثامهم شنند

جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں ان سب کے برابر ثواب پائے اور ان سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف راہ نہ پائے۔

رواه الائمة احمد ومسلم والاربعة عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه۔

باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ از اں جملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

ليكونن فی امتی اقوام يستحلون الحرو الحرير والخمر والمعازف حديث صحيح جليل متصل وقدا خرجه ايضا احمد

وابوداؤد و ابن ماجة والاسمعيلي وابونعيم باسانيد صحيحة لا مطعن فيها وصححه جماعة اخرون من الائمة كما قاله بعض الحفاظ قاله الامام ابن حجر في كف الرعاع۔

ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔

بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادبدبست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں۔ کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے۔ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے۔ یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں۔ اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلہ عالیہ چشت قدست اسرارھم کے سر دھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔ حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان اولیاء رحمۃ اللہ علیہ وعنہم وفنا بہم فوائد الفواد شریف فرماتے ہیں۔

"مزامیر حرام است"

مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کے زمانہ مبارکہ میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ "کشف القناع عن اصول السماع" تحریر فرمایا۔ اس میں صاف ارشاد فرمادیا کہ:

اما سماع مشائخنا رضي الله عنهم فبرئ عن هذه التهمة وهو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من كمال صنعة الله تعالیٰ۔

ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے۔ وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر

دیتے ہیں۔

للہ انصاف! اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا یا آج کل کے مدعیان خامکار کی تہمت بے بنیاد ظاہرۃ الفساد۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پرنور شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر وخلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چند ایں چیز می باید تا سماع مباح می شود مسمع ومستمع ومسموع آلہ سماع مسمع یعنی گویندہ مرد تمام باشد کودک نباشد وعورت نباشد مستمع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نباشد ومسموع آنچہ بگویند فحش ومسخرگی نباشد وآلہ سماع مزامیر ست چوں چنگ ورباب ومثل آں می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ چند شرائط ہوں تو سماع مباح ہوگا۔ کچھ شرطیں سنانے والے میں کچھ سننے والے میں کچھ اس کلام میں جو سنائی جائے۔ کچھ آلہ سماع میں یعنی سنانے والا کامل مرد ہو چھوٹا لڑکا نہ ہو اور عورت نہ ہو۔ سننے والا یاد خدا سے غافل نہ ہو اور جو کلام پڑھی جائے فحش اور تمسخرانہ انداز کی نہ ہو۔ اور آلات سماع یعنی مزامیر جیسے سارنگی اور رباب وغیرہ۔ چاہے کہ ان چیزوں میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ اس طرح کا سماع حلال ہے۔

مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرور سردار سلسلہ عالیہ چشت سلطان اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے؟

نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے۔

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ درین روزھا بعضے از درویشان آستانہ در مجمعے کہ چنگ ورباب ومزامیر بود رقص کردند۔ فرمود نیکو نکردہ اند آنچہ نامشروع ست نا پسندیدہ بایشان گفتند کہ شماچہ کردید در آں مجمع مزامیر بود سماع چگونہ شنیدید ورقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ماچناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ اینجا مزامیر است یانہ حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید۔

ایک آدمی نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی کہ ان ایام میں بعض آستانہ دار درویشوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ ورباب اور دیگر مزامیر تھے رقص کیا۔ فرمایا نہوں نے اچھا کام نہیں کیا جو چیز شرع میں ناجائز ہے ناپسندیدہ ہے۔ اس کے بعد ایک نے کہا۔ جب یہ جماعت اس مقام سے باہر آئی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا۔ وہاں تو مزامیر تھے تم نے سماع کس طرح سنا اور رقص کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس طرح سماع میں مستغرق تھے کہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہوا کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا یہ جواب کچھ نہیں اس طرح تو تمام گناہوں کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہیں اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی۔ کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے۔ شراب پئے اور کہہ دے شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبہ حال کے سبب ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی اسی میں ہے۔

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیان نباشد ودریں باب بسیار غلو کردتا

بحدیکہ گفت اگر امام راسہو افتد مرد تسبیح اعلام کند وزن سبحان اللہ نگوید زیرا کہ نشاید آواز آں شنودن پس پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست نزند کہ آں بلہوی ماند تا ایں غایت از ملاہی وامثال آں پرہیز آمدہ است۔ پس در سماع بطریق اولیٰ کہ ازیں بابت نباشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولیٰ منع است اھ باختصار۔

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے منع کر رکھا ہے کہ مزامیر اور دیگر محرمات درمیان نہ ہوں اور اس بات میں آپ نے بہت مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ فرمایا اگر امام نماز میں بھول جائے مرد تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کرے اور عورت سبحان اللہ نہ کہے۔ کیونکہ اس کو اپنی آواز سنانا نہ چاہیے۔ پس ایک ہاتھ ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر نہ مارے کہ اس طرح یہ کھیل ہوگا۔ بلکہ ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے جب یہاں تک لہو ولعب کی چیزوں اور ان کی طرح چیزوں سے پرہیز آئی ہے تو سماع میں مزامیر بطریق اولیٰ منع ہیں۔

مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت للہ انصاف کیسا خبط بے ربط ہے۔ اللہ اتباع شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین الہ الحق آمین۔ بجاہہم عندک آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔ کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی ہے۔ واللہ الہادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چومنا ناخنوں کا

وقت لینے نام پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کے جیسے کہ اذان یا خطبہ میں جس وقت نام پاک آنحضرت ﷺ کا آتا ہے چومتے ہیں۔ازروئے شرع جائز یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اذان میں نام اقدس حضور سید عالم ﷺ سن کر ناخن چوم کر آنکھوں سے لگانے کو علماء نے مستحب فرمایا۔ردالمحتار میں ہے۔

یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة صلی الله علیك یا رسول الله وعند الثانیة منها قرت عینی بك یارسول الله ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یکون قائد اله الی الجنة کذافی کنز العباداه قهستانی ونحوه فی الفتاوی الصوفیه۔

یعنی مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشهد ان محمدرسول الله سنے صلی الله علیك یارسول الله کہ اور جب دوبارہ سنے قرت عینی بك یارسول الله ۔یعنی میری آنکھ حضور سے ٹھنڈی ہوئی یارسول اللہ۔پھر کہے اللهم متعنی بالسمع والبصر۔الٰہی مجھے شنوائی اور بینائی سے بہرہ مند فرما اور یہ کہنا انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو۔نبی ﷺ اپنی رکاب اقدس میں اسے جنت میں لے جائیں گے۔ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔یہ مضمون جامع الرموز علامہ قہستانی کا ہے اور اسی کے مانند فتاوی صوفیہ میں ہے۔

فقیر نے اس مسئلہ میں ایک مبسوط کتاب ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' لکھی جس نے مانعین کے تمام شبہات بحمد اللہ تعالیٰ رفع کئے اور علوم حدیث کے متعلق بکثرت افادے دیئے مگر خطبے میں نہ چاہئے کہ وہاں محض خاموشی کا حکم ہے۔کما بیناه فی فتاونا والله سبحنه وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چراغ جلانا مزارات اولیاء کرام پر اور روشنی کرنا بزرگان دین کی قبور پر جائز ہے یا نہیں؟ چادریں چڑھانا بزرگوں کی زیارتوں پر مع باجہ کے جیسا کہ آج کل فی زمانہ دستور ہے کہ ہر جمعرات کر چراغ جلاتے ہیں چادریں رنگین سبز سرخ مع باجہ کے لاتے اور چڑھاتے ہیں۔ جو اشیاء کہ شیرینی یا چاول وغیرہ لاتے ہیں ان کی قبروں پر رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں۔ پس یہ از روئے قرآن وحدیث درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اقول وباللہ التوفیق اصل یہ ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ رسول ﷺ فرماتے ہیں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات اور جو کام دینی فائدے اور دینوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو عبث ہے۔ عبث خود مکروہ ہے۔ اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ قال اللہ تعالٰی وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۔ اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا بلاشبہ محبوب شارع ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ (رواہ مسلم عن جابر) — تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچائے تو پہنچائے

اور معظمات دینی کی تعظیم قطعاً مطلوب ہے۔ قال اللہ تعالٰی۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ○ — جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہیں۔

وقال اللہ تعالٰی۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ — جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اس کے رب کے پاس۔

قبور اولیاء کرام وعباد اللہ الصالحین بلکہ عام مقابر مومنین ضرور مستحق ادب وتکریم ہیں۔ ولہٰذا ان پر بیٹھنا ممنوع، چلنا ممنوع، پاؤں رکھنا ممنوع، یہاں تک کہ ان سے تکیہ لگانا ممنوع۔ امام احمد وحاکم طبرانی مسند مستدرک کبیر میں عمارہ بن خرم رضی اللہ عنہ سے بسند حسن راوی۔

وانی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا علی قبر

فقال یا صاحب القبر انزال من القبر لاتوذی صاحب القبر ولایوذیک

رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا۔ فرمایا او قبر والے! قبر پر سے اتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

امام احمد کی روایت یوں ہے۔

لان امشی علی جمرۃ اوسیف او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم۔ رواہ ابن ماجۃ عن عتبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید

یہ کہ میں آگ یا تلوار پر چلوں یا اپنا جوتا اپنے پاؤں سے گانٹھوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔

یہ پانچ اصول شرعیہ ہیں۔ مسائل مسئولہ کی صور مختلفہ کے احکام انہیں اصول پر مبنی ہیں۔ قبر پر چراغ جلانے سے اگر اس کے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا تو مطلقاً ممنوع ہے۔ اولیاء کرام کے مزارات میں اور زیادہ ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی و گستاخی اور حق میت میں تصرف و دست اندازی ہے۔ قینہ وغیرہا میں امام علاترجمانی سے ہے۔ **باثم بوط القبور لان سقف القبر حق المیت۔** حدیث **والمتخذین علیہا المساجد والسرج۔** کی حقیقت یہی ہے۔ **علی القبر** کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ خاص قبر پر ہو۔ والہذا کنارہ قبر میں مسجد بنانا ہرگز ممنوع نہیں بلکہ مزار بندہ صالح سے تبرک مقصود ہو تو محمود ہے مجمع بحار الانوار میں ہے۔

من اتخذ مسجد جوار صالح او صلی فی مقبرۃ قاصدابہ الاستظہا ربروحہ او وصول اثر من اثار اوتہ الیہ لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج وفیہ الایری ان مرقد اسمٰعیل علیہ الصلٰوۃ والسلام فی الحجر المسجد الحرام والصلٰوۃ فیہ افضل۔

یعنی جو کسی نیک بندے کے قریب مزار میں مسجد بنائے یا مقبرہ میں اس ارادہ سے ——

نماز پڑھے کہ میت کی روح سے استمداد کرے یا اپنی عبادات کا اثر برکات اس تک پہنچانا چاہئے نہ یہ کہ نماز میں اس طرف منہ کرے یا نماز سے اس کی تعظیم کا قصد رکھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیا نہیں دیکھتے کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک خود مسجد الحرام شریف میں حطیم مبارک ہے۔ پھر اس میں نماز تمام مساجد سے افضل ہے۔

یہ اس تقدیر پر ہے کہ حدیث مذکور کی صحت مان لی جائے۔ والافلیہ باذام ضعیف وان حسنہ الترمذی فقد عرف رحمہ اللہ تعالیٰ بالتساھل فیہ کما بیناہ فی مدارج طبقات الحدیث۔

اور اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے بیٹھا نہ وہ قبر سرراہ واقع ہے نہ کسی معظم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے۔ غرض کسی منفعت و مصلحت کی امید نہیں تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے کہ جب مطلقاً فائدے سے خالی ہو۔ اسراف ہوا اور بحکم اصل دوم ناجائز ٹھہرا۔ خصوصاً جب کہ اس کے ساتھ یہ جاہلانہ زعم ہو کہ میت کو اس چراغ سے روشنی پہنچے گی ورنہ اندھیرے میں رہے گا۔ کہ اب اسراف کے ساتھ اعتقاد بھی فاسد ہوا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر وہاں مسجد ہے یا تلیان قرآن یا ذاکران رحمٰن کیلئے روشن کریں یا قبر سرراہ ہو اور نیت یہ کی جائے کہ گزرنے والے دیکھیں اور سلام و ایصال ثواب سے خود بھی نفع پائیں اور میت کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ یا وہ مزار ولی یا عالم دین کا ہے روشنی سے نگاہ عوام میں اس کا ادب وجلال پیدا کرنا مقصود ہے تو ہرگز ممنوع نہیں۔ بلکہ بحکم چار اصول باقیہ مذکورہ مستحب و مندوب ہے۔ بشرطیکہ حد افراط پر نہ ہو۔ مجمع البحار میں ہے۔

ان کان ثم مسجد اوغیرہ ینتفع فیہ للتلاوۃ والذکر فلاباس بالسراج فیہ۔

اگر وہاں مسجد وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اس چراغ سے نفع ہوتا ہو تلاوت اور ذکر کیلئے تو چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدس حدیقہ ندیہ میں فرماتے

ہیں۔

ھذا کلہ اذا خلامن فائدۃ واما اذاکان موضع القبور مسجدا او علی طریق اوکان ھناك احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من محققین تعظیما لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انہ ولی لیتبرکوابہ یدعوا اللّٰہ تعالیٰ عندہ فیستجاب لھم فھو امر جائز لامنع منہ والا اعمال بالنیات۔

یعنی قبور میں شمعیں روشن کرنے کی ممانعت صرف اس حالت میں ہے کہ نفع سے بالکل خالی ہو ورنہ اگر موضع قبور میں مسجد ہو یا قبر راہگذر پر ہے یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہے۔اس کی روح مبارک اس کی خاک بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر اس کی تعظیم کے لئے شمعیں روشن کیں تا کہ لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے۔اس سے برکت حاصل کریں اوراس کے پاس اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ جائز بات ہے جس سے اصلاً ممانعت نہیں اور کام نیتوں پر ہے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ طوالع النور فی حکم السرج علی القبور۔میں اس مسئلہ اللہ کو روشن تر لکھا و باللہ التوفیق۔انہیں اصول سے مزارات اولیائے کرام پر چادر ڈالنے کا بھی جواز ثابت ہے۔عوام میں قبور عامہ مسلمین کی حرمت باقی نہ رہی۔آنکھوں دیکھا ہے کہ بے تکلف ناپاک جوتے پہنے قبور مسلمین پر دوڑے پھرتے ہیں اور دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ یہ کسی عزیز کی خاک عزیز زیر پا ہے۔یا کبھی ہمیں بھی یونہی خاک میں سونا ہے۔بارہا دیکھا کہ جہاں قبروں میں بیٹھ کر جوا کھیلتے، فحش بکتے، قہقہے لگاتے ہیں اور بعض کی یہ جرأت کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

لہٰذا دردمندان دین نے ادھر مزارات اولیاء کرام کو ان جرأتوں سے محفوظ رکھنے ادھر جاہلوں کو ان کے ساتھ گستاخی کی آفت عظیم سے بچانے کیلئے مصلحت و حاجت شرعیہ سمجھی۔

کہ مزارات طیبہ عام قبور سے ممتاز رہیں تا کہ عوام کی نظر میں ہیبت وعظمت پیدا ہو اور بے باکانہ برتاؤ کر کے ہلاکت میں پڑنے سے باز رہیں۔ اس سے کم حاجت کے باعث علماء نے مصحف شریف کو سونے وغیرہ سے مزین کرنا مستحسن سمجھا ہے۔ ظاہر بین اسی ظاہری زینت سے جھکتے ہیں اور غور کیجئے تو پوشش کعبہ معظمہ میں بھی ایک بڑی حکمت یہی ہے تو یہاں کہ نہ فقط قلت تعظیم بلکہ معاذ اللہ ان شدید بے حرمتیوں کا اندیشہ تھا۔ چادر ڈالنے روشنی کرنے امتیاز دینے قلوب عوام میں وقعت لانے کی سخت حاجت ہوئی۔ اب اس سے منع کرنے والے یا تو سخت کج فہم وجاہل اور حالت زمانہ سے نرے فاغل ہیں۔ یا وہی بے ادب محروم ہیں جن کے قلوب میں عظمت اولیاء سے خار ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین ۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ مذکورہ میں ان مسائل کو آیت کریمہ ذلك ادنی ان یعرفن فلایوذین سے استنباط کیا ہے وللہ الحمد۔

سیدی علامہ محمد ابن عابدین شامی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں کشف النور عن اصحاب القبور تصنیف امام علامہ سیدی نابلسی قدس سرہ ونفعنا اللہ ببرکاتہ سے نقل فرماتے ہیں۔

لکن نحن الان نقول ان کان القصد بذالك التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقرو اصاحب هذا البقر الذی وضعت علیه الثیاب والعمائم لجلب الخشوع والادب ولقلوب الغافلین الزائرین لان قلوبهم نافرة عند الحضور فی التأدب بین یدی اولیاء الله تعالٰی المدفونین فی تلك القبور کما ذکرنا من حضور روحانیتم المبارکة عند قبورهم فهو امر جائز لا ینبغی النهی عنه لان الاعمال بالنیات ولکل امری مانوی۔

لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہو تا کہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں اور تا کہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع وادب آئے کہ مزارات اولیاء کے حضور حاضری میں ان کے دل ادب کے لئے نرم نہیں ہوتے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس

اولیاءکرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے۔جس سے ممانعت نہ چاہئے اس لئے کہ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔

چادروں کے سبز وسرخ ہونے میں بھی حرج نہیں بلکہ ریشمی ہونا بھی روا کہ وہ پہننا نہیں البتہ باجے ناجائز ہیں۔ جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔ بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کیلئے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو خدام مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدیق ہوگیا۔

فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا تو ویسا ہی منع ہے جیسا چراغ پر رکھ کر جلانا۔ اگر قبر سے جدا رکھیں تو حرج نہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

مسئلہ: ۶ جمادی الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیین شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض شخص اس طرح نام رکھتے ہیں۔ تاج الدین، محی الدین، نظام الدین، علی جان، نبی جان، محمد جان، محمد نبی، محمد یاسین، محمد طٰہٰ، غفور الدین، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی، ہدایت علی۔

پس اس طرح کے نام رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں ہدایت علی نام رکھنا جائز بتایا ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر بے شمار درودیں۔ یہ الفاظ کریمہ حضور پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں افضل صلوات اللہ واجل تسلیمات اللہ علیہ وعلی الـــہ۔ دوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں کہ ان میں حقیقتاً ادعائے نبوت نہ ہونا مسلم ورنہ خالص کفر ہوتا۔ مگر صورت ادعا ضرور ہے اور وہ بھی یقیناً حرام محظور ہے۔ یہ زعم کہ اعلام میں

معنی اوّل ملحوظ نہیں ہوتے نہ شرعاً مسلم نہ عرفاً مقبول۔

معنی اوّل مراد نہ ہونے میں شک نہیں مگر نظر سے محض ساقط ہونا بھی غلط ہے۔ احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے بکثرت اسماء جن کے معنی اصلی کے لحاظ سے کوئی برائی تھی تبدیل فرما دیئے۔ جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح

نبی ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ برے نام کو بدل دیتے۔

سنن ابوداؤد میں ہے نبی ﷺ نے عاصی وعزیز وعتلہ وشیطان وحکم وغراب وحباب وشہاب نام تبدیل فرما دیئے۔ قال ترکت اسنیدھا للاختصار احرم کا نام بدل کر زرعہ رکھا۔

رواہ عن اسامۃ بن اخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا۔ رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

برہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا۔

لا تزکوا انفسکم اللہ اعلم باھل البر منکم۔ رواہ مسلم عن زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ بتاؤ۔ خدا خوب جانتا ہے کہ تم میں نیکوکار کون ہے۔ (برہ کے معنی تھے زن نیکوکار۔ اسے خودستائی بتا کر تبدیل فرمایا) اور ارشاد فرماتے ہیں۔

انکم تدعون یوم القیٰمہ باسمآئکم واسمآء ابآئکم فاحسنوا اسمآء کم رواہ احمد وابوداؤد عن ابی الدراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند جید۔

بے شک تم روز قیامت اپنے اور اپنے والدوں کے نام سے پکارے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے رکھو۔

اگر اصلی معنی بالکل ساقط النظر ہیں تو فلانا نام اچھا برا ہونے کے کیا معنی اور تبدیل کی کیا وجہ اور خودستائی کہاں مسمی پر دلادت کرنے میں سب یکساں۔ معہذا انہیں لوگوں سے

پوچھ دیکھے کیا اپنی اولاد کا نام شیطان ملعون، رافضی، خبیث، خوک وغیرہ رکھنا گوارا کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ تو قطعاً معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے پھر کس منہ سے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو نبی کہتے کہلواتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اپنا یا اپنے بیٹے کا رسول اللہ، خاتم النبیین یا سید المرسلین نام رکھنا روا رکھے گا؟ حاشا وکلا۔ پھر محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد کیونکر روا ہو گیا؟ یہاں تک کہ بعض خدانا ترسوں کا نام نبی اللہ سنا ہے۔ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ کیا رسالت وختم نبوت کا ادعا حرام ہے اور نری نبوت کا حلال؟ مسلمان پر لازم ہے کہ ایسے ناموں کو تبدیل کر دیں۔

ہیچ پسند و خرد جاں فروز
تاج شے برسر کفش دوز

عجب نہیں کہ ایسی علیل تاویل، ذلیل تخیل والے شدہ شدہ اللہ ربّ العالمین نام رکھنے لگیں کہ آخر علم میں اصلی معنی تو ملحوظ نہیں۔ والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔

یونہی نبی جان نام رکھنا نامناسب ہے۔ اگر جان ایک کلمہ جداگانہ بنظر محبت زیادہ کیا ہوا جانیں۔ جیسا کہ غالب یہی ہے جب تو ظاہر کہ ظاہر ادعائے نبوت ہوا۔ اگر ترکیب مقلوب سمجھیں یعنی جان نبی تو یہ تزکیہ وخودستائی میں برہ سے ہزار درجہ زائد ہوا۔ نبی ﷺ نے اسے پسند نہ فرمایا یہ کیونکر پسند ہو سکتا ہے؟ یہاں تبدیل میں کچھ بہت حرج بھی نہیں۔ ایک بڑھانے میں گناہ سے بچ جائے گا اور اچھا خاصہ جائز نام پائے گا۔ محمد نبیہ، احمد نبیہ، نبیہ احمد۔ نبیہ جان کہا اور لکھا کیجئے۔ نبیہ بمعنی بیدار وہوشیار ہے۔

یونہی یٰسین وطٰہٰ نام رکھنا منع ہے کہ وہ اسمائے الٰہیہ واسمائے مصطفیٰ ﷺ سے ایسے نام ہیں۔ جن کے معنی معلوم نہیں۔ کیا عجب کہ ان کے معنی وہ ہوں جو غیر خدا اور رسول میں صادق نہ آ سکیں تو ان سے احتراز لازم۔ جس طرح نامعلوم المعنی رقیہ منتر جائز نہیں ہوتا کہ مبادا کسی شرک وضلال پر مشتمل ہو۔ امام ابوبکر ابن العربی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔

روی اشهب عن مالك لايتسمى احد يسين لانه اسم الله تعالىٰ وهو كلام بديع وذٰلك ان العبد يجوزله ان يسمى باسم الرب

اذا كان فيه معنى منه كعالم وقادرو انما منع مالك من التسمية بهذا الاسم لانه من الاسماء التي لايدرى مامعنا ها فربما كان ذلك معنى ينفردبه الرب تعالٰى فلا ينبغي ان يقدم عليه من لايعرف لما فيه من الخطر فاقتضى النظر المنع منه۔

اشہب نے مالک سے روایت کیا کوئی ایک یٰسین نام نہ رکھے کیونکہ وہ اللہ تعالٰی کا نام ہے اور وہ بدیع کلام ہے۔ اور یہ بات یوں ہے کہ بندہ کیلئے جائز ہے کہ نام رکھے ساتھ نام ربّ تعالٰی کے جب کہ اس میں سے معنی اس کے اندر پائے جائیں۔ جیسے عالم قادر اور مالک نے اس نام سے منع اس لئے کیا ہے کہ یہ ایسے ناموں سے ہے جن کے معانی معلوم نہیں ہیں۔ غالبًا اس کا معنی ایسا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالٰی منفرد ہیں۔ پس جسے پہچانتا نہ ہو اس کو اس پر اقدام نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ اس میں خطرہ ہے پس اس کے نظری ہونے کا تقاضا منع ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں۔ وھو كلام نفيس فقیر نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

قد كان ظهر لى المنع عنه لعين هذا المعنى لكن نظرا الى انه اسم النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم ولاندرى معناه فلعل له معنى لا يصح في غيره صلى الله تعالٰى عليه وسلم الخ ولعل هذا اولى وما تقدم لان كونه اسم النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم اظهر واشهر فلا يكون له معنى ينفرد به الرب عزوجل وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ

بعینہ یہی حال اسم طٰہٰ ہے۔ والبيان البيان والدليل الدليل ۔ لفظ پاک محمد ان میں شامل کر دینا ممانعت کی تلافی نہ کرے گا کہ یٰسین وطٰہٰ اب بھی نامعلوم المعنی ہی رہے۔ اگر وہ معنی مخصوص بذات اقدس ہوئے تو محمد ملانا ایسا ہوگا کہ کسی کا نام رسول اللہ نہ رکھا۔ محمد رسول اللہ رکھا۔ یہ کب حلال ہوسکتا ہے؟ وھٰذا كله ظاهر جدا۔

یونہی غفور الدین بھی سخت قبیح و شنیع ہے۔ غفور کے معنی مٹانے والا چھپانے والا اللہ

عزوجل غفور ذنوب ہے۔ یعنی اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے ذنوب مٹاتا عیوب چھپاتا ہے۔ تو غفور الدین کے معنی ہوئے دین کا مٹانے والا۔ یہ ایسا ہوا جیسے شیطان نام رکھتا جسے نبی ﷺ نے تبدیل فرما دیا۔ ہاں دین پوش، تقیہ کوش۔ یہ ایسا ہوا جیسے رافضی نام رکھنا۔ بہر حال شدید شناعت پر مشتمل ہے۔ اس سے تو عاصیہ نام بہت ہلکا تھا جسے نبی ﷺ نے تغیر فرمایا کہ معاصی کا عرفاً اطلاق اعمال تک ہے اور دین پوشی کی بلا ملت وعقائد پر۔ والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔ حدیث میں ہے الفال موکل بالمنطق۔ بعض برے ناموں کی تبدیل کا یہی منشا تھا کما ارشد الیہ غیرما حدیث ملا علی قاری مرقاۃ میں نقل فرماتے ہیں۔

ان الاسماء تنزل من السماء

نام آسمان سے اترتے ہیں۔

یعنی غالبا۔ اسم ومسمی میں کوئی مناسب غیب سے ملحوظ ہوتی ہے۔ اہل تجربہ نے کہا ہے۔

مزن فال بد کا ردر وحال بد

اللھم احفظنا وارحمنا۔ فقیر نے بچشم خود ایسے قبیح ناموں کو سخت برا اثر پڑتے دیکھا ہے۔ بھلے چنگے سنی صورت کو آخر عمر میں دین پوش، ناحق کوش ہوتے پایا ہے۔

نسال اللہ العفو والعافیۃ اللھم یاقدیر یارحمن یا رحیم یاعزیز یا غفور صل وسلم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وثبتنا علی دینك الحق الذی ارتضیتہ لا نبیائك ورسلك وملائکتك حتی نلقاك بہ سو عافنا من البلاء والبلوی والفتن ظھر منھا وما بطن وصل وسلم وبارك علی سیدنا محمد والہ اجمعین وارحم عجزنا وفاقتنا بھم یا ارحم الراحمین امین۔ والصلوۃ والسلام علی اشفیع الکریم والہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ ربّ العلمین امین۔

اور ایک سخت آفت یہ ہوتی ہے کہ ایسے قبیح نام والے اپنے نام کے ساتھ حسب

رواج نام پاک محمد ملا کر لکھتے۔ کہتے اور اسی کی اوروں سے طمع رکھتے ہیں۔ اگر کوئی خالی ان کا نام بے نام اقدس لکھے تو گویا اپنی حقارت جانتے اور آدھا نام لینا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسے برے معنی کے ساتھ اس نام پاک کا ملانا خود اس نام کریم کے ساتھ گستاخی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رہے کہ ان امور کی طرف اسی کو التفات و تنبہ عطا فرماتے ہیں جسے ایمان وادب سے حصہ وافیہ بخشتے ہیں وللہ الحمد۔

اس بنا پر فقیر کبھی جائز نہیں رکھتا کہ کلب علی، کلب حسن، کلب حسین، غلام حسن، غلام حسین، غلام جیلانی وامثال ذلک اسماء کے ساتھ نام پاک ملا کر کہا جائے۔ اللھم ارزقنا حسن الادب ونجنا من مور ثات الغضب، امین۔

نظام الدین، محی الدین، تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین، نور الدین، فخر الدین، شمس الاسلام، محی الاسلام، بدر الاسلام وغیرہ ذالک۔ سب کو علماء کرام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ ممنوع رکھا۔ اکابر دین قدست اسرارہم کہ امثال اسلامی سے مشہور ہیں۔ یہ ان کے نام نہیں القاب ہیں کہ ان مقامات رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے توصیفا انہیں ان لقبوں سے یاد کیا۔ جیسے شمس الائمہ حلوائی فخر الاسلام بزودی، تاج الشریعۃ، صدر الشریعۃ، یونہی محی الحق والدین حضور پر نور سیدنا غوث اعظم۔ معین الحق والدین حضرت خواجہ غریب نواز۔ وارث النبی سلطان الہند حسن سنجری۔ شہاب الحق والدین عمر سہروردی، بہاؤ الحق والدین نقشبند، قطب الحق والدین بختیار حسن کاکی۔ شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود۔ نظام الحق والدین سلطان الاولیاء محبوب الٰہی محمد نصیر الحق والدین چراغ دہلوی محمود وغیرہ ہم۔ رحمتہ اللہ علیہ ونفعنا ببر کاتھم فی الدنیا والدین۔

حضور نور النور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا لقب پاک محی الدین خود روحانیت اسلام نے رکھا۔ جس کی روایت معروف ومشہور اور بہجۃ الاسرار شریف وغیرہ کتب ائمہ وعلماء میں مذکورہ۔ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ۔ فصول علامی میں ہے لایسمیه بما فیه تزکیه۔ ردالمحتار میں ہے۔

یوخذ من قوله ولا بما فیه تزکیة المنع عن نحو محی الدین

وشمس الدين مع ما فيه من الكذب والف بعض المالكية في المنع منه مولفا وصرح به القرطبي في شرح الاسماء الحسنى وانشد بعضهم فقال

(۱) اوى الدين يستحيى من الله ان يرى وهذا اله فخرو ذاك نصير۔ (۲) فقد كثرت في الدين القاب عصبت هم ما في مراعي المنكرات حمير۔ (۳) وانى اجل الدين عن عزوبهم واعلم ان الذنب فيه كبير۔ ونقل عن الامام النووى انه كان يكره من لقبه بمحى الدين ويقول لا اجعل من دعاني به في حل ومال الى ذلك العارف بالله تعالىٰ الشيخ سنان في كتابه تبيين المحارم واقام الطامة الكبرى على المتين بمثل ذلك وانه من التزكية المنهى عنها في القرآن ومن الكذب قال ونظيره مايقال للمدرسين بالتركي افندى وسلطانم ونحوه ثم قال فان قيل هذه مجازات صارت كالا علام فخرجت عن التزكية في۔ الجواب ان هذا يرده ما يشاهد من انه اذا نودى باسمه العلم وجد على مَن ناداه به فعلم ان التزكية باقية الخ۔

مصنف کے قول لابـمـافیـہ تزکیة سے معلوم ہوتا ہے منع مثل محی الدین وشمس الدین کے۔ علاوہ ازیں اس میں جھوٹ بھی ہے اور بعض مالکی علماء نے ایسے ناموں کے منع میں ایک کتاب لکھی ہے اور قرطبی نے اس کی تصریح کی ہے۔ شرح اسماء حسنیٰ میں اور بعض نے اس بارہ میں کچھ اشعار لکھے ہیں۔ پس کہا ہے ''میں دیکھتا ہوں دین کو کہ حیا کرتا ہے اللہ سے جو دکھایا جائے۔ حالانکہ یہ اس کیلئے فخر ہے اور یہ اسی کیلئے نصیر یعنی مددگار ہے۔ تحقیق بہت ہوئے دین میں القاب اس کے مددگاروں کے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو برائیوں کی رعایت میں گدھے ہیں اور تحقیق دین کی موت ان جیسے لوگوں کے ساتھ اس کی عزت میں ہے اور جان لے کہ اس میں گناہ بڑا ہے۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ محی الدین

کے ساتھ اپنے ملقب ہونے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص مجھے اس لقب کے ساتھ پکارے گا میں اسے معاف نہیں کروں گا اور اسی کی طرح مائل ہوئے۔ شیخ سنان اپنی کتاب تبیین المحارم اور اقام الطامۃ الکبری علی متین میں مثل اس کے اور یہ کہ تحقیق یہ تزکیہ ہے جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا ہے اور جھوٹ سے ہے اور کہ مثل اس کے کہا وہ جو کہا جاتا ہے واسطے مدرسین کے ترکی میں آفندی وسلطانم اور اس کی مثل پھر کہا پس اگر کہا جائے یہ مجازات ہیں جو اعلام کی طرح ہو گئے ہیں۔ پس تزکیہ سے نکل گئے پس جواب یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ اس بات کو رد کرتا ہے کیونکہ اگر ان اشخاص کو ان کے اسماء اعلام سے پکارا جائے تو پکارنے والے پر غصہ کریں گے۔ پس معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لئے باقی ہے۔ الخ۔

سترہ نام کہ سائل نہ پوچھے ان میں سے یہی دس ناجائز وممنوع ہیں۔ باقی سات میں حرج نہیں۔ علی جان، محمد جان کا جواز تو ظاہر ہے کہ اصل نام علی ومحمد ہے اور جان بنظر محبت زیادہ اور حدیث سے ثابت کہ محبوبان خدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے اسمائے طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے۔ جب کہ ان کے مخصوصات سے نہ ہو۔ حدیث میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں۔

تسموا باسماء الانبیاء۔ رواہ البخاری فی الادب المفردو ابوداؤد النسائی عن ابی وھب الجشمی ولہ تتمہ والبخاری فی التاریخ بلفظ سموا عن عبداللہ بن جراد رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ولہ تتمۃ اخری۔

اور محمد واحمد ناموں کے فضائل ہیں تو احادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں۔

حدیث ۱: صحیحین مسند احمد و جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

حدیث ۲: صحیحین وابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

حدیث ۳: معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی — میرے نام پر نام رکھواور میری کنیت نہ رکھو

حدیث ۴: ابن عساکر وحافظ حسین بن احمد بن عبداللہ بن بکیر حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من ولد له مولود فسماه محمدا حبالی وتبر کا بلسمی کان هو ومولوده فی الجنة — جس کے لڑکا پیدا ہواور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کیلئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملتہ والدین سیوطی فرماتے ہیں۔

هذا امثل حدیث ورد فی هذا الباب واسناده حسن۔ ونازعة تلمیذه الشامی بمارده العلامة الزرقانی فراجعه

جس قدر حدیثیں اس بات میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

حدیث ۵: حافظ ابوطاہر سلفی وحافظ ابن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے۔ حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ ربّ عزوجل فرمائے گا۔

ادخلا الجنة فانی الیت علی نفسی ان لایدخل النار من اسمه احمد ولا محمد۔

جنت میں جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

یعنی جب کہ مومن ہواور مومن عرف قرآن وحدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جوسنی صحیح العقیدہ ہو کما نص علیه الائمة فی التواضیح وغیرہ۔ ورنہ بدمذہبوں کیلئے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں۔ ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ بدمذہب اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر وطالب ثواب رہے۔ جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنم میں ڈالے۔ یہ حدیثیں دارقطنی وابن ماجہ وبیہقی وابن الجوزی وغیرہ ہم نے حضرت ابوامامہ وحذیفہ

واس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں اور فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں۔ تو محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں لے کئے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں، نہ کہ سید احمد خان کی طرح کفار جس کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک حرام ہے۔

حدیث ۶: ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ عنہما سے راوی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی لاعذبت احداتسمی باسمك فی النار۔

رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔

حدیث ۷: حافظ ابن بکیر امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

حدیث ۸: ویلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولیٰ علی فرماتے ہیں۔

حدیث ۹: ابن عدی کامل اور ابوسعید نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

ما اطعم طعام علی مائدۃ ولا جلس علیھا وفیھا اسمی الا وقدسوا کل یوم مرتین۔

جس دسترخوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور ان میں کوئی محمد نام کا ہو وہ لوگ ہر روز دوبار مقدس کئے جائیں۔

حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو دن میں دوبار اس مکان میں رحمت الٰہی کا نزول ہو۔ ولہٰذا حدیث امیر المومنین کے لفظ یہ ہیں۔

مامن مائدۃ وضعت فحضر علیھا من اسمہ احمد او محمد الاقدس اللہ ذٰلك المنزل کل یوم مرتین۔

حدیث ۱۰: ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسلاً راوی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

ماضر احدکم لو کان فی بیتہ محمد ومحمدان وثلثۃ۔

تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقہ میں صرف محمد نام رکھا۔ پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کیلئے عرف جدا مقرر کئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے یہاں پانچ محمد اب موجود ہیں۔ سلمهم الله تعالیٰ وعافاهم والی مدارج الکمال رقاهم۔ اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے۔ جعلهم الله لنا اجرا وذخرا وفرطا برحمة وبعزة اسم محمد عنده امين۔

حدیث ۱۱: طرائفی وابن الجوزی امیر المومنین مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

ما اجتمع قوم قط في مشورة وفيهم رجل اسمه محمد لم يدخلوه في مشورتهم الالم يبارك لهم فيه۔

جب کوئی قوم کسی مشورے کیلئے جمع ہوں اور ان میں کوئی شخص محمد نام ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کیلئے اس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔

حدیث ۱۲: طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

من ولد له ثلثة اولاد فلم يسم احدا منهم محمدا فقد جهل

جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔

حدیث ۱۳: حاکم وخطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

اذا سميتم الولد محمدا فاكرموه واوسعوا له في المجلس ولا تقبحوا له وجها

جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کیلئے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو۔ یا اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔

حدیث ۱۴: بزار مسند میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

اذا سمیتم محمدفلا تضربوہ ولا تحرموہ — جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم کرو۔

حدیث ۱۵: فتاویٰ امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابوشعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کی ہے۔

من ارادان یکون حمل زوجۃ ذکر افلیضع یدہ علی بطنھا ویقل ان کان ذکر افقد سمیتہ محمدفانہ یکون ذکرا۔

جو چاہے کہ اس عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہئے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے ان کان ذکر افقد سمیتہ محمدا اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ انشاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ماکان فی اھل بیت اسم محمدالا کثرت برکتہ ذکرہ المناوی فی شرح التیسیر تحت الحدیث العاشر والزرقانی فی شرح المواھب۔ — جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔

بہتر یہی ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے۔ اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انہیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام جن میں اسمائے محبوبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام سے ہو سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر غفراللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں ان ناموں پر ایک فتویٰ قدرے مفصل لکھا اور قرآن وحدیث اور خود پیشوایان وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ویطوف علیھم غلمان لھم کانھم لولو مکنون۔ — ان پر ان کے غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایقولن احدکم عبدی کلکم عبیداللہ ولکن لیقل غلامی ھذا

مختصر رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ

ہرگز تم میں کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ میرا بندہ۔ تم سب خدا کے بندے ہو۔ ہاں یوں کہے کہ میرا غلام۔

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن و حدیث میں بھرے ہوتے ہیں۔ خدا اور سول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں۔ والعیاذ باللّٰہ ربّ العٰلمین۔ مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے۔ اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا کہ غلام کے معنی حقیقی پسر ہیں۔ ولہٰذا عبید کو شفقتاً عربی میں غلام اردو میں چھوکرا کہتے ہیں۔ سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں۔

(ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتاتی) مراعاۃ لجانب الادب فی حق اللّٰہ تعالیٰ لانہ یقال عبداللّٰہ وامۃ اللّٰہ ولا یقال غلام اللّٰہ وجاریۃ اللّٰہ ولا فتی اللّٰہ ولافتاۃ اللّٰہ اھ باختصار۔

سبحان اللہ! یہ عجب شرک ہے جو خود حضرت عزت کیلئے روا نہیں بلکہ اس کے غیر ہی کے لئے خاص ہے۔ مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبان خدا کا نام ذرا اعزاز و تکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نہ منہ پھیلایا۔ پھر چاہے وہ بات خدا کیلئے خاص ہونا درکنار خدا کیلئے جائز بلکہ متصور ہی نہ ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ ان کے پیشوا نے تقویۃ الایمان میں قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا مورچھل جھلنا شرک بتادیا۔ اسے صاف صاف ان باتوں میں جو خدا نے اپنی تعظیم کیلئے خاص کی ہیں گنادیا۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ آخر نہ سنا کہ ان کے طائفہ مقلدان کے اب نئے پیشوا صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے ہیں۔

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم

خدا کی شان! غلام محمد، غلام علی، غلام حسن، غلام غوث تو معاذ اللہ شرک وحرام اور غلام آفتاب ہونا یوں جائز وبے ملام۔ حالانکہ ترجمہ کیجئے تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبدشمس، ہندی میں کفار ہنود کا نام سورج داس۔ زبانیں مختلف

ہیں اور حاصل ایک۔ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

ہدایت علی کا جواز بھی ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کہ محبوبان خدا کے نام سے جلتے ہیں۔ آج تک ان کے کبرا نے بھی اس مین کلام نہ کیا البتہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاوی جلد اوّل طبع اوّل صفحہ ۲۶۴ میں اس نام پر اعتراض دیکھا گیا۔ اوّل کلام میں تو صرف خلاف اولی ٹھہرایا تھا' آخر میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

استفتاء:

کسے نام خود هدایت علی می داشت بایهام اسمائے شرکیه تبدیل نمود وهدایت العلی نهاد شخصے برآں معترض شد که لفظ هدایت مشترك است بین معنیین اراة الطریق وایصال الی المطلوب وهکذا لفظ علی بغیر الف ولام مشترك است بین اسمائے الهیه وحضرت علی کرم الله وجهه مجیب گفت دریں صورت تائید من ست۔ چه هر گاه لفظ هدایت وعلی مشترك شد بین معینین پس چهار احتمال می شود یکے ازاں از هدایت معنی اوّل واز علی الله جل شأنه۔ دوم از هدایت معنی ثانی واز علی الله جل جلاله۔ سوم از هدایت معنی اوّل واز علی حضرت علی کرم الله وجهه۔ چهارم از هدایت معنی ثانی واز علی حضرت علی پس سه احتمال اوّل خالی از ممانعت شرعیه هستند۔ البته رابع خالی از ممنوعیت نیست چه در جمله اسمائے شرکیه مفهوم می شود۔ پس هراسم که دائره شود بین اسمائے شرکیه وعدمه احتراز ازاں لابدی ست بلکه واجب واگر کسے براسم متنازع فیه قیاس نموده بر عبدالله شرك ثابت کندیا علی گفتن ممانعت نماید قیاس او صحیح ست یانه بینوا

توجروا۔

کسی شخص کا نام ہدایت علی تھا۔ بوجہ وہم اسماء شرکیہ کے نام تبدیل کیا اور ہدایت العلی رکھ لیا۔ ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ ہدایت مشترک درمیان دو معنوں کے ہے۔ ایک معنی ہے راہ دکھانا اور دوسرا معنی ہے مطلوب تک پہنچانا۔ اور اسی طرح لفظ علی بغیر الف لام کے مشترک ہے۔ درمیان اسماء الٰہیہ کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے۔ مجیب نے کہا اس صورت میں میری تائید ہے کیونکہ جب لفظ ہدایت اور علی دو معنوں میں مشترک ہوئے پس چار احتمالات بنتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اوّل ہو اور علی سے اللہ جل شانہ دوسرا یہ کہ ہدایت سے مراد معنی ثانی اور علی سے مراد اللہ جل شانہ۔ تیسرا یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اوّل اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ چوتھا یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اوّل اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ پس پہلے تین احتمالات ممانعت شرعیہ سے خالی ہیں۔ البتہ چوتھا احتمال ممنوعیت سے خالی نہیں کیونکہ یہ اسماء شرکیہ کے زمرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ پس جو اسم دائر ہو درمیان شرکیہ اور غیر شرکیہ میں اس سے بچنا ضروری ہے۔ بلکہ واجب ہے۔ اگر کوئی آدمی اسم امتناز ع فیہ پر قیاس کرتا ہوا عبداللہ پر شرک ثابت کرے یا علی کہنے سے روکے تو کیا اس کا قیاس صحیح ہے یا نہ؟ بیان کرو اجر دیئے جاؤ گے۔ وہی ہے سیدھی راہ دکھانے والا۔

لفظ علی کہ از اسمائے الہیہ ست الف لام بران زائد می شود برائے تعظیم چنانچہ در الفضل والنعمان وغیرہ برلفظ علی کہ از اسمائے مرتضیٰ ست لام داخل نمی شود۔ بناء علیہ ھدایت العلی اولی ست از ھدایت علی چہ در اولی اشتباہ اضافت ھدایت بسوئے علی مرتضیٰ یست ودر صورت ثانیہ بسبب اشتراک لفظ ھدایت بحسب استعمال واشتراک لفظ علی اشتباہ امر ممنوع موجود ودر اسامی از ھمچو اسم کہ ایہام مضمون غیر مشروع ساز د احتراز لازم۔ بھمین سبب

علماء از تسمیہ عبدالنبی وغیرہ منع ساختہ اندو اما در عبداللہ وغیرہ پس ایہام از امر غیر مشروع نیست وھمچنیں دریا علی ھر گا مقصود ندائے پروردگار باشد نزاعی نیست۔ حررہ الحسنات عبدالحی۔

لفظ علی جو کہ اسمائے الٰہیہ سے ہے اس پر تعظیم کیلئے الف لام زائد ہوتا ہے۔ جیسا کہ الفضل اور النعمان وغیرہ لفظ علی جب کہ حضرت مرتضٰی کا نام ہو اس پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔ اس پر ہدایت العلی نام رکھنا بہتر ہے۔ کیونکہ ہدایت العلی نام رکھنے میں اشتباہ اضافت کا حضرت مرتضٰی کی طرف نہیں ہے اور ہدایت علی نام رکھنے میں بسبب اشتراک لفظ ہدایت کے باعتبار استعمال کے اور بوجہ اشتراک لفظ علی کے امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے اور ناموں میں ایسے نام جن سے ابہام مضمون غیر مشروع کا ہو بچنا لازم ہے۔ اسی لئے علماء نے عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے سے منع کیا ہے۔ لیکن عبداللہ وغیرہ پس ان میں غیر مشروع کا ابہام نہیں اور اسی طرح یاعلی کہنا جب کہ اس سے مقصود ندائے پروردگار ہو کوئی نزع نہیں۔

اقوال یہ جواب سخت عجب عجاب ہے۔ یتساوک ھزلا بل یساوی ھزلا۔

اولاً: اس تمام کلام مختل النظام کا معنی ہی سرے سے پادر ہوا ہے ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال ولو ضعیفا بعیدا۔ ایہام واحتمال میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں تبادر درکار ہے۔ ذہن میں اس معنی ممنوع کی طرح سبقت کرے نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے۔ تلخیص میں ہے۔

الایھام ان یطلق لفظ له معنیان قریب وبعید ویراد بالبعید۔

ایہام یہ ہے کہ ایک لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور بعید اور مراد بعید معنی ہو۔

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں۔

الایھام ویقال له التخییل ایضا وھو ان یذکر لفظ له معنیان قریب وغریب فاذا سمع الانسان سبق الی فھمه القریب ومراد

المتکلم الغریب واکثر المتشابھات من ھذا الجنس ومنہ قولہ تعالیٰ والسموات مطویت بیمینہ۔

ایہام کو تخییل بھی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کوئی لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معانی ہوں۔ ایک قریب الفہم' ایک بعید عن الفہم پس جس وقت انسان اس لفظ کو سنے اس کے فہم کی طرف قریب معنی سبقت کر لے اور مراد متکلم کی معنی بعید ہو اور اکثر متشابہات اسی جنس سے ہیں۔ اور اسی قسم سے ہے فرمان اللہ تعالیٰ کا اور آسمان لپیٹے ہوئے ہیں اس کے داہنے ہاتھ میں۔

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا۔ زید آ گیا اٹھا بیٹھا۔ عمرو نے کھایا پیا کہا سنا۔ مجیب صاحب نے سوال دیکھا' جواب لکھا وغیرہ وغیرہ سب افعال اختیاریہ کہ اسناد دو معنی کو متحمل۔ ایک یہ کہ زید وعمر مجیب نے اپنی قدرت ذاتیہ مستقلہ تامہ سے یہ افعال کئے۔ دوسرے قدرت عطائیہ ناقصہ قاصرہ سے۔ اول قطعاً شرک ہے لہٰذا ان اطلاقات سے احتراز لازم ہو جائے گا اور یہ بداہتاً قطعاً اجماعاً باطل ہے۔ فاضل مجیب نے بھی عمر بھر اپنے محاورات روزانہ میں ایسے ایہامات شرک برتے اور ان کی تصانیف میں ہزار در ہزار ایسے شرک بالا ایہام بھرے ہوں گے۔

جانے دیجئے! نماز میں وتعالیٰ جدك تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے۔ جد کے دوسرے مشہور معروف بلکہ مشہورتر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا تو بات وہی ہے کہ ایہام میں تبادر وسبقت واقربیت درکار ہے اور وہی ممنوع ہے۔ نہ مجرد احتمال۔ یہ فائدہ واجب الحفظ ہے کہ آج کل بہت جہلا ایہام واحتمال میں فرق نہ کر کے ورطہ غلط میں پڑتے ہیں۔

ثانیاً۔ ایسی ہی جگتہ تراشیاں ہیں تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام رکھئے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے نام پاک علی کو اس سے سخت تر تشنیع کہئے۔ وہاں تو چار احتمالوں سے ایک میں تو آپ کو شرک نظر آیا تھا۔ یہاں برابر کا معاملہ نصفا نصف کا حصہ ہے۔ علی کے دو معنی ہیں۔ علو ذاتی کہ بالذات للذات متعالیٰ عن الاضافات ہو۔ دوسرا اضافی کہ خلق کیلئے ہے۔ اوّل کا اثبات قطعاً شرک تو علی ہی ایہام شرک میں ہدایت علی سے دونا ٹھہرے گا۔ ولا

يقول به جاهل فضلا عن فاضل۔

ثالثاً۔ ایک علی ہی کیا جس قدر اسمائے مشترکہ فی اللفظ بین الخالق والمخلوق ہیں جیسے رشید وحمید وجمیل وجلیل وکریم وعلیم ورحیم وحلیم وغیرہ ۔ سب کا اطلاق عباد پر ویسا ہی ایہام شرک ہوگا جو ہدایت علی کے ایہام سے دو چند رہے گا۔ حالانکہ خود حضرت عزت نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو دو نام اپنے اسمائے حسنیٰ سے عطا فرمائے اور حضور پرنور سید عالم ﷺ کے اسمائے طیبہ میں تو ساٹھ سے زیادہ آئے۔ کما فصله العالماء في المواهب وغيرها ۔ خود حضور اقدس ﷺ نے اپنا نام پاک حاشر بتایا۔ صحابہ وتابعین وائمہ دین میں کتنے اکابر کا نام مالک تھا۔ ان کے ایہاموں کو کہیئے۔ درمختار وغیرہ معتمدات میں تصریح کی کہ ایسے نام جائز ہیں اور عباد کے حق میں دوسرے معنی مراد لئے جائیں گے نہ وہ جو حضرت حق کیلئے۔ جاز التسمیه بعلی ورشید وغیره هما من الاسماء المشترکة ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق الله تعالیٰ ۔ کیوں نہیں کہتے کہ ایسے نام بوجہ اشتراک ناجائز ہیں کہ دوسرے معنی شرک کا احتمال باقی ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

رابعاً۔ سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیا تھا۔ حضرت مجیب نے اپنی بنالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کو ایہام شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔

عبدالحی میں دو جز ہیں اور دونوں کے دو دو معنی۔ ایک عبد مقابل الہ دوم مقابل آقا۔ قال اللہ تعالیٰ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ۔

دیکھو حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ یونہی ایک حی اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجب سے مشعر اور دوسرا امن وتو زید عمرو سب پر صادق۔ جس سے یہ آیۃ کریمہ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وغیرہا مظہر۔ اب اگر عبد بمعنی اوّل اور حی بمعنی دوم لیجئے قطعاً شرک ہے۔ وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود۔ پھر عبدالحی ایہام شرک سے کیونکر محفوظ؟ اس سے بھی احتراز لازم تھا۔

بعینہ یہی تقریر مولوی عبدالحلیم صاحب کے نام میں جاری ہوگی۔ ملاحظہ ہو کہ تشقیق وتدقیق کہاں تک پہنچی؟ نسال اللہ السلامۃ۔

فقیر نے نزدیک ظاہراً یہ پھڑکتی ہوئی برہان حضرت مجیب کو جناب سائل کے فیض سے پہنچی۔ سائل نے ذکر کی مجیب نے بے غور کے قبول کرلی ورنہ ان کا ذہن شاید ایسی دلیل ذلیل علیل کلیل کی طرف ہرگز نہ جاتا۔ جس سے خود ان کا نام نامی بھی عادم الجواز ولازم الاحترام قرار پاتا۔

خامسا۔ یا علی کو فرمایا جاتا ہے کہ جب مقصود ندائی معبود تو نزاع مفقود۔ جی کیا وجہ یہاں بھی صاف دوسرا احتمال موجود۔ اپنا قصد نہ ہونا ایہام واحتمال کا نا کافی کب ہوسکتا ہے ایہام تو کہتے ہی وہاں جہاں وہ معنی موہم مراد متکلم نہ ہوں۔ تلخیص وتعریفات کی عبارتیں ابھی سن چکے اور اگر قصد پر مدار واعتماد ہے تو ہدایت علی پر کیا ایراد ہے؟ وہاں کب معنی شرک مقصود مراد ہے۔

سادساً۔ علی پر الف لام لانا کب ایسے عالمگیر ایہام شرک سے نجات دے گا۔ علی علماء پر لام نہ آتا سہی صفتہ پر تو قطعاً آ سکتا ہے اور یقیناً صفات مشترکہ سے ہے تو احتمال اب بھی قائم اور احتراز لازم بلکہ سراجیہ وتاتارخانیہ ومنح الغفار وغیرہا سے تو ظاہر کہ العلی بالام نام رکھنا بھی روا ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔

فی التاتار خانیہ عن السراجیۃ التسمیۃ باسم یوجد فی کتاب اللّٰہ تعالٰی کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزۃ الخ ومثلہ فی المسخ عنھا وظاھرہ الجواز ولو معرفا بال۔

تاتارخانیہ اور سراجیہ میں ہے نام رکھنا ساتھ اس نام جو کتاب اللہ میں پائے جاتے ہیں جیسے علیؔ کبیرؔ رشیدؔ بدیعؔ جائز ہیں الخ۔ اوراس کے مثل مسخ میں سراجیہ سے نقل کیا اور ظاہر اس کا جواز ہے اگرچہ معرف بالف لام ہی ہو۔

سابعاً۔ جب گفتگو احتمال پر چل رہی ہے تو معنیین الصال لی المطلوب وارائت طریق میں تفرقہ باطل۔ ایصال وارائت، ومعنی خلق وتسبب پر مشتمل بمعنی خلق دونوں مختص بحضرت احدیت ہیں۔ کیا ارائت بمعنی خلق رویت غیر سے ممکن ہے اور بمعنی تسبب دونوں غیر کیلئے

حاصل ہیں؟ کیا انبیاء سے ایصال بمعنی سببیت فی الوصول نہیں ہوتا۔ فطاح التفرقة وراح الشقشقة۔ ہاں یوں کہتے کہ ادھر علی مشترک ادھر ہدایت خلق وتسبب دونوں میں مستعمل یوں چار احتمال ہوئے۔ مگر اب یہ مصیبت پیش آئے گی کہ جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ بمعنی محض تسبب حضرت عزت جل جلالہ کی طرف نسبت نہیں پاسکتی۔ ورنہ معاذ اللہ اصل خالق و معطی دوسرا ٹھہرے گا اور اللہ عزوجل صرف سبب وواسطہ وسیلہ اس کا پایہ شرک سے بھی اونچا جائے گا کہ وہاں تو تسویہ تھا یہاں اللہ سبحانہ پر تفضیل دنیا قرار پائے گا۔ علی پر لام لاکر اوّل کا علاج کرلیا اور دوم کا کہ اس سے بھی سخت تر ہے۔ علاج کدھر سے آئے گا؟ اب ایک نیا لام گھڑ کر ہدایت پر داخل کیجئے کہ وہ معنی خلق میں متعین ہو جائے اور احتمال تسبب اٹھ کر ایہام شک وبدتر از شرک راہ نہ پائے۔

ثامناً۔ ایک ہدایت کیا جتنے افعال مشترکۃ الاطلاق ہیں سب میں اسی آفت کا سامنا ہوگا جیسے احسان وانعام، اذلال واکرام، تعلیم وافہام، تعذیب وایلام، عطاومنع، اضرار ونفع، قہر وقتل، نصب وعزل وغیر ہا کہ مخلوق کی طرف نسبت کیجئے تو معنی خلق موہم شرک اور خالق کی طرف تو معنی تسبب مشعر کفر بہر حال مفر کدھر اگر کہئے خالق عزوجل کی طرف نسبت ہی دلیل کی کافی ہے۔ کہ معنی خلق مراد ہیں۔ ہم کہیں گے مخلوق کی جانب اضافت ہی برہان وافی ہے کہ معنی تسبب مقصود ہیں۔ ولہٰذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ امثال ابنت الربیع البقل وحکم علی الدھر۔ میں ذائل کا موحد ہونا ہی قرینہ شافی ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

تاسعاً۔ آپ نے (باآنکہ الٰہیہ توقیفیہ ہیں اور خصوصاً آپ بہت جگہ صرف نہ وارد ہونے نہ منقول ہونے کو حجت ممانعت جانتے ہیں) حق سبحانہ کا نیا نام مصوب ایجاد فرمایا ہر جواب کی ابتداء ہوالمصوب سے ہوتی ہے یہ کب احتمال شنیع سے خالی ہے۔ تصویب جس طرح ٹھیک بتانے کو کہتے ہیں یونہی سر جھکانے کو اور مثلاً جو سر جھکائے بیٹھا ہوا سے مصوب اور دونوں معنی حقیقی ہیں تو آپ کے طور پر اس کلمہ میں ایہام تجسیم ہے اور تجسیم کفر وضلال عظیم ہے۔

عاشراً۔ جب مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اضافت ہدایت کا اشتباہ امر ممنوع کا

اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے بالقصد اس جناب ہدایت مآب کی طرف اضافت ہدایت کس درجہ سخت ممنوع و مفترض الاحتراز ہوگی۔ یہاں مولیٰ علی کو ہادی کہنا حرام ہوگیا۔ حالانکہ یہ احادیث صریحہ و اجماع جمیع آئمہ اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ شاید یہ عذر کیجئے کہ ہدایت بمعنی خلق کا اشتباہ موجب منع تھا۔ اس معنی پر اضافت قصدیہ ضرور حرام بلکہ ضلال تام ہے نہ بمعنی تسبب کہ جائز و معمول اہل اسلام ہے مگر یہ وہی عذر معمولی ہے جس کا رد گزر چکا۔ کیا جب مولیٰ علی کی طرف اضافت کا اصلاً قصد ہی نہ ہو اس وقت تو بوجہ اشتراک معنی مولیٰ علی کی جانب ہدایت بمعنی خلق کی اضافت کا اشتباہ ہوتا ہے اور جب بالقصد خود حضرت مولیٰ علی ہی کی طرف اضافت مراد ہو تو اب وہ اشتراک معنی جاتا رہتا اور اشتباہ نہیں پاتا۔ اگر مانع اشتباہ و مخلوق کا اس معنی کے لئے صالح نہ ہونا ہے تو صورت عدم قصد میں کیوں مانع نہیں۔ اگر باوصف عدم صلوح اشتباہ قائم رہتا ہے تو صورت قصد میں کیوں واقع نہیں۔

حادی عشر۔ نہ صرف امیر المومنین علی بلکہ انبیائے کرام و رسل عظام و خود حضور پرنور سید الانام علیہ و علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی طرف اضافت ہدایت اصلاً روا نہ رہے گی کہ بوجہ احتمال بمعنی دوم ایہام شرک ہے۔ اب مصطفیٰ ﷺ کو ہادی کہنا بھی حرام کہنا ہوگیا اور قرآن عظیم و صحاح احادیث و اجماع امت بلکہ ضروریات دین کے خلاف ہے۔

ثانی عشر۔ خود جناب مجیب نے اپنے فتاویٰ جلد سوم صفحہ ۸۶ میں اس لزوم احتراز کا رد صریح فرمادیا۔ ادعائے ایہام کا فیصلہ یوں دیا۔ فرماتے ہیں۔

سوال: عبدالنبی یا مانند آں نام نہادن درست ست یا نہ؟

جواب: اگر اعتقاد ایں معنی ست کہ ایں کس کہ عبدالنبی نام دارد بندہ نبی ست عین شرک است واگر عبد بمعنی غلام مملوک ست آنہم خلاف واقع ست واگر مجاز عبد بمعنی مطیع ومنقاد گرفتہ شود مضائقہ ندارد لیکن خلاف اوّل ست روی مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یقولن احدکم عبدی وامتی۔ کلکم عباد اللہ کل نساء کم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی فتائی وفتاتی انتھی۔

اقوال: قطع نظر اس کے کہ یہ جواب بھی بوجہ مخدوش ہے۔ اولاً عبد و بندہ میں سوائے اختلاف زبان کے کوئی فرق نہیں ایک دوسرے کا پورا ترجمہ ہے۔ عبد و بندہ دونوں عربی و عجمی۔ دونوں زبانوں میں الہ و خدا' مولیٰ و آقا دونوں کے مقابل بولے جاتے ہیں۔ تو عبد بمعنی بندہ کو مطلقاً عین شرک کہہ دینا ایسا ہی ہے کہ کوئی کہہ دے عین سے مراد عین ہے تو غلط ہے اور چشمہ مقصود ہو تو صحیح۔

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں حدیث شرائے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں خرید لیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تم نے ہمیں شریک نہ کیا۔ اس پر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

گفت ما دوم بندگان کوئے تو!
کردمش آزاد ہم بر روئے تو!

لا جرم جو تفصیل عبد میں ہے وہی بندہ میں۔

ثانیاً۔ عبد بمعنی بندہ مملوک میں یہ تفرقہ کہ اوّل شرک اور ثانی خلاف واقع ہے۔ محض بے اصل و ضائع ہے مملوک بھی ملک ذاتی حقیقی و ملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل اور اوّل میں قطعاً شرک حاصل اور بندہ بھی مقابل خدا و خواجہ دونوں مستعمل اور ثانی سے یقیناً شرک زائل۔

ثالثاً۔ آپ نے تو عبد بمعنی مملوک کو خلاف واقع یعنی کذب ٹھہرا کر اس ارادہ کو شرک سے اتار کر گناہ مانا مگر ائمہ دین و اولیائے معتمدین و علمائے مستندین قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم اجمعین اس اعتقاد کو کمال ایمان مانتے اور اس سے خالی کو حلاوت ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں۔ حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر امام اجل عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً و تذکیراً۔ پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض پھر علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں۔

من لم یرو لایة الرسول علیه فی جمیع احواله ولم یر نفسه فی

ملكه لا يذوق حلاوة سنته

جو ہر حال میں نبی ﷺ کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کا مملوک نہ جانے وہ سنت نبوی ﷺ کی حلاوت سے اصلاً خبردار ہوگا۔

رابعاً۔ مولانا عبدالعزیز صاحب تحفہ اثناعشریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ زبور شریف میں فرماتا ہے۔

يا احمد فاضت الرحمة على شفتيك من اجل ذلك ابارك عليك فتقلد السيف فان بهاء ك وحمدك الغالب(الى قوله الامم يحيرون تحتك كتاب حق جاء الله به من اليمن والقديس من جبل فاران او امتلات الارض من تحميد احمد وتقديسه وملك الارض ورقاب الامم۔

اے احمد تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا میں اس لئے تجھے برکت دیتا ہوں۔ تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف ہی غالب ہے۔ سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی۔ سچی کتاب اللہ لایا برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے۔ بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے۔ احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا (ﷺ)

کیا زبور پاک کے ارشاد کو بھی معاذ اللہ خلاف واقع کہا جائے گا۔

خامساً۔ امام احمد مسند میں بطریق ابی معشر البرء ثيني صدقة بن طيسلة ثنى معن بن ثعلبة المازني والحي بعبد ثنى الاعشى المازنى رضى الله تعالىٰ عنه اور عبداللہ بن احمد زوائد السند میں بطریق عوف بن كهمس بن الحسن عن صدقة بن طيسلة۔ الخ اور امام جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں بطريق ابى معشر المذكور نحور رواية احمد سندا ومتنا۔ ابن خیثمہ ابن شاہین بهذا الطريق وبهيره ۔ اور بغوی وابن السکن وابن ابی عاصم بطريق الجنيذ بن امين بن ذروة بن نضلة ابن طريف بن بهصل الحرما مازى عن ابيه عن جده نصلة حضرت اعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ خدمت اقدس حضور پر سید عالم ﷺ میں اپنے بعض

اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتداء اس مصرع سے تھی۔

یامالک الناس ودیان العرب۔

اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا وسزا دینے والے۔

حضور اقدس ﷺ نے ان کی فریاد سن کر رفع شکایت فرما دی۔

نبی ﷺ کو ایک شخص کا مالک کہنا آپ کے گمان میں معاذ اللہ کذب تھا۔ تمام آدمیوں کا مالک بتانا۔ یا مالک الناس ۔ کہہ کر حضور کو ندا کرنا عیاذ اللہ سنکھوں مہا سنکھوں کذب کا مجموعہ ہوگا۔ حالانکہ یہ حدیث جلیل شہادت دے رہی ہے کہ صحابی نے حضور کو مالک تمام بشر کہا اور حضور اقدس ﷺ نے مقبول ومقرر رکھا۔

سادسا۔ بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک ومملوک کے یہی معنی تھے کہ زید عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے۔ جبھی تو محمد رسول اللہ ﷺ کی مالکیت کو خلاف واقع فرما دیا۔ حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ لچر، محض بے وقعت بے قدر ہے کہ جان درکنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں۔ سچی کامل مالکیت وہ ہے کہ جان وجسم سب کو محیط اور جن وبشر سب کو شامل ہے۔ یعنی اولی بالتصرت ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو۔ یہ مالکیت حقہ صادقہ محیط شاطہ تامہ کاملہ حضور پرنور مالک الناس ﷺ کو بخلافت کبرائے حضرت کبریاء عزوعلا تمام جہان پر حاصل ہے۔ قال اللہ تعالٰی

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

نبی زیادہ مالک ومختار ہے تمام اہل ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۝

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں اللہ ورسول کسی

بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

انا اولی بالمؤمنین من انفسهم۔ رواه احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجة من ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه.

اگر یہ معنی مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد ﷺ کی مالکیت کو خلاف واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ ﷺ کی ملک مانتے۔ اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے جس کے سننے کو گوش شنوا سمجھنے کو دل بینا درکار ہے۔

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝

وَلَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَلَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝

سابعاً۔ حدیث صحیح مسلم محض بے محل مذکور ہوئی۔ حدیث میں تعلیم تواضع و نفی تکبر اور آقاؤں کو ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کو عبد نہ کہو۔ نہ یہ کہ غلام بھی اپنے کو مولیٰ کا عبد یا دوسرے ان کو ان کے عبید نہ کہیں۔ یہ ہے قرآن کہ ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرما رہا ہے۔ آیت عنقریب گزری۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

لیس علی المسلم فی عبده ولا فرسه صدقه (رواه احمد) — مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔

والنسة عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه.

فقہ کا محاورہ عامہ وائمہ صدر اوّل سے آج تک مستمرہ ہے۔

اعتق عبده دبر عبده

خود مولوی مجیب صاحب اپنے رسالہ نفع المفتی مسائل متعلقہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

ان اذن المولی عبده لها یتخیر ۔ وہیں ہے ۔ وللمولی منع عبده

عجب ہے کہ زید و عمرو بلکہ کسی کافر و مشرک کے غلام کو اس کا عبد کہنے پر حدیث وارد نہ ہو اور محمد رسول اللہ کے غلاموں کو ان کا عبد کہنے پر معترض ہو۔

اور سنئے تو سہی! امام ابوحذیفہ اسحاق بن بشیر فتوح الشام اور حسن بن بشران اپنے فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے راوی کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا۔

قد کنت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فکنت عبدہ وخادمہ

میں حضور پرنور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں تھا۔ تو میں حضور کا عبد حضور کا بندہ حضور کا خدمتی تھا۔

نیز ابن بشران امالی اور ابواحمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنۃ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ منبر اطہر حضور سید عالم ﷺ پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا۔ حمد و درود کے بعد کہا:

ایھا الناس، انی قد علمت انکم کنتم تونسون منی شدۃ وغلظۃ ذلک انی کنت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کنت عبدہ وخادمہ

لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور میں حضور کا عبد حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گار تھا۔ (الحدیث)

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں۔ ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع عام زیرِ منبر حاضر ہے۔ سب سنتے اور قبول کر رہے ہیں۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا بحوالہ ابوحذیفہ و کتاب مستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں استناداً ذکر کی اور مقرر رکھی۔ امیر المومنین کو جس طرح بجرمِ ترویج تراویح معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ دیا یہاں عیاذاً باللہ مشرک کہہ دیجئے۔

آپ کے اصول مذہب نامہذب پر ضرور کہنا پڑے گا۔ مگر صاحبو ذرا سوچ سمجھ کر شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن بھی اسی پتھر کے تلے دبا ہے۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر!

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

خیر! بات دور پہنچی۔ لفظ عَبد و بندہ کی تحقیق تام و تفصیل واحکام فقیر کی کتاب مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں ملاحظہ ہو۔ یہاں یہ گزارش کرنی ہے کہ مولوی مجیب صاحب کے اس فتوی نے اس ادعائے ایہام کا کام تمام کر دیا۔

عبدالنبی میں جناب کے نزدیک تین احتمال تھے۔ ایک شرک ایک کذب ایک صحیح۔ تو ناجائز احتمال جائز سے دونے تھے۔ بایں ہمہ اس کا حکم صرف خلاف اولی فرمایا جو ممانعت وکراہت تحریمی درکنار کراہت تنزیہی کو بھی مستلزم نہیں۔ ہر مستحب کا ترک خلاف اولی ہے مگر مطلقاً مکروہ تنزیہی نہیں۔ ردالمحتار بحرالرائق سے ہے۔

لایلزم من ترك المستجب ثبوت الکراھة ذلا بدلھا من دلیل خاص

اسی میں تحریر الاصول سے ہے۔

خلاف اولی مالیس فیه صیغة نھی کترك صلوٰۃ الضحی بخلاف المکروہ تنزیھا۔

تو ہدایت علی جس میں چار احتمالوں سے صرف ایک باطل ہے یعنی ب ۳/۴ احتمالات ناجائز سے تگنے ہیں۔ یہ کس طرح خلاف اولیٰ درکنار مکروہ تنزیہی سے بھی گزر کر لازم الاحتراز ہوگیا؟ اربعہ کے حساب سے تو اسے خلاف اولیٰ کا نصف بھی نہ ہونا چاہئے تھا بلکہ ۳/۸ یعنی مباح مساوی الطرفین سے اگر سیر بھر دوری بر خلاف اولی کہا جائے تو ہدایت علی میں صرف ڈیڑھ پاؤ ہوگی۔ یا اس لئے کہ ۲/۳:۱:۱/۴ مجہول۔ پس ۱/۴ ۲/۳ = ۳/۸

خیر! یہ حساب تو ایک تطیب قلوب ناظرین تھا۔ حق یہ ہے کہ ہدایت علی میں اصلاً کوئی وجہ کراہت تنزیہی کی بھی نہیں لزوم احتراز تو بڑی چیز ہے۔ فی الواقع ہر ادنی عقل والا بھی سمجھ

سکتا ہے کہ عبدالنبی سے ہدایت علی کونسبت ہی کیا ہے۔ جب وہ صرف خلاف اولی ہے تو اسے خلاف اولی کہنا بھی محض بے جا ہے۔ کلام یہاں کثیر ہےاور جس قدر مذکور ہوا طالب حق کیلئے کافی۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ واللّٰہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: ۶ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ موسم سرما میں زوال کس وقت ہوتا ہےاور موسم گرما میں کس وقت؟ اگر موسم سرما میں زوال بحساب قمری بارہ بجے سے بیشتر ہوتا ہےتو بارہ بجے سے پہلے جو شخص نماز ظہر پڑھے گا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جواب مدلل ارقام فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: دھوپ گھڑی سے تو ایسا ہی ہے کہ زوال ہمیشہ ٹھیک بارہ بجے ہوتا ہے۔ نہ کبھی پیشتر ہوتا ہے نہ بعد۔ مگر گھڑیوں کے اعتبار سے وقت بلدی صرف چار دن ۱۶ اپریل، ۱۵ جون، یکم ستمبر، ۲۵ دسمبر کے سوا کسی دن ٹھیک بارہ بجے زوال نہیں ہوتا۔ گھڑیوں کی چال روزانہ ایک سی ہوتی ہےاور آفتاب کی چال کبھی ایک سی نہیں۔ اوج ۴ جولائی سے حضیض ۳ جنوری تک تیز ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے زیادہ قوس قطع کرتا ہے۔ روزانہ زیارت بھی یکساں نہیں بلکہ آئندہ زیادت پہلی زیادت سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ حضیض پر اگر غایت سرعت پر پہنچتا ہے۔ پھر حضیض ۴ جنوری سے اوج ۳ جولائی تک چال سست ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے کم قوس قطع کرتا ہےاور روزانہ کمی بھی ایک سی نہیں بلکہ ہر آئندہ کمی پہلی کمی سے کم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اوج پر پہنچ کر نہایت درنگ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی دورہ آغاز پاتا ہےاور اس سبب سے کہ ہندوستان میں عام طور پر ریلوے وقت رائج ہے۔ یہ چاروں بھی برابری کے باقی نہ رہے۔ بلکہ بلاد شرقیہ میں بقدر تفاوت طولین تمام تعدیلات ناقص ہوں گی۔ بلاد غربیہ میں تمام تعدیلات اسی قدر بڑھ جائیں گی۔ مثلاً بریلی کے لئے اگر خاص شہر کا وقت دیا جائے تو بلاشبہ یہی چاروں برابری کے ہوں گے۔ جن میں زوال

جیسی گھڑی اور دھوپ گھڑی دونوں سے ٹھیک ۱۲ بجے ہوگا۔ اگر ریلوے سے وقت دیا جائے تو بقدر تفاوت طولین ۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ ہے۔ تمامی تعدیلات زائد ہو جائیں گی۔ تو اب چار دن برابری کی جن میں دونوں وقتوں سے زوال ٹھیک ۱۲ بجے تھا ۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ ت پر ہوگا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

تعمیم نفع کیلئے ایک جدول نصف النہار حقیقی وشروع وقت ظہر بریلی بحذف سیکنڈ کہ ایک زمانہ کے لئے کارآمد ہو ریلوے وقت سے دیا جاتا ہے کہ اس وقت وہی رائج ہے۔ ان وقتوں سے اگر ۱۲ منٹ کم کردیں تو اصلی وقت بریلی کا ہوگا۔

جدول نصف النہار حقیقی وشروع وقت ظہر بریلی

تاریخ شمسی	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت منٹ
یکم جنوری	۱۵:۱۲	۷ مارچ	۲۳:۱۲	۲۹ اپریل	۹:۱۲	۱۶ اگست	۱۶:۱۲	۲۷ ستمبر	۳:۱۲	۶ ستمبر	۳:۱۲
۲	۱۶:۱۲	۱۱	۲۲:۱۲	۸ مئی	۸:۱۲	۲۱	۱۵:۱۲	۳۰	۲:۱۲	۹	۴:۱۲
۴	۱۷:۱۲	۱۵	۲۱:۱۲	۲۴	۹:۱۲	۲۵	۱۴:۱۲	۱۳ اکتوبر	۱:۱۲	۱۱	۵:۱۲
۶	۱۸:۱۲	۱۹	۲۰:۱۲	۲ جون	۱۰:۱۲	۲۸	۱۳:۱۲	۷	۰:۱۲	۱۳	۶:۱۲
۹	۱۹:۱۲	۲۲	۱۹:۱۲	۸	۱۱:۱۲	یکم ستمبر	۱۲:۱۲	۱۰	۵۹:۱۱	۱۵	۷:۱۲
۱۱	۲۰:۱۲	۲۵	۱۸:۱۲	۱۳	۱۲:۱۲	۲	۱۲:۱۲	۱۴	۵۸:۱۱	۱۷	۸:۱۲
۱۳	۲۱:۱۲	۲۹	۱۷:۱۲	۱۵	۱۲:۱۲	۴	۱۱:۱۲	۱۸	۵۷:۱۱	۱۹	۹:۱۲
۱۶	۲۲:۱۲	یکم اپریل	۱۶:۱۲	۱۸	۱۳:۱۲	۷	۱۰:۱۲	۲۴	۵۶:۱۱	۲۱	۱۰:۱۲
۱۹	۲۳:۱۲	۴	۱۵:۱۲	۲۳	۱۴:۱۲	۱۰	۹:۱۲	۱۵ نومبر	۵۷:۱۱	۲۳	۱۱:۱۲
۲۳	۲۴:۱۲	۸	۱۴:۱۲	۲۷	۱۵:۱۲	۱۳	۸:۱۲	۱۲	۵۸:۱۱	۲۵	۱۲:۱۲
۲۷	۲۵:۱۲	۱۱	۱۳:۱۲	۲ جولائی	۱۶:۱۲	۱۶	۷:۱۲	۲۵	۵۹:۱۱	۲۶	۱۲:۱۲
یکم فروری	۲۶:۱۲	۱۵	۱۳:۱۲	۸	۱۷:۱۲	۱۹	۶:۱۲	۲۷	۰:۱۲	۲۷	۱۳:۱۲
۲۵	۲۵:۱۲	۱۶	۱۱:۱۳	۱۵	۱۸:۱۲	۲۱	۵:۱۲	یکم دسمبر	۱:۱۲	۲۹	۱۴:۱۲
۳ مارچ	۲۴:۱۲	۲۴	۱۰:۱۲	۱۹ اگست	۱۷:۱۲	۲۴	۴:۱۲	۴	۲:۱۲	۳۱	۱۵:۱۲

رامپور و دیگر بلاد کیلئے بھی یہ نقشہ بہ حسب زیادتی یا کمی وقت بریلی موافق نقشہ جات رمضان المبارک معدل کر لینے سے ایک زمانہ تک کیلئے ابتدائی وقت ظہر معلوم کرنے کا ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہوگا۔ نماز شہر میں گھڑیوں کے ۱۲ بجے کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھی ہوگی اور قبل پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔ ۲۸ نومبر کو بریلی میں ریلوے ٹائم سے ٹھیک ۱۲ بجے نصف النہار ہے۔ پھر بعد کو ہوا کرے گا۔ یہاں تک کہ یکم فروری کو ۱۲ ت ۲٦ منٹ پر ہو کر گھٹنا شروع ہوگا۔ حتیٰ کہ ۸ مئی کو ۱۲ ت ۸ منٹ پر ہوگا۔ پھر بڑھنا شروع ہوگا یہاں تک کہ ۱۵ جولائی کو ۱۲ ت ۱۸ پر ہوگا۔ پھر گھٹتے گھٹتے ۷ اکتوبر کو ٹھیک ۱۲ بجے ہو کر گھٹتا یہاں تک کہ ۱۲ بجے سے پہلے وقت ہو جائے گا۔ یہاں تک ۲۴ اکتوبر ۲۴ اکتوبر کو مستہائے نقصان ۱۱ ت ٥٦ منٹ پر آ کر بڑھنا شروع ہوگا اور ۲۸ نومبر کو پھر ٹھیک ۱۲ بجے زوال ہوگا۔ تو ۷ اکتوبر سے ۲۸ نومبر تک جس شخص نے ٹھیک ۱۲ بجے یا کچھ پہلے مگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھ لی ہوگی۔ ہاں جس نے وقت سے پہلے پڑھی اس کی نہ ہوئی۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۱۱ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جاننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا مقر ہے۔ اسے مسلمان جانیں گے جب کہ ان کے کسی قول یا فعل یا حال اللہ کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے۔ جس کے دل میں اللہ ورسول جل وعلا صلی اللہ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو اللہ ورسول کے محبوں سے محبت رکھے۔ اگر چہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ کیلئے دے۔ جو کچھ روکے اللہ کیلئے روکے۔ اس کا ایمان کامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من احب للہ وابغض للہ واعطی اللہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: جمادی الاول ۱۳۲۷ھ

علمائے اہل سنت و جماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ آج کل اکثر سنی فرقہ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہو گئے ہیں۔ اگرچہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں۔ لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گزرا۔ اس واسطے اس کی زیادہ ضرورت ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے۔ یعنی انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آل رسول ﷺ یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑ کر ان کی خلافت لے لی اور ہزارہا صحابہ کو شہید کیا۔

بکر کہتا ہے کہ میں ان کو خطا پر جانتا ہوں کہ ان کو امیر نہ کہنا چاہئے۔

عمرو کا یہ قول ہے کہ وہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں ان کی توہین کرنا گمراہی ہے۔

ایک اور شخص جو اپنے آپ کو سنی المذہب کہتا ہے اور کچھ علم بھی رکھتا ہے۔ (حق یہ ہے کہ وہ نرا جاہل ہے) وہ کہتا ہے کہ سب صحابہ اور خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نعوذ باللہ منہا) لالچی تھے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی اور وہ اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور ان کو سنت جماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟ جواب مدلل عام فہم ارقام فرمایئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل نے سورۃ حدید میں صحابہ سید المرسلین ﷺ کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف با اسلام ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرما دیا۔ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کو فرماتا ہے۔

أُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ۔ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○

وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ قیامت کی وہ سب سے بڑی گھڑی انہیں غمگین نہ کرے گی فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی کی یہ شان عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں۔ ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ ربّ عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۔ ''اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے۔'' بایں ہمہ میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اس کے بعد جو کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم میں جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

ومن يكون بطعن في معاوية
فذاك من كلاب الهاوية

''جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے۔''

ان چار شخصوں میں عمرو کا قول سچا ہے زید و بکر جھوٹے ہیں اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے۔ امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ مہم ہے۔ تمام انتظام دین و دنیا اسی سے متعلق ہے اور حضور اقدس ﷺ کا جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل متحمل نہ تھا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں۔ سیدنا حضرت سلیمان علیہ والصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے۔ جنازہ مبارکہ حجرہ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا۔

چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی۔ دوسری آتی۔ یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھا۔ ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت تر الزام امیر المومنین مولیٰ علی پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے۔ کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے۔ یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ انہوں نے رسول کا یہ کام کیا ہوتا۔ پچھلی خدمت بجا لائے ہوتے تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ انوار کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا جس پر علی مرتضیٰ اور سب صحابہ نے اجماع کیا مگر۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید بہ نگاہش ہنر!

یہ خبثا خذلہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔

من اذاهم فقد اذانی ومن فقد اذی الله فیوشك الله ان یاخذه

جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

کـــتـــبـــہ
عبدالمذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۲۵ جمادی الاول ۱۳۲۷ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید کچھ روپیہ دہقانوں کو فصل سے پہلے اس شرط پر تقسیم کر دیتا ہے کہ جس وقت روپیہ دیا اس وقت گندم خواہ کوئی غلہ ۱۰ ۱۰/ کا تھا اور اس نے ۱۴ ۱۴/ فی روپیہ نرخ ٹھہرا کر روپے دے دیا۔ اب فصل پر خواہ کوئی نرخ کم وبیش ۱۴ ۱۴/ سے فروخت ہو لیکن وہ فی روپیہ ۱۴ ۱۴/ کے حساب غلہ لے لے گا۔ بکر کہتا ہے کہ تو نے

سودلیا۔ کیونکہ نرخ سے زیادہ ٹھہرالیا۔

الجواب: یہ صورت بیع سلم کی ہے۔ اگر اس کے سب شرائط پائے گئے تو بلا شبہ جائز ہے اور کسی طرح سود نہیں اگر چہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے۔ ہاں اگر جبر ہے تو حرام ہے اگر دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر لے۔ **لقولہ تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم** ۔ اور اگر بیع رضامندی سے ہوئی مگر شرط رہ گئی۔ مثلاً غلہ کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعین نہ ہوئی یا وہ چیز ٹھہری جو اس وقت سے وقت وعدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے گی۔ یا معیار مجہول رکھی یا اسی جلسہ میں روپیہ تمام وکمال ادا نہ کر دیا تو ضرور حرام ہے اگر چہ نرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھہرا۔ اگر خریدم وفروختم کا مضمون درمیان نہ آیا۔ مثلاً اس نے کہا کہ ۱۴ سیر لیں گے۔ اس نے کہا دوں گا۔ تو یہ نہ سود نہ حرام نہ اس کیلئے کسی شرط کی حاجت نہ اسے اس پر مطالبہ پہنچے۔ اس کی خوشی پر ہے چاہے دے یا نہ دے کہ یہ سرے سے بیع ہی نہ ہوئی نرا وعدہ ہوا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ

مسئلہ: ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ میں فصل پر گندم ۱۵/ ما کے دوں گا۔ خالد نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ جو نرخ بازار فصل پر ہوگا اسی نرخ سے دس روپیہ کے گندم دوں گا۔ بکر نے کہا کہ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے۔ تم دونوں شخص دس دس روپیہ کے گندم جو اس وقت دس سیر کا نرخ ہے لے جاؤ۔ دونوں شخص رضامندی سے گندم حسب شرائط بالا لے گئے اور فروخت کیلئے دس دس روپیہ اپنے صرف میں لائے۔ اب زید کو فصل پر فی روپیہ ۱۵ من گندم حسب وعدہ اور خالد کو فی روپیہ ۱۲/ ما گندم نرخ بازار دینا ہوئے۔ یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بکر خالد کو حسب شرائط بالا یعنی جو فصل پر نرخ ہوگا دوں گا دیتا تو جائز ہوتا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے۔ ڈھائی من گیہوں جو اس نے دیئے ان سے زیادہ لینا حرام حرام حرام۔ اگر روپیہ دیتا تو اس میں دو صورتیں تھیں۔ روپیہ قرض دیتا اور یہ شرط ٹھہرالیتا کہ ادا کے وقت گیہوں دینا تو شرط باطل تھی۔ زید وخالد پر صرف

اتنا روپیہ ادا کرتا تھا اور اگر گیہوں کی خریداری کرتا اور روپیہ پیشگی دیتا تو یہ صورت بیع سلم کی تھی۔ اگر اس کے شرائط پائے جاتے جائز ہوتی ورنہ حرام۔ وَاللّٰہُ تعالٰی اَعْلَمُ۔

کـــــتـــــبـــــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۱ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز جمعہ ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلات رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے؟ شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے؟ جمعہ میں کم از کم کتنے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے؟ اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جامع مسجد وہی ایک ہے۔ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی ممانعت نہیں۔ جمعہ کیلئے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں۔ مگر جمعہ وعیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا۔ وہی ہوگا جو سلطان اسلام ہو یا اس کا نائب یا اس کا ماذون اور اِن میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کرلیں۔ جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے۔ مگر جب کہ دوسری مسجد کا امام اعلم وافضل ہو۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــــتـــــبـــــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ طلاق کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ وہ کون کون لفظ ہیں جن سے طلاق ہو جاتی ہے؟ پھر اس کو اپنے نکاح میں کیسے لاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق تین قسم ہے۔ رجعی، بائن، مغلظہ۔ رجعی وہ جس سے عورت فی

الحال نکاح سے نہیں نکلتی۔ عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کر لے وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی۔ ہاں عدت گزر جائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکلے گی پھر بھی برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔

بائن وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ہاں برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔ عدت کے اندر خواہ بعد۔

مغلظہ وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی اور اب کبھی ان دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ جب تک حلالہ نہ ہو۔ یہ تین طلاقوں سے ہوتا ہے۔ خواہ ایک ساتھ دی ہوں خواہ برسوں کے فاصلہ سے۔

رجعی دی ہوئی یا بائن۔ بابعض رجعی بعض بائن طلاق کے سینکڑوں لفظ ہیں۔ بعض سے رجعی پڑتی ہے بعض سے بائن بعض سے مغلظ۔ رجعی و بائن کے تقریباً دو سو لفظ ہم نے اپنے فتاوے میں ذکر کیے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: ۲۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و خلیفہ مرسلین مسائل ذکر میں۔

۱۔ صاحب نصاب رائج الوقت کے کتنے روپیہ سے ہوسکتا ہے؟

۲۔ کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے؟ نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے۔

۳۔ فیصدی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے؟

۴۔ جس شخص کے پاس روپیہ نہ ہو اور سونے چاندی کا زیور روزمرہ پہنے کا بقدر نصاب ہوگیا۔ اس کو اس زیور میں زکوٰۃ دینا ہوگی؟

۵۔ جس روپیہ میں زکوٰۃ پہلے سال دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا۔ اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اسی روپیہ میں سے جس میں پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے دینا ہوگی؟

۶- فطرہ کے گندم بریلی کے وزن سے فی کس کتنے ہونے چاہیں؟

۷- جو شخص روزہ رکھے یا نہ رکھے بالغ یا نابالغ سب کا فطرہ دینا واجب ہے؟

۸- جو شخص بوجہ ضعیفی کے روزہ نہ رکھ سکے اس کو فی روزہ کتنی خوراک مسکین کو دینا ہوگی؟ وہ مسکین روزہ دار ہو یا غیر روزہ دار؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ۱- نصاب انگریزی رائج روپوں سے چھپن روپے ہے۔

۲- نوٹ اور روپیہ کا ایک حکم نہیں ہوسکتا۔ روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے اور نوٹ کاغذ ہے اصطلاحی ثمن ہے تو جب تک چلے اس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصلاحی ثمن ہے۔

۳- زکوٰۃ ہر نصاب وخمس نصاب پر چالیسواں حصہ ہے اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کیلئے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے۔

۴- بے شک۔

۵- دس برس رکھا رہے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے۔ یہ اس لئے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی دوسرے سال اس قدر کا مدیون ہے تو اتنا کم کر کے باقی پر زکوٰۃ ہوگی۔ تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اس پر دین ہے تو مجموع کم کر کے باقی پر ہوگی۔ یونہی اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ ملا کر کے جو بچے اگر خود یا اس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔

۶- اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر۔

۷- اپنا صدقہ واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کا اگرچہ ایک ہی دن کی ہو۔ بالغ اولاد یا زوجہ صاحب نصاب ہوں تو ان کا صدقہ ان پر ہے۔ نہ ہوں تو کسی پر نہیں۔ غرض اس سے کسی حال اس کا مطالبہ نہیں۔ ہاں ان کے اذن سے ان کی طرف سے دے دے تو احسان ہے۔

۸- فی روزہ وہی اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر گیہوں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرمان ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ آج کل عموماً بہت لوگ مساجد میں دینوی باتیں کرتے بلکہ بعض بعض بے باک تو قہقہہ آپس میں دل لگی کرتے ہیں اور مسجد کا کوئی ادب نہیں سمجھتے۔ یہ خانہ خدا ہے ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ مسجد میں باتیں کرنے کی مذمت اور خاموش رہنے کی بھلائی مع حدیث شریف بیان فرمائی جائے تا کہ ایسے لوگ عبرت حاصل کریں۔

الجواب: مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو ایسا کھاتی ہے جیسا آگ لکڑی کو اور مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرے لاتا ہے۔ اس کی حدیثیں بارہا بیان ہوئیں مگر کون سنتا ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام، مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ جو شخص اس مسجد میں نماز، مدرسہ میں علم اور چاہ کا پانی اور فاتحہ عرس کا کھانا کھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر اسی روپیہ کو خیرات کیا جائے اور امید ثواب رکھی جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ جائز کر سکتے ہیں یا نہیں؟ وہ حیلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حرام روپیہ کسی کام میں لگانا جائز نہیں، نیک کام ہوں یا اور سوا اس کے کہ جس سے لیا اسے واپس دے۔ یا فقیروں پر تصدیق کر دے بغیر اس کے کوئی حیلہ اس کے پاک کرنے کا نہیں۔ اسے خیرات کر کے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے تو سخت حرام ہے بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ ہاں جو شرع نے حکم دیا کہ حقدار نہ ملے تو فقیروں پر تصدیق کر دے۔ اس حکم کو مانا تو اس پر ثواب کی امید کر سکتا ہے۔ مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام

بلکہ کہا کہ اس کے بدلے فلاں چیز دے۔ اس نے دی اس نے قیمت میں زر حرام دیا تو جو چیز خریدی وہ خبیث نہیں ہوتی۔ اس صورت میں فاتحہ وعرس کا کھانا جائز ہے اور اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ مسجد میں نماز، مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے۔ کنویں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے۔ اگرچہ اس میں وہ نادر صورت پائی گئی ہو کہ خباثت آئی تو اینٹوں مسالہ میں نہ کہ زمین کے پانی میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ ملازمت چنگی کی جائز ہے یا نہیں؟ اور حاکم وقت کو اس کا روپیہ تحصیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرنا، رعایا ہی کی آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگا دیتے ہیں۔ چنگی کا محصول چرانا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب: نیک نیت سے چنگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے۔ نص علیہ فی الشامی وغیرہ من الاسفار۔ اور چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اس کے اذن کے اس سے چھپا کر ناحق لینا کسی کو بھی جائز نہیں۔ جائز نوکری میں نوکر کا خلاف قرارداد کرنا غدر ہے اور غدر مطلقاً حرام ہے۔ نیز کسی قانونی جرم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بلا ذلت و بلا کے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے۔ کما استفید من القرآن المجید والحدیث۔ رہا یہ کہ حکام وقت کو اس کا تحصیلنا شرعاً کیسا ہے؟ نہ حکام کو اس بحث ہے نہ ہم کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۲۳ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفار کس قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ صحبت کون سے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل ہر قسم کے کفر و کفار سے بچائے کافر دو قسم ہے۔ اصلی و مرتد۔ اصلی وہ جو شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے۔ یہ دو قسم ہے مجاہر و منافق۔ مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو۔

منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو۔ یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

ان المنفقين فى الدرك الاسفل من النار — بے شک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے۔

اول، دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوئم، مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی بھی معبود اور واجب الوجود جانتا ہے۔ جیسے ہندو بت پرستوں کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں۔ آریہ خود پرست کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں مگر قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں۔ آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل۔

سوئم، مجوسی آتش پرست۔

چہارم، کتابی یہود و نصاریٰ کہ دہریے نہ ہوں۔

ان میں اوّل تین قسم کے ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل۔ قسم چار کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہو۔

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے۔ اس کی بھی قسمیں ہیں۔ مجاہر و منافق۔

مرتد مجاہر ہو کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا۔ کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضرورت دین میں کسی شے کا

منکر ہے۔ جیسے آج کل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پہ ہنستے ہیں۔

حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے۔ اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو یا عورت۔

مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ یہی ہے وہ کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔ خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت و جماعت کہتے حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔ ہوشیار، خبردار، مسلمانو! اپنا دین وایمان بچائے ہوئے۔ فاللہ خیر حافظا وھوارحم الراحمین وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۳۴ ۵/ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت و جماعت کا اس مسئلہ میں مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینا اس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ جو مسجد میں غل مچاتے رہتے ہیں، نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقاً حرام ہے۔ اپنے لئے مانگیں خواہ دوسرے کیلئے حدیث میں ہے۔

جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم ورفع اصواتکم

مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور بلند آوازوں سے بچاؤ۔

رواہ ابن ماجہ واثلۃ بن الاسقع وعبد الرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حدیث میں ہے۔

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعة اتخذ جسرا الی جهنم

جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لئے پل بنایا۔

(رواہ احمد الترمذی وابن ماجہ عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لئے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالة فلیقل لا اداها الله الیك فان المساجد لم تبین لهذا۔

جو کسی کو مسجد میں اپنی گمی چیز دریافت کرتے سنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہ بنیں۔

رواہ احمد ومسلم وابن ماجہ عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصاً اکثر بلاضرورت بطور پیشہ کہ خود ہی حرام ہے یہ کیونکر جائز ہوسکتی ہے۔ ولہٰذا ائمہ دین نے فرمایا ہے جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستر پیسے راہ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں۔ دوسرے محتاج کیلئے امداد کو کہنا یا کسی کام کے لئے چندہ کرنا جس میں نہ غل نہ شور نہ گردن پھلانگنا' نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلاشبہ بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ثابت ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ: ۳۵/محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ چھتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں اور ٹکڑے روٹیوں کے اور بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں۔

صدہا آدمی ان کو لوٹتے ہیں۔ ایک کے اوپر ایک گرتا ہے اور بعض کے چوٹ لگ جاتی ہے۔ وہ روٹیاں زمین میں گر کر پاؤں سے روندی جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات غلیظ نالیوں میں بھی گرتی ہیں۔ رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے اور یہی حال شربت کا ہے کہ اوپر سے آبخوروں میں وہ لوٹ مچائی جاتی ہے کہ آدھا آبخورہ بھی شربت کا نہیں رہتا اور تمام شربت گر کر زمین پر بہتا ہے۔ ایسی خیرات اور لنگر جائز ہے؟ یا بوجہ رزق کے بے ادبی کے گناہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ خیرات نہیں، شرور و سیئات ہے۔ نہ ارادہ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے کی اور وہ حرام ہے۔ رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہیں۔ **وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔**

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۳۶: ۲۶/محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت امرود، بیلہ، گلاب وغیرہ ہو اور بوجہ تعمیر ہونے حجرہ و غسل خانہ کے ان درختوں کو کاٹا جائے تو کوئی شخص ان درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ پیال یا لڑسی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جاتی ہے اور بعد گزر جانے موسم سرما کے اس کو نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ تو جو شخص اس پیال یا لڑسی یا بوریائی کہنہ جو قابل پھینک دینے کے ہو اس کو اپنے صرف میں مثل پانی گرم کرنے کے لا سکتا ہے یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیل مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں ہے؟ کیا مثل مسجد کے بات وغیرہ کرنے کی وہاں بھی ممانعت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ان درختوں کو مسجد کے واجبی و مناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا

ہے۔ پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا ہے۔ فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے۔ معتکف بلا ضرورت اس پر جا سکتا ہے۔ اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا کوئی نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں۔ بیہودہ باتیں، قہقہے سے ہنسنا، وہاں بھی نہ چاہئے۔ بعض باتوں میں حکم مسجد میں نہیں۔ اس پر اذان دیں گے، اس پر وضو کر سکتے ہیں، جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں۔ دنیا کی جائز قلیل بات جس میں نہ چپقلش ہو نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا، اس میں حرج نہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــــتـــــبـــــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ: ۳۷ : ۱۰/ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بعد دفن کر دینے میت کے حافظ قرآن کو اس کی قبر پر واسطے تلاوت سوم تک یا کچھ کم و بیش بٹھاتے ہیں۔ وہ حافظ اپنی اجرت لیتے ہیں۔ پس اس طرح کی اجرت دے کر قبروں پر پڑھوانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: تلاوت قرآن عظیم پر اجرت لینا حرام ہے اور حرام پر استحقاق عذاب ہے نہ کہ ثواب پہنچے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو اتنے دنوں کیلئے معین داموں پر کام کاج کیلئے نوکر رکھ لیں۔ پھر اس سے کہیں ایک کام یہ کرو کہ اتنی دیر قبر پر پڑھ آیا کرو۔ یہ جائز ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــــتـــــبـــــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۸: ۷/ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بیمار آدمی کے ساتھ کھاتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں اور اس مریض کا کپڑا نہیں پہنتے اور کہتے ہیں بیماری ایک آدمی کی

دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے۔ آیا حدیث میں اس کی کوئی ممانعت آئی ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ جھوٹ ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو اڑ کر لگتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں **لا عدوی** بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ فرماتے ہیں **فمن اعدی الاول** ۔ اس دوسرے کو تو پہلے کی اڑ کر لگی اس پہلے کو کس کی لگی۔ جس مریض کے بدن سے نجاست نکلتی اور کپڑوں کو لگتی ہو۔ جیسے تر خارش یا معاذ اللہ جذام میں اس کا کپڑا نہ پہنا جائے۔ نہ اس خیال سے کہ بیماری لگ جائے گی' نجاست سے احتیاط کیلئے۔ اور جہاں یہ نہ ہو کپڑا پہنے میں حرج نہیں۔ یونہی ساتھ کھانے میں' جب کہ ایمان قوی ہو کہ اگر معاذ اللہ بتقدیر الٰہی اسے وہی مرض ہو جائے تو یہ نہ سمجھے کہ ساتھ کھانے یا اس کا کپڑا پہننے سے ہو گیا۔ ایسا نہ کرتا تو نہ ہوتا۔ اگر ضعیف الایمان ہے تو وہ ان مرض والوں سے بچے جن کی نسبت متعدی ہونا عوام کے ذہن میں جما ہوا ہے جیسے جذام والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ بچنا اس خیال سے نہ ہو کہ بیماری لگ جائے گی کہ یہ تو مردود و باطل ہے۔ بلکہ اس خیال سے کہ عیاذاً باللہ اگر بتقدیر الٰہی کچھ واقع ہوا تو ایمان ایسا قوی نہیں کہ شیطانی وسوسہ کی مدافعت کرے۔ جب مدافعت نہ کر سکی تو فاسد عقیدہ میں مبتلا ہونا ہوگا۔ لہٰذا احتراز کرے۔ ایسوں کو حدیث میں ارشاد ہوا **فر من المجذوم کما تفر من الاسد** ۔ جذوم سے بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے۔ **وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔**

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۳۹: ۲۰/ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے اہل سنت و جماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ ۱۱/ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کو میں مسجد اسٹیشن جنکشن پر نماز ظہر پڑھنے گیا۔ (کیونکہ اس چوکی پر میری تعیناتی تھی) مرزا صاحب امام مسجد نے بعد اذان ظہر صلوٰۃ کہی۔ ایک صاحب محمد نبی احمد ساکن سنبھل نے کہا یہ جو آپ نے صلوٰۃ کہی یہ بدعت ہے۔ بعد گفتگو کے وہ صاحب بہت تیز ہوئے اور کہا تمام شہروں میں گیا مگر یہ طریقہ جو آپ کے یہاں ہے نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب نے کہا میں عالم

نہیں ہوں جو آپ کو سمجھاؤں۔ اگر آپ اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ میرے ہمراہ شہر میں چلئے۔ وہاں کے عالم آپ کا اطمینان کر دیں گے۔ اس پر وہ راضی نہ ہوئے اور بدعت بدعت کرتے رہے اور کہا کہ کسی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں یہ صلوٰۃ نہ تھی۔

میں نے اس شخص سے کہا کہ اکثر شہروں میں مثل رامپور وغیرہ کے بعد نماز صلوٰۃ ہوتی ہیں اور ہمارے سردار رسول اکرم نبی معظم ﷺ پر دورد اور سلام بھیجنے کو آپ بدعت کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں یہ مدرسہ وسرائے وغیرہ نہیں تھی ان کو بھی آپ بدعت کہتے ہیں؟ تو جواب دیا کہ یہ بدعت مباح ہے۔ میں نے کہا صلوٰۃ بدعت حسنہ ہے جس کا ثواب ہم اہل سنت ہی کی قسمت میں اللہ عزوجل نے لکھ دیا ہے اور منکر اس ثواب سے محروم ہیں۔

اب گزارش یہ ہے کہ صلوٰۃ کب سے جاری ہے؟ اس کی قدرے تفصیل مع دلائل اور ایسا شخص جو ہمارے سردار معظم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کو بدعت کہے گمراہی ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: آپ نے ٹھیک جواب دیا اور جس امر کا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں مطلق حکم دیتا ہو اور خود اپنے ملائکہ کا فعل بتاتا ہوا سے بدعت کہہ کر منع کرنا انہیں وہابیوں کا کام ہے۔ وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا کہ اس کی گمراہی ان سے ہلکی ہے۔ وہ کذب کو اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتا اسی لئے اس نے الا عبادك منهم المخلصين ۔ استثنا کر دیا تھا یہ اللہ عزوجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ قاتلهم الله انى يوفكون۔

صلوٰۃ بعد اذان ضرور مستحسن ہے۔ ساڑھے پانچ سو برس سے زائد ہوئے بلاد اسلام حرمین شریفین ومصر وشام وغیرہ میں جاری ہے۔ درمختار میں ہے۔

والتسليم بعد الاذان حدث فى ربيع الاخر ۷۸۱ سبع مائة واحدى وثمانين فى عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث فى الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة۔

قول البدیع امام سخاری ہے۔

والصوب انه بدعة حسنة یوجر فاعله وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

کـــتـــبـــه

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۴۰: ۲۹/ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ تمباکو کو کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ جو لوگ تمباکو پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ اگر تمباکو کا پان کھا کر تلاوت قرآن عظیم و دیگر وظائف درود شریف وغیرہ پڑھیں تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بقدر ضرر و اختلال حواس کھانا حرام ہے اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے بار کھا کے کلیوں سے خوب منہ صاف کر دیں کہ بو آنے نہ پائے تو خالص مباح ہے۔

بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ چاہئے۔ منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو اور قرآن عظیم تو حالت بدبو میں پڑھنا اور بھی سخت ہے۔ ہاں جب بدبو نہ ہو تو درود شریف و دیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان یا تمباکو ہو اگرچہ بہتر صاف کر لینا ہے۔ لیکن قرآن عظیم کی تلاوت کے وقت ضرور منہ بالکل صاف کر لیں۔ فرشتوں کو قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہ دی گئی۔ جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے۔ فرشتہ اس کے منہ پر منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی کسی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے فرشتہ کو ایذا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

طیبوا افواھکم بالسواك فان افواھکم طریق القران۔

اپنے منہ مسواک سے ستھرے کرو کہ تمہارے منہ قرآن عزیز کا راستہ ہیں۔

رواہ السنجری من الابانته بعض الصحبته رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم بسند حسن۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستك ان احدکم اذا قرئی

صلاته وضع ملك فاه علی فیه ولا یخرج من فیه شیء الادخل فم الملك (رواه البیهقی فی الشعب وتمام فی فوائده والضیاء فی المختارۃ عن جابر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالٰی عنهما وهو حدیث صحیح)

جب تم میں کوئی تہجد کو اٹھے مسواک کرلے کہ جو نماز میں تلاوت کرتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے جو اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ فرشتہ کے منہ داخل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔

لیس شیء اشد علی الملك من ریح الثمر ماقام عبد الی صلوٰۃ قط الا التقم فاه ملك ولا یخرج من فیه اٰیة الایدخل فی فی الملك۔

فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں۔ جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اس کا منہ اپنے میں لے لیتا ہے جو آیت اس کے منہ سے نکلتی ہے فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـتـبـہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ۱۴۱: ۳۰/ جمادی الاولٰی شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے اہل سنت کی خدمت میں گزارش ہے مسلمان پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر کافر یا رافضی یا وہابی کسی مسلمان کے پڑوسی ہوں تو ان کا بھی وہی حق ہوگا جو مسلمان کا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسلمان پڑوسی کے بہت حق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننتانه انه یورثه

رواه البیهقی فی السنن عن ام المومنین الصدیقه رضی اللّٰه

تعالیٰ عنهما بسند صحیح.

جبرائیل مجھ سے پڑوسی کے حق کی تاکیدیں بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اسے ترکہ کا وارث کردیں گے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

حق الجار علی جاره ان مرض عدته وان مات شیعته وان استقرضك اقرضته وان اعور سترته وان اصابه خیر هناته وان اصابته مصیبة عزیته ولا ترفع بناك فوق بنائه فتسد علیه الریح ولا توذیه بریح قدرك الا ان تعزف له منها۔ (رواه الطبرانی فی الکبیر عن معویته بن حیدة القشیری رضی الله تعالیٰ عنه)

ہمسائے کا ہمسائے پر حق یہ ہے کہ (۱) بیماری پڑے تو تو اس کے پوچھنے کو جائے اور (۲) مرے تو اس کے جنازہ کو جائے اور (۳) وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے۔ (۴) اور اس کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اسے چھپائے (۵) اور اسے کوئی بھلائی پہنچے تو تو اسے مبارک باد دے (۶) اور کوئی مصیبت پڑے تو اسے دلاسا دے (۷) اور اپنی دیوار اس کی دیوار سے اتنی اونچی نہ کر کہ اس کے مکان کی ہوا رکے۔ (۸) اور اپنی دیگچی کی خوشبو سے اسے ایذا نہ دے مگر یہ کہ اس کھانے میں سے اسے بھی حصہ دے (یعنی تو امیر ہے اور وہ غریب اور تیرے یہاں عمدہ کھانے پکتے ہیں' خوشبو اسے پہنچے گی۔ وہ ان پر قادر نہیں اس سے ایذا پائے گا۔ لہٰذا اس میں سے اسے بھی دے کہ وہ ایذا خوشی سے مبدل ہو جائے)

رافضی وہابی کا کوئی حق نہیں کہ وہ مرتد ہیں۔ نہ کسی کافر غیر ذمی کا اور یہاں کے سب کافر ایسے ہی ہیں۔ ان کے بارے میں صرف اتنا ہی ہے کہ ان کے غدر و بدعہدی جائز نہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۴۲: ۱۲/ ربیع الاولیٰ شریف ۱۳۳۸ھ

راہبران دین ومفتیان شرح متین کا کیا حکم ہے کہ نیاز اور فاتحہ میں کیا فرق ہے؟ نیاز فاتحہ دینے کا مستحب طریقہ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے اس کو ثواب کس طریقہ سے پہنچائے؟ سوائے اس کے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں۔ اس میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اولیائے کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔

سورہ فاتحہ آیۃ الکرسی اور تین بار یا سات بار یا گیارہ بار سورہ اخلاص، اوّل آخر ۳-۳ یا زائد بار درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرے کہ الٰہی! میرے اس پڑھنے اور اگر کھانا کپڑا وغیرہ بھی ہوں تو ان کا نام بھی شامل کرے، اس پڑھنے، ان چیزوں کے دینے پر جو ثواب مجھے عطا ہوا سے میرے عمل کے لائق نہ دے۔ اپنے کرم کے لائق عطا فرما۔ اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں نذر پہنچا، ان کے آبائے کرام اور مشائخ عظام واولاد امجاد ومریدین ومحبین اور میرے ماں باپ اور فلاں اور فلاں اور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو گزرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۳: ۲۴/ جمادی الاولیٰ شریف ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا کہ خضاب کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر اور سیاہ خضاب کو حدیث میں

فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے۔ ہمارا مفصل فتویٰ اس بارے مدت کا شائع ہو چکا ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۴: ۳۰/ جمادی الاولیٰ شریف ۱۳۳۸ھ

رہبران دین و مفتیان شرح متین کیا فرماتے ہیں کہ ذبیحہ رافضی و وہابی اور قادیانی کا جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے؟ کافر اہل کتاب عیسائی یہودی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے۔ جب کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں؟ اور مسلمان عورت بھی ذبح کر سکتی ہے یا نہیں۔ جب کہ کوئی مرد مکان میں نہ ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عورت کا ذبیحہ جائز ہے جب کہ ذبح صحیح طور پر کر سکے۔ یہودی کا ذبیحہ حلال ہے جب کہ نام الٰہی عزوجل لے کر ذبح کرے۔ یونہی اگر کوئی واقعی نصرانی ہو نہ نیچری دہریہ جیسے آج کل کے عام نصاریٰ ہیں۔ کہ نیچری کلمہ گو مدعی اسلام کا ذبیحہ تو مردار ہے نہ کہ مدعی نصرانیت کا رافضی تبرائی، وہابی، دیوبندی، وہابی غیر مقلد، قادیانی، چکڑالوی، نیچری ان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار حرام قطعی ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔ ولا ذبیحۃ لمرتد۔ ہاں غیر تبرائی یعنی تفضیلیہ کا ذبیحہ حلال ہے جب کہ ضروریات دین سے کسی شے کا خود منکر ہو نہ اس کے منکر رافضی وغیرہ کو مسلمان جانتا ہو۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۵: ۲۵/ جمادی الآخر شریف ۱۳۳۸ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص رامپوری نے کمترین سے کہا کہ تم

اعلیٰ حضرت سے دریافت کرنا کہ میں نے علماء کی زبانی سنا ہے کہ کافر کتابی سے نکاح جائز ہے اور رافضی، وہابی، تبرائی، قادیانی سے حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ تو کیا رافضی، وہابی، قادیانی کافر کتابی سے بدتر ہیں؟ رافضی تو خلفائے کرام کو تبرا کہہ کر اور وہابی توہین رسالت ماب ﷺ سے اور قادیانی دعویٰ نبوت سے کافر ہوئے۔ لیکن کلمہ گو اور باقی افعال مثل نماز، روزہ وغیرہ تو مسلمانوں کی طرح ہیں لیکن کافر کتابی تو سرے سے نہ حضور اکرم نبی معظم ﷺ کو مانتے ہیں نہ نماز، روزہ اور سب ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اگر رافضی، وہابی، قادیانی سے نکاح ناجائز ہے تو کافر کتابی سے بدرجہ اولیٰ ناجائز ہونا چاہئے۔ یہ بھی کہا کہ اگر مرد مسلمان ہو تو اس گمان پر رافضیہ، وہابیہ، قادیانیہ سے نکاح کرے کہ یہ میری محکوم رہے گی۔ میں سمجھا کہ جس طرح ہو سکے گا مسلمان کرلوں تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مسئلہ ۴۳ کو دیکھتے اس کا جواب واضح ہو جاتا۔ احکام دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اور مرتدوں میں سب سے خبیث تر مرتد منافق، رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے، نماز وغیرہ افعال اسلام بظاہر بجالاتے۔ بلکہ وہابی وغیرہ قرآن وحدیث کا درس دیتے لیتے اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں بھی شریک ہوئے بلکہ چشتی، نقشبندی وغیرہ بن کر پیری مریدی کرتے اور علماء ومشائخ کی نقل اتارتے اور با این ہمہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں کرتے یا ضروریات دین سے کسی شے کا انکار رکھتے ہیں۔ ان کی اس کلمہ گوئی وادعائے اسلام اور افعال واقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے ان کو اخبث واضر اور ہر کافر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست، مجوسی سب سے بدتر کردیا کہ یہ آکر پلٹے، دیکھ کر اپلٹے، واقف ہو کر اوندھے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

یہ اس کا بدلہ ہے کہ وہ ایمان لا کر کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کردی گئی تو اب ان کو اصلا سمجھ کر نہیں رہی۔ (وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ)

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ۴۶: ۹/رجب ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ زید چند طریقہ سے صرافی کرتا ہے۔

۱-روپیہ کاکل نامہ چاندی کر دیتا ہے۔

۲-کل نامہ گلٹی کا۔

۳-پورے سولہ آنے پیسے۔

۴-چاندی گلٹی پیسے ملے ہوئے مگر سولہ آنے دیتا ہے۔

۵-ہر چہار طریقہ مذکورہ بالا میں ایک پیسہ کم۔

۶-اسی طریقہ سے نوٹ کا نامہ دیتا ہے۔یا تو ہر طریقہ میں پورا نامہ یا ہر ایک میں ایک ایک پیسہ کم۔

۷-اور ۱۰۰ نوٹوں کے ۹۹ روپیہ بھی فروخت کرتا ہے اور خریدنے والے خوشی سے لے جاتے ہیں۔

آیا یہ سب طریقے جائز ہیں یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب: دونوں طرف نری چاندی ہو تو دو باتیں فرض ہیں۔دونوں کانٹے کی تول ہم وزن ہوں اور دونوں دست بدست اسی جلسہ میں ادا کی جائیں۔بائع مشتری کو دے مشتری بائع کو۔ان میں سے جو بات کم ہوگی حرام ہے اور اگر ایک طرف روپیہ ہے اور دوسری طرف نری چاندی نہیں' گلٹ یا پیسے نوٹ ہیں۔یا روپیہ سے کم چاندی باقی پیسے یا گلٹ نوٹ۔یا ایک طرف نوٹ ہے اور دوسری طرف چاندی یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ تو صرف ایک بات لازم یہ کہ ایک طرف کا قبضہ ہو جائے۔اگر بیع وشرا کرلی اور نہ بائع نے مشتری کو بیع نہ مشتری نے بائع کو ثمن تو حرام ہے۔ایک طرف کا قبضہ ہو جائے تو جائز۔ اگرچہ دوسری طرف سے ابھی نہ ہو۔اس صورت میں پیسے دو پیسے خواہ زائد کی کمی یا سو کا نوٹ ایک روپیہ یا ایک روپیہ کا سو روپیہ کو برضا مندی بیچنا سب جائز ہے۔یہ سب صورتوں کا جواب ہوگیا۔یہ احکام بیع میں ہیں۔اگر روپیہ یا گلٹ' یا پیسے یا نوٹ قرض دیئے اور یہ ٹھہرالیا کہ ایک پیسہ زائد لیا جائے تو حرام قطعی اور سود ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۷: ۱۵/ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت و جماعت کا کہ دیہات میں اکثر یہ رواج ہے کہ مسلمان بکرے کو ذبح کر کے چلا جاتا ہے۔ باقی گوشت پوست سب ہندو چک بنا کر فروخت کرتے ہیں۔ ایسا گوشت مسلمانوں کو کھانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حرام ہے کافر کا یہ کہنا کہ یہ وہی بکرا ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا مسموع نہیں اذلا قول لہ فی الدیانات ۔ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو کوئی نہ کوئی مسلمان جب سے اب تک اسے دیکھتا رہا ہو جس سے اس پر اطمینان ہے کہ یہ وہی جانور ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا تو خریداری جائز ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۸: ۲۸/ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ والدین کا بھی اولاد کے اوپر کچھ حق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: والدین کا حق اولاد پر اتنا ہے کہ ربّ عزوجل نے اپنے حقوق عظیمہ کے ساتھ گنا ہے۔

ان اشکرلی ولوالدیک — حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا (وَاللّٰـہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ)

کـــــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۹: کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کو جانا اور مرثیہ سننا' ان کی نیاز کی چیز لینا' خصوصاً آٹھویں محرم کہ جبکہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے۔ ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے۔ ان کی نیاز نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم از کم ان کے ناپاک قلیتن کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔

محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۰: ۱۱/محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں۔

۱۔ بعض اہل سنت وجماعت عشرہ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے اور نہ جھاڑو دیتے ہیں۔ کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

۲۔ ان دس دن میں کپڑوں نہیں اتارتے۔

۳۔ ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔

۴۔ ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔

یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب: پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ۵۱: ۱۵/محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سید صاحب سر پر بال اس طرح رکھیں کہ وہ کاکل یا گیسو کہے جاسکیں۔ تو ایسے بال ان سید صاحب کو بڑھانا جائز ہیں یا نہیں؟ سنا گیا ہے کہ امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گیسو تھے جو شانوں پر لٹکتے تھے۔

الجواب: شانوں تک گیسو جائز ہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔ شانوں سے نیچے بال کرنا عورتوں سے خاص اور مرد کو حرام ہے۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ تعالیٰ المتشبھن بالنساء ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۲: ۲۱/محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ؟ سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں، یا وضو، یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو، جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ وعمرو بن عاص وابوموسیٰ اشعری ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے۔ انہیں امام بنانا حرام، ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب۔

انہیں کے قریب ہے فاسق معلن۔ مثلاً داڑھی منڈا، یا خشخاشی رکھنے والا، یا کتروا کر حد شرع سے کم کرنے والا، یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا، خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے، یا ریشمی کپڑا پہنے، یا مغرق ٹوپی، یا ساڑھے چار

ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں یا سود خوار یا ناچ دیکھنے والا۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

جو فسق معلن نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت ونفرت کرتے ہوں۔ اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولی اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔

اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب زائد مسائل نماز طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولی ہے۔ بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے اگرچہ عالم تبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے۔ دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لئے جائیں۔ بخلاف قسم اول مثال دیوبندی وغیرہم کہ نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کیلئے نہ مل سکے تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کے کچھ عوض نہیں۔

امام اسے کہا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت، صحیح القراۃ ہو، مسائل نماز وطہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔

یہی اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل واطناب، وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بالصواب۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۳: یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا حق ہیں؟

الجواب: مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا' رہنے کو مکان دینا' مہر وقت پر ادا کرنا' اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا' اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالٰی۔

وعاشروھن بالمعروف — اوران کے ساتھ اچھی گزران کرو

وقال تعالٰی۔

یٰایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارًا — اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو' اپنے آپ اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

عورت پر مرد کا حق امور متعلقہ زوجیت میں اللہ ورسول کے بعد تمام حقوق حتیٰ کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت' اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔ بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں آٹھویں دن' وہ بھی صبح سے شام تک کیلئے اور بہن بھائی' چچا' ماموں' خالہ' پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد۔ شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں "اگر میں کسی کو کسی غیر خدا کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔" ایک حدیث میں ہے "اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا۔" وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی ﷺ

مسئلہ ۵۴: ۲۹/صفر ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم اللہ جل شانہ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز میں کسی طرح کی کراہت تو نہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۵۵: ۶/ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس جانور کو ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی پہلی دفعہ میں اس کی گردن اس کے جسم سے علیحدہ ہوگئی۔ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی کھال اس کے سر سے کچھ لگی رہی تو کیا حکم ہے؟

الجواب: دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ وَاللّٰہُ تعَالیٰ اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۵۶: ۱۲/ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے۔ ان کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے آیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو ان کو کیا کرنا چاہئے؟ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں۔

ایک موضع میں ان سوئم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہٰذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ چیزیں غنی نہ لے فقیر لے۔ وہ جوان کا منتظر رہتا ہے ان کے ملنے سے خوش ہوتا ہے۔ اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے۔ مشرک یا چمار کو ان کا دینا گناہ، گناہ، گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے۔

یہ حکم عام فاتحہ ہے نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں، وہ تبرک ہے۔ فقیر و غنی سب لیں جبکہ مانی ہوئی نذر بطور شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ وَاللّٰہُ تعَالیٰ اَعْلَمُ۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۵۷: ۱۵/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مذبح میں گاؤ کشی کرتا ہے اور ہر ایک ذبیحہ پر دو پیسے ایک ایک آنہ لیتا ہے۔ وہی زید امامت بھی کرتا ہے اور گاہ گاہ اجرت ذبیحہ میں گوشت بھی لیتا ہے۔ اب علمائے دین فرمائیں کہ ذبیحہ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اس کا امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

بعض شخص کہتے ہیں کہ گوشت کھانا کسی آیت حدیث سے ثبوت نہیں۔ بعض شخص کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے زمانہ میں گاؤ کو ذبح کرا کر اور اس کا گوشت پکوا کر اس میں اپنی انگشت مبارک تر کرکے چوس لیا ہے۔ سو یہ بھی تب کیا تھا کہ حضور اقدس ﷺ کو کئی دن کا فاقہ تھا۔ جب سے گوشت کھانا لوگوں نے اپنے مزے کی خاطر جاری کرلیا ہے اب جناب قبلہ سے امیدوار ہوں کہ اس کا پورا پورا ثبوت مع آیت وحدیث شریف کے تحریر فرما کر عطا فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ذبح پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ لانہ لیس بمعصیۃ ولا واجب متعین علیہ۔ ہاں یہ ٹھہرانا کہ اسے ذبح کرتا ہوں۔ اس میں اتنا گوشت اجرت میں لوں گا یہ ناجائز ہے۔ لانہ کقفیز الطحان۔ جو جائز ذبح پر جائز اجرت لے۔ اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی حرج نہیں۔ اس کی امامت درست ہے۔ جب کہ کوئی مانع شرعی نہ رکھتا ہو۔ گوشت کھانا بلاشبہ قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ

وقال اللّٰہ تعالٰی فَمِنْھَا رَکُوْبُھُمْ وَمِنْھَا یَاْکُلُوْنَ

وقال اللّٰہ تعالٰی وَمَا لَکُمْ اَلَّا تَاْکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔

وہ بے سروپا حکایت جو کسی نے بیان کی محض کذب ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــــتـبــــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۵۸: ۲۷/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے شجرہ خوانی دام ت زویر ہے۔ اس پر بہارستان مولانا جامی سے یہ عبارت نقل کرتا ہے۔

از حضرت سید بہاء الدین صاحب نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پرسیدند۔ کہ از حضرت شجرہ شما چیست فرمودند کہ کسے از شجرہ خوانی بجائے نرسد۔ پس خدائے عزوجل رابیگانگی می شناسیم۔ وبہمہ انبیاء واولیاء ایمان آریم۔ ومقید سلسلہ نیستیم۔ یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت جناب کا شجرہ کیا ہے جناب نے ارشاد فرمایا کہ صرف شجرہ خوانی سے کوئی کسی مقام پر نہیں پہنچتا پس ہم اللہ تعالیٰ کو بے مثلیت کے ساتھ پہچانتے ہیں اور تمام انبیاء اور اولیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی ایک سلسلہ کے ہم پابند نہیں ہیں۔

الجواب: یہ قول محض باطل ہے اور اس میں ہزار ہا اولیائے کرام پر حملہ ہے۔ بہارستان سے جو عبارت نقل کی ہے۔ ساختہ ہے اس میں شجرہ خوانی یا شجرہ کا لفظ کہیں نہیں۔ پس خدائے عزوجل سے آخیر تک ساری عبارت اپنی طرف سے بڑھائی ہوئی ہے۔ بہارستان میں نہیں۔ شجرہ حضور سید عالم ﷺ تک بندے کے اتصال کی سند ہے۔ جس طرح حدیث کی اسنادیں امام عبدالرشید بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہ اولیاء وعلماء ومحدثین وفقہاء سب کے امام ہیں۔ فرماتے ہیں۔

لولا الاسناد لقال فی الدین من شاء ماشاء

اگر سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو شخص چاہتا دین میں اپنی مرضی کی بات کرتا پھرتا۔

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں۔

اولاً۔ رسول اللہ ﷺ تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ۔

دوم۔ صالحین کا ذکر کہ موجب نزول رحمت ہے۔

سوئم- نام بنام اپنے آقایان نعمت کو ایصال ثواب کہ ان کی بارگاہ سے موجب نظر عنایت ہے۔

چہارم- جب یہ اوقات سلامت میں ان کا نام لیوا رہے گا۔ وہ اوقات مصیبت میں اس کے دستگیر ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

تعرف الی اللہ فی لرخاء یعرفك فی الشدۃ — آرام کی حالت میں خدا کو پہچان وہ تجھے سختی میں پہچانے گا۔

رواہ ابو القاسم من بشران فی امالیۃ عن ابی ھریرۃ وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم بسند حسن۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مسجد کے اندر کھانا پینا جائز ہے یا مکروہ' یا حرام؟ کیا وہ شخص جو نفل اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو۔ کھا پی سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کھا پی سکتا ہے تو کیا کچھ ذکر الٰہی کرنے کے بعد' یا داخل ہوتے ہی فوراً کھا پی سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد میں ایسا کھانا پینا کہ مسجد میں گرے اور مسجد آلودہ ہو۔ مطلقاً حرام ہے۔ معتکف ہو یا غیر معتکف اسی طرح ایسا کھانا جس سے نماز کی جگہ گرے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو غیر معتکف کو مکروہ اور معتکف کو مباح کہ اگر واقعی اسے اعتکاف منظور ہی تھا جب تو نیت کرتے ہی معاً کھا پی سکتا ہے۔ اگر اعتکاف کی نیت اس لئے کی کہ کھانا پینا جائز ہو جائے تو پہلے کچھ ذکر الٰہی کرے پھر کھائے۔

کـــتـــبـــہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ ۶۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کیا۔ نکاح دوم جائز ہے یا ناجائز؟ ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی وہ کیسی ہوگی؟ زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ۔ اس سے جو اولاد ہوگی شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں۔ اسے ولد حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔ جب تک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی۔ اس وقت تک کے جماع سے جو پہلی سے ہوئی۔ ولد حلال ہے اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو بھی شرعاً اولاد حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں۔ دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں۔ زید کا ترکہ پائیں گی۔ کہ نسب ثابت ہے۔ ہاں زوجہ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی۔ نکاح فاسد ہے۔ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں۔ پہلی مطلقاً اور دوسری اس صورت میں کہ حقیقتاً اس سے جماع کیا ہو۔ فقط خلوت کافی نہیں پھر بھی اپنا پورا مہر پائے گی اور دوسری مہر مثل اور جو مہر بندھا تھا۔ ان دونوں میں سے جو کم ہو وہ پائے گی۔

درمختار میں ہے۔

یجب مھر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود ومثلہ تزوج الاختین معاو نکاح الاخت فی عدۃ الاخت اھ ش بالوطء لابغیرہ کالخلوۃ ولم یزد مھر المثل علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل۔

واجب ہوگا مہر مثلی نکاح فاسد میں یعنی وہ نکاح جس میں شرائط صحت نکاح میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے مثلاً گواہ اور اسی طرح ہے دو بہنوں کا اکٹھا نکاح اور ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن کا نکاح اس مذکورہ بالا صورت میں مہر وطی

کرنے سے واجب ہوگا۔ وطئی کے بغیر خلوت وغیرہ سے مہر لازم نہیں ہوگا اور مہر مثل مہر مسمی پر زائد بھی نہ ہو کیونکہ کمی پر عورت راضی ہو چکی ہے اور اگر یہ مہر مسمی سے کم ہو تو مہر مثلی لازم ہوگا۔

ہدایہ باب النکاح الرقیق میں ہے۔

بعض المقاصد فی النکاح الفاسد حاصل کالنسب ووجوب المهر والعدة۔

بعض مقاصد نکاح فاسد میں حاصل ہیں جیسے ثبوت نسب اور وجوب مہر اور عدت

درمختار میں ہے۔

یستحق الارث بنکاح صحیح فلا تواث بفاسد ولا باطل اجماعا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

آدمی مستحق وراثت صحیح نکاح سے ہی ہوگا پس نکاح فاسد اور باطل سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوسکتا اجماعاً۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

حصہ دوم

احکامِ شریعت

تصنیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

نظامیہ کتاب گھر لاہور
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور 0301-4377868

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا قول ہے وقت مغرب بہت قلیل ہے اسی وجہ سے چھوٹی سورۃ مغرب میں پڑھتے ہیں۔ بعد دو سنت و نفل کے مغرب کا وقت نہیں رہتا یا پانچ، چھ منٹ اور رہتا ہے۔ عمرو کہتا ہے نماز مغرب اوّل وقت پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا پڑھنا یہ سب مستحب ہے۔ مغرب کا وقت جب تک سرخی شفق کی رہتی ہے باقی رہتا ہے۔ بلکہ آدھ گھنٹے سے زائد رہتا ہے لہٰذا گزارش ہے کہ وقت مغرب کی پہچان کہ کب تک رہتا ہے اور کتنی دیر رہتا ہے۔ زید وعمرو کے قول کی تصدیق اور یہ کہ سرخی کے بعد جو سفیدی رہتی ہے۔ اگر اس وقت کوئی شخص نماز مغرب ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں اور بلا کراہت کس وقت تک پڑھنا جائز ہے؟

الجواب: زید کا قول محض غلط ہے اس نے اپنی طبیعت سے یہ بات گھڑی ہے جبھی تو وہ شک کی حالت میں ہے خود کبھی کہتا ہے نہیں رہتا۔ پھر کہتا ہے پانچ یا چھ منٹ اور رہتا ہے۔ یہ سب اس کے باطل خیالات ہیں جن کو شرعی معاملات میں استعمال کرنا حرام ہے بلکہ مغرب کا وقت اس سفیدی کے ڈوبنے تک رہتا ہے جو عرضاً یعنی جانب مغرب میں شمالاً جنوباً سفیدہ صبح کی طرح پھیلی ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو سفیدی نہ جنوباً شمالاً بلکہ آسمان میں اوپر کی طرف کو طولاً صبح کاذب کی طرح باقی رہے اس کا اعتبار نہیں۔ غروب آفتاب سے اس سفیدی ڈوبنے تک جو عرضاً پھیلی ہوتی ہے۔ اس بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ وقت ہوتا ہے اور زائد سے زائد ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ۱۸ سے ۳۵ منٹ تک وقت بدلتا رہتا ہے۔ کہ بعض دنوں میں سفیدی ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ، بعض دنوں میں ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ، بعض میں ۲۰۔ اسی طرح ۳۵ منٹ بعد غروب ہوتی ہے۔ ردالمحتار تحت قول ماتن الشفق هو الحمرة عندهما وبه قالت الثلثة واليه رجع الامام فرمایا: والمحقق في الفتح بانه لايساعده رواية ولا دراية الخ وقال تلميذه العلامة قاسم في تصحيح

القدوری ان رجوعه لم یثبت لما نقله الكافة من لدن الائمة الثلثة الی الیوم من حکایة القولین ودعوی عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول قال فی الاختیار الشفق البیاض وهو مذهب الصدیق الخ ۔ ہاں مغرب کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے اور بلا عذر دو رکعتوں کے قدر دیر لگانا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ درمختار میں ہے والمستحب التعجیل فی المغرب مطلقا وتاخیر قدر رکعتین یکرہ تنزیہا۔اور بلا عذر اتنی دیر لگانا جس میں کثرت سے ستارے ظاہر ہو جائیں مکروہ تحریمی وگناہ ہے اسی میں والمغرب الی اشتباك النجوم ای کثرتها تحریما الابعذر۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۲: کیا حکم ہے علمائے اہل سنت وجماعت کا مسائل ذیل ہیں:

(الف) زیور نقرئی یا طلائی روزانہ پہنا جاتا ہو یا رکھا رہے کیا دونوں پر زکوٰۃ ہے؟

(ب) حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخ بازار جو بر وقت دینے زکوٰۃ کے ہو؟

(ج) جو روپیہ تجارت میں مثلاً پارچہ یا کرایہ وغیرہ خرید لیا ہے اس پر زکوٰۃ کس حساب سے دینا ہوگی؟

(د) فی صدی کیا زکوٰۃ ہوگا؟

(ہ) زکوٰۃ کا روپیہ کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ کو دینا چاہیے یا نہیں؟

(و) زکوٰۃ کا دینا اولیٰ کس کو ہے بھائی، بہن، والدین جو صاحب نصاب نہ ہوں ان کو دینا چاہئے یا نہیں؟

(ز) جتنی روپیہ جس شخص کے پاس ہوں صاحب نصاب ہے اب وہ زکوٰۃ کا کیا دے؟

(ح) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض؟

(ط) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کیلئے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بکری کی قربانی کرو تو کس کی قربانی کی جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(الف) زیور طلا پر زکوٰۃ ہے۔ ہر وقت پہنے رہیں خواہ کبھی نہ پہنیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ب) سونے کے عوض سونا اور چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا۔ ہاں! اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی۔ نرخ بنوانے کے وقت کا معتبر ہوگا نہ وقت ادا کا۔ اگر سال تمام سے پہلے یا بعد ہو بلکہ جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی وہ تاریخ اور وہ وقت جب عود کریں گے۔ اس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا۔ اس وقت کا نرخ لیا جائے گا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ج) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو اس مال تجارت کی قیمت ہے اس کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(د) آسانی اس میں ہے کہ فیصد ڈھائی روپے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ہ) ان کو دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(و) یہ جن کی اولاد میں ہے جیسے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اور جو اس کی اولاد ہیں جیسا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی، ان کی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ بھائی بہن اگر مصرف زکوٰۃ ہوں تو ان کو دینا سب سے افضل ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ز) چھپن (۵۶) روپیہ کا چالیسواں حصہ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ح) صاحب نصاب جو اپنی حوائج اصلیہ سے فارغ چھپن (۵۶) روپیہ کے مال کا مالک ہو۔ اس پر قربانی واجب ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ط) مشرکوں کی خوشنودی کیلئے گائے کی قربانی بند کرنا حرام۔ حرام سخت حرام اور جو بند کرے گا جہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا اور روز قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جس شخص کے ذمہ نماز قضا دس یا بارہ یا چودہ سال کی ہو۔ وہ شخص کس طریقہ سے نماز قضا پھیرے جو طریقہ آسان ہو ارقام فرمایئے مع نیت و وتر کے کہ نماز وتر قضا پڑھی جائے یا نہیں۔ جواب عام فہم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: قضا ہر روز کی نماز کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ دو فرض فجر کے، چار ظہر، چار

عصر' تین مغرب' چار چار عشاء کے اور تین وتر۔ قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے۔ ''نیت کی میں نے سب میں پہلی یا سب میں پچھلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی یا پچھلی ظہر کی جو مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک میں نے اسے ادا نہ کیا''۔ اسی طرح ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہیں وہ آسانی کیلئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار **سبحان ربی العظیم 'سبحان ربی الاعلیٰ** ۔ کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے۔ اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے۔ اسی طرح سجدہ میں۔ ایک تخفیف کثرت قضا والے کیلئے یہ ہو سکتی ہے دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع کرلے۔ مگر وتروں کی تینوں رکعت میں الحمد اور سورہ دونوں ضرور پڑھی جائیں۔ تیسری تخفیف یہ کہ پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ **اللھم صلی علی محمد و الہ** ۔ کہہ کر سلام پھیر دے۔ چوتھی تخفیف یہ کہ وتروں کی تیسری رکعت میں دعا قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار **رب اغفرلی** کہے۔ **وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ**۔

مسئلہ ۴: کیا حکم ہے شرع مطہر کا مسئلہ میں کہ تین بھائی حقیقی ایک مکان میں رہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد تین قطعے ہوگئے۔ دو مکانوں کا دروازہ ایک ہی رہا اور تیسرے قطعہ کا دروازہ علیحدہ دوسری جانب کو بنایا گیا۔ مگر اس مکان میں ایک کھڑکی پچھلے دونوں قطعوں میں آمدورفت کے واسطے رہی جس کے باعث سے تینوں بھائیوں کے مکان ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اس تیسرے قطعہ یعنی کھڑکی والے مکان کے ساکن کا انتقال ہوگیا تو مرحوم کی بی بی ایام عدت میں اس کھڑکی سے پچھلے دونوں قطعوں میں جا سکتی ہے یا نہیں۔ اور پچھلے دونوں قطعوں کے مالک بھی مرحوم ہی تھے۔ **بینوا توجروا**۔

الجواب: جب کہ میت کا مکان سکونت وہ تھا عورت اس میں عدت پوری کرے اور کھڑکی دو مکانوں کو ایک نہیں کر سکتی۔ **وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ**۔

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔ اس مسئلہ میں کہ زید نے نکاح کیا اور رخصت کے بعد یہ معلوم ہوا کہ عورت امراض سخت میں مبتلا ہے اور اولاد کی اس سے قطعاً

ناامیدی ہے اور کاروبار خانہ داری سے بالکل مجبور ہے۔ دو سال تک زید نے اپنی عورت کا علاج کیا مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا۔ مجبوراً زید نے دوسرا کیا۔ زوجہ اولیٰ کے والدین نے اپنی لڑکی کو اپنے مکان پر روک لیا اور زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کیا۔ چند بار زید اپنی بی بی کے لینے کے واسطے گیا اور بہت خوشامد کی مگر زوجہ اولیٰ کے والدین کسی طرح رضامند نہیں ہوئے۔ زید اس کے بلانے کی کوشش میں ہے ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر یہ صورت واقعہ میں زید کا قصور کیا ہے اس کے پیچھے نماز بے تکلف روا ہے۔ اگر اور شرائط امامت رکھتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ (سورہ النجم-۳۸)

مسئلہ ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بازاری عورت طوائف کا بیٹا ہے۔ بچپن سے زید کی طبیعت علم کی طرف مائل تھی حتیٰ کہ وہ عالم ہو گیا۔ نماز اس کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس کے والد کا پتہ نہیں کہ کون تھا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز جائز ہونے میں کلام نہیں بلکہ جب وہ عالم ہے اگر عقیدے کا سنی ہو اور کوئی وجہ اس کے پیچھے نماز کی نہ ہو تو وہی امامت کا مستحق ہے۔ جب کہ حاضرین میں اس سے زیادہ کسی کو مسائل نماز و طہارت کا علم نہ ہو۔ کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۷: کیا حکم ہے شریعت مطہر کا اس میں کہ دعوت طعام کون سی سنت ہے اور کس دعوت طعام سے انکار کرنا اور قبول نہ کرنا گناہ ہے بالتفصیل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جب کہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہ نہ ہو۔ نہ کوئی مانع شرعی ہو اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے۔ کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے۔ باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے۔ جب کہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول نہ کرنے کا اسے مطلقاً اختیار

ہے۔ردالمحتار میں ہے۔

دعي الى وليمة طعام العرس وقيل الوليمة اسم لكل طعام وفي الهندية عن التمر تاشي اختلف في اجابة الدعوى قال بعضهم واجبة لا يسع تركها وقال العامة هي سنة والافضل ان يجيب اذا كانت وليمة ولافهو مخير والا جابة افضل لان فيها ادخال السرور في قلب المومن واذا اجاب فعل ما عليه اكل الا والافضل ان ياكل لوغير صائم وفي البناية اجابة الدعوة سنة وليمة واغير ها وامادعوة يقعد بها النظاول او انشاء الحمد اوما اشبهه فلا ينبغي اجابتها لا سيما اهل العلم اه ملخصا وفي الاختيار وليمة العرس سنة قديمة ان لم يجبها اثم وجفالانه استهزاء المضيف اه ومقتضاه انها سنة مؤكدة بخلاف غيرهاو صرح شراح الهداية بانها قربة من الواجب وفي التاتار خانية عن الينا بيع لودعي الى دعوته فالوا جب الااجابة ان لم يكن هناك معصية ولا بدعة والامتناع اسلم في زماننا الا اذا علم يقينا ان لا بدعة ولا معصية اه والنظاهر حمله على غير الوليمة لما مر تامل اه وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(الف) حضور سرور عالم ﷺ نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالٰی سے وعدہ لے لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا۔ جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ کتاب معارج النبوۃ سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔

(ب) کتاب معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں؟

(ج) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگوائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(د) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان میلاد شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

(ہ) خاتون جنت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روز محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہوں گی۔ امام حسین رضی تعالیٰ عنہ و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون آلود اور زہر آلودہ کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جو جنگ احد میں شہید ہو گیا تھا۔ ہاتھ میں لئے ہوئے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایا پکڑ کر بلائیں گی اور خون کے معاوضہ میں امت عاصی کو بخشوائیں گی صحیح یا نہیں؟

(و) مجلس میلاد شریف پڑھنے کے لئے بیشتر ٹھہرا لینا کہ ایک روپیہ دو تو ہم پڑھیں گے اور اس سے کم پر نہیں پڑھیں گے۔ وہ بھی اس سے پیشگی بطور بیعانہ یا سائی جمع کرا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ز) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج عرش الٰہی پر نعلین مبارک تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟ اللہ کے حضور حاضر ہونا کہنا چاہئے نہ کہ تشریف لے جانا مؤلف یعنی معہ نعلین عرش پر جانا۔ (۲۲ مؤلف)

(ح) رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکر شہادت و مصائب شہدائے کربلا و سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

(ط) بیان کیا جاتا ہے کہ شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے والدین رضی اللہ عنہما کا عذاب دکھایا گیا اور ارشاد باری ہوا کہ اے حبیب یا ماں باپ کو بخشوا لے یا امت کو آپ نے ماں باپ کو چھوڑا۔ امت اختیار کی صحیح ہے یا نہیں؟

(ی) زید باوجود اطلاع پانے جوابات سوالات مذکور الصدر کے اگر اپنے قول و افعال مذکورہ بالا سے باز نہ آئے اور تائب نہ ہو۔ ان جوابات کو جھوٹا تصور کرے۔ یہی بیانات اور طریقے جاری رکھے تو اس سے مجلس شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: (الف) بے اصل ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ب) سنی واعظ تھے۔ کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ج) اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس کیلئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے۔ وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول ہوگا۔ کما نص علیہ فی الهندیة وغیرها۔ بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا۔ اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی۔ جو شیرینی اسے خاص اجرت زنا یا غنا میں ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر جمع ہوئے۔ وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے۔ یہ حکم تو شیرینی و فاتحہ کا ہوا تو مگر اس کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کیلئے ہو معصیت یا مظنہ معصیت یا تہمت یا مظنہ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے۔

من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الأخر فلا یقف مواقع التھم۔

ترجمہ: جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔ اوّل تو ان کی چوکی اور فرش اور ہر استعمال چیز انہیں احتمالات خباثت پر ہی ہے جو اہل تقویٰ نہیں، اسے ان کے ساتھ قرب آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہل تقویٰ ہے اس کیلئے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے۔ پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا احمق کا کام ہے۔

ومن وقع حول الحمی اوشك ان یقع فیه

جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں پڑ بھی جائے گا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(د) علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن مناسب نہیں۔

(ہ) یہ سب محض جھوٹ اور افترا اور کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے۔ مجمع اولین وآخرین میں ان کا برہنہ تشریف لانا جن کو برہنا سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا۔ وہ کہ جب صراط پر گزر فرمائیں گے زیر عرش سے منادی ندا کرے گا۔ اے اہل محشر اپنے سر جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہ بنتِ محمد ﷺ کی صراط پر گزر فرماتی ہیں پھر وہ نور الٰہی ایک برق کی طرح ستر ہزار حوریں جلوے میں لئے ہوئے گزر فرمائے گا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(و) اللہ عزوجل فرماتا ہے: لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۔ یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ح) حرام ہے ع کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ حدیث میں ارشاد ہوا لاتجالسوھم ۔ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ دوسری حدیث میں فرمایا من کثر سواد قوم فھو منھم۔ جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ط) محض جھوٹ افترا اور کذب و بہتان ہے۔ اللہ و رسول پر افترا کرنے والے فلاح نہیں پاتے جل وعلا و ﷺ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ی) یہ جو بعد اطلاع احکام شرعیہ نہ مانے اور انہیں افعال پر مصر رہے۔ فتویٰ شریعت کو جھوٹا تصور کرے وہ گمراہ ہے۔ اس سے مجلس شریف پڑھوانا یا اس کا سننا اس سے امید ثواب رکھنا اس کی تعظیم کرنا سب ناجائز ہے۔ جب تک تائب نہ ہو۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے۔ اگر ہجرت ہی کرنا ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منورہ کو ہجرت کروں گا کم از کم یہ تو ہوگا کہ مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا۔ کہتا ہے دین مدینہ منورہ سے نکلا ہے اور پھر اسی طرف پلٹ جائے گا۔ پس اس جگہ سے کون جگہ افضل ہوگی اور اس زمانہ میں جب کہ نصاریٰ کا قبضہ اس جگہ ہے۔ کابل سے ہزار درجہ اس جگہ کی ہجرت کو افضل کہتا ہے اور اپنے لئے باعث سلامتی دین و شفاعت تصور کرتا ہے۔ زید کا یہ خیال درست ہے یا نہیں اور ہجرت اس کی درست ہوگی یا نہیں۔ اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن

میں نہ آئے گا۔ایسی نیت اس کی درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں بے شک مدینہ منورہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہوسکتی۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں والمدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون ۔''مدینہ منورہ ان کیلئے سب سے بہتر ہے اگروہ جانیں'' مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظ آداب نہیں ہوسکے گا اور قبضہ کفار کا بیان غلط اور ہو تو یہ نیت کہ ان کے قبضہ تک وہیں رہے گا۔الٹی نیت ہے۔وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

مسئلہ ۱۰: خدمت والا میں گزارش ہے کہ براہ کرم امور ذیل کا جواب مرحمت فرما کر خادم کی تسلی فرمائیں۔

(۱) مسائل خلافت اسلامیہ وہجرت عند الہند کے متعلق مولوی عبدالباری فرنگی محلی وابوالکلام آزادوغیرہ نے جو کچھ آواز اٹھائی ہے۔یہ حدود اسلامیہ وشرعیہ کے موافق ہے۔ ہے خلاف۔

(۲) ہرلحاظ سے جناب والا کوئی خاموشی کن مصالح کی بنا پر ہے۔اگر موافق ہے تو کیوں ان اصحاب کی تائید میں آواز نہیں اٹھاتے۔اگر خلاف ہے تو دوسرے مسلمانوں کو خطرناک ہلاکت ہے کیوں نہیں روکا جاتا۔جناب والا نے اپنے لئے کیا راہ تجویز فرمائی ہے۔بینوا توجروا۔

الجواب: مقصد بتایا جاتا ہے اماکن مقدسہ کی حفاظت اس میں کون مسلمان خلاف کرسکتا ہےاور کاروائی کی جاتی ہے۔کفار سے اتحاد مشرک لیڈروں کی غلامی وتقلید قرآن شریف وحدیث شریف کی عمر کو بت پرستی پر نثار کرنا۔مسلمان کا قشقہ لگوانا کافروں کی جے بولنا رام چھمن پر پھول چڑھانا اور رراماین کی پوجا میں شریک ہونا مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بول کر مرگھٹ کو لے جانا' کافروں کو مسجد میں لے جاکر مسلمانوں کا واعظ بنانا شعار اسلام قربانی گاؤ کو کفار کی خوشامد میں بند کرنا۔ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام وکفر کی تمیز اٹھا دے اور بتوں کے معبد پر آگ کو مقدس ٹھہرائے اور اسی طرح کے بہت اقوال احوال وافعال جن کا پانی سر سے گزر گیا۔جنہوں نے اسلام پر یکسر پانی پھیر دیا کون مسلمان ان میں موافقت کرسکتا ہے۔ان حرکات خبیثہ کے رد میں فتوے لکھے گئے۔لکھے جارہے ہیں اس سے زیادہ کیا

اضطرار ہو پاکی ہے اسے جو مقلب القلوب والابصار ہے۔ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو پتا یا درخت بوجہ غفلت ٹوٹ کر جاتا ہے یا جانور ذبح کر دیا جاتا ہے۔ تو پھر بعد سزا غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ربّ عزوجل فرماتا ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے ذی روح ہوں یا بے روح۔ اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی قائم نہیں دائم التسبیح ہیں کہ ان میں شیء کے دائرہ سے خارج نہیں مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے۔ ان کی دو تسبیحیں ہیں۔ ایک تسبیح جسم کہ اس روح متعلق کے اختیاری نہیں وہ اسی ان من شی کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔

دوسری تسبیح روح یہ ارادی و اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم۔ اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نباتات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے۔ اس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نباتات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے فرمایا جب تک گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں۔

فانہ مادام رطبا یسبح اللّٰہ تعالٰی فیونس المیت۔

کیونکہ جب تک تر ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔

مگر قتل و قطع و موت و یبس کے بعد وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی۔ جب تک اس کا ایک جزو لایتجزیٰ باقی رہے کا منقطع نہ ہو گی۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ اسے روح حیوانی نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں "اور کبھی اس طرح کہتے تھے" ارشاد فرماتا ہے۔" کہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور کہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر وشرک تو لازم نہیں آتا ہے گنہگار ہوتا ہے یا نہیں اور کتابوں کے مصنف نے اللہ فرماتے ہیں کیوں نہیں لکھا اور فرماتا ہے۔ لکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل کو ضمائر مفردہ سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد فرد وتر ہے اور تعظیما ضمائر جمع میں بھی حرج نہیں۔ اس کی نظیر قرآن عظیم میں ضمائر متکلم میں تو صدہا جگہ ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ اور ضمائر خطاب میں صرف ایک جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے کہ عرض کرے گا۔ ربّ ارجعون اعمل صالحا۔ اس میں علماء نے تاویل فرمادی ہے کہ ارجع کی جمع باعتبار تکرار ہے یعنی ارجع ارجع ارجع۔ ہاں ضمائر غیبت میں ذکر مرجع صیغہ جمع فارسی اور اردو میں بکثرت بلانکیر رائج ہیں۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند!

ع سعدیا روز ازل جنگ تیرکاں دادند

زرویت ماہ تاباں آفریدند

زقدت سرد بستاں آفریدند

ایسی جگہ لوگ قضا وقدر کو مرجع بتاتے ہیں بہرحال یوں یہ کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر اس میں کفر وشرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ نہ گناہ وہی کہا جائے گا بلکہ خلاف اولیٰ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر قاعدہ ہے۔ جب لڑکا چار برس چار ماہ چار دن کا ہوتا ہے تو بسم اللہ شریف اس کو پڑھاتے ہیں اور خوشی کرتے۔ مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟ سنت ہے یا مستحب۔ کیا یہی ضرور ہے کہ جب لڑکے کی عمر مذکور ہو جب ہی پڑھائی جائے یا کم وبیش

پر بھی پڑھا سکتا ہے۔ کسی عالم کے پاس لے جائے یا ہر شخص صحیح عقیدہ پڑھا سکتا ہے۔ نیز مسنون طریقہ ارقام فرمائیے۔

الجواب: طریقہ مذکورہ جائز ہے اور اتنی عمر ضروری نہیں کم وبیش بھی ہوسکتی ہے۔ عالم کو پڑھانا بہتر ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۴: حضرات کرام اہل سنت وارث علوم شریعت کیا فرماتے ہیں کہ زید سنی ایک بزرگوار کا مرید ہے ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا۔ ان بزرگوار کا انتقال ہوگیا۔ اب زید اور کسی عالم سے بیعت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: تبدیل بیعت بلاوجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے۔ جو سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہو اور شیخ سے بغیر انحراف کے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے وہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے۔ کہ جمیع سلاسل اسی سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۵: کیا فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب ادام اللہ بالبر والاحسان اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر اس کے بعد پھر نماز ظہر پڑھی جائے یا نہیں؟

الجواب: ہندوستان بفضلہ دارالسلام ہے یہاں کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اس کے بعد نماز ظہر کی حاجت نہیں۔ ہاں جاہلوں نے جو دیہات میں جمعہ نکال لیا ہے وہاں اگر کوئی جمعہ پڑھے تو اس پر ظہر پڑھنا ضرور لازم ہے۔ کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی داڑھی منڈے سے ملاقات ہو اور یہ شناخت نہ ہو کہ مسلمان ہے یا ہندو اس کو سلام کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اس صاحب کو سلام کرنے کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو شخص پہچان میں نہ آئے کہ مسلمان ہے یا کافر اس سے ابتداء سلام جائز نہیں کہ ابتداء سلام مسلمان کے ساتھ سنت ہے۔ کافر کے ساتھ حرام اور فعل جب سنت وحرام میں متردد ہونا جائز رہے گا۔ کما فی الخلاصۃ الدر المختار وغیرہما وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبداللہ بن مطلب بن ہاشم بن عبد مناف چاروں پشت پر فاتحہ درود پڑھنا چاہئے یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہمارے نزدیک صحیح و رجیح یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے آباؤ امہات حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ سے حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہما السلام تک سب اہل توحید و اسلام و نجات ہیں تو انہیں ایصال ثواب میں حرج نہیں۔ البتہ اختلاف علماء سے بچنے کیلئے مناسب یہ ہے کہ ثواب نذر بارگاہ بیکس پناہ حضور اقدس ﷺ کرے اور حضور ﷺ کے طفیل میں حضور ﷺ کے علاقہ والوں کو۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمْ۔

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمان اللہ ورسول یزید بخشا جائے گا یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں۔ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو چیز خالص لوجہ اللہ دی جاتی ہے اس کا کھانا امیر وغنی کو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ وصدقہ فطر غنی پر حرام ہے۔ صدقہ نافلہ جیسے حوض وسقایہ کا پانی یا مسافر خانہ کا مکان غنی کو جائز ہے۔ مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہو غنی کو دے غنی لے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرشتہ پر فاتحہ درود پڑھنا چاہئے یانہیں؟

الجواب: درود جیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ تو ملائکہ کیلئے ہے۔ یونہی ایصال ثواب بھی کر سکتے ہیں۔

لان السئکۃ اھل الثواب کما ذکرہ امام الرازی وفی ردالمحتار للملکئۃ فضائل علینا فی الثواب۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائیں گے۔ اسی کو بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے کام بن جائے تو نذر اللہ مصلی کو کھلائیں گے۔ کوئی کہے کہ ہمارا کام پورا ہو جائے تو مسجد میں شیرینی لے جا کر مصلی کو کھلائیں گے تو یہ چیز ہر ایک کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔ خواہ امیر ہو یا غریب۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے۔ یہ کوئی نذر شرعی نہیں جب تک کہ خاص فقراء کیلئے نہ کہے۔ اسے امیر فقیر جس کو دے سب کھا سکتے ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۲: (ب) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے اور کس کو نہیں۔ یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلی امیر غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مردہ کا کھانا صرف فقراء کیلئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں۔ یہ منع ہے غنی نہ کھائے۔

کما فی فتح القدیر ومجمع البرکات۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سورج کدو یعنی پیٹھا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: پیٹھا حلال ہے۔ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ البقرہ-۲۹

مسئلہ ۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ختنہ کی تقریب میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: درست ہے کہ یہ سرور ہے اور سرور میں دعوت سنت ہے۔ بخلاف طعام موت کے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص منت کسی قسم

کی نماز، روزہ، حج، صدقہ مانے اور بغیر ادا کیئے ہوئے مر گیا۔ اس کے اس حق کے ادا کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وصیت کر گیا ادا واجب ہے اور وصیت تہائی مال میں نافذ ہوگی۔ حج کرائیں صدقہ دیں، نماز، روزہ کا فدیہ دیں اور اگر وصیت نہ کی اور وارث بالغ اس کی طرف سے حج کرے، یا کرائے اور اپنے حصہ میں سے صدقہ فدیہ دے تو بہتر و موجب اجر ہے۔ ورنہ مطالبہ نہیں میت نے اگر ادا میں تقصیر کی تو اس پر مطالبہ ہے ورنہ اس پر بھی نہیں جوہرہ نیرہ درمختار میں ہے۔

ادامات من علیه زکٰوة او فطراو کفارة او نذرلم توخذ من ترکته عندنا الایتبرع ورثته بذلك وهم من اثل التبرع ولم یجبروا علیه وان اوصی تنفذ من ثلث۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی کافر ہیں۔ ایک مسلمان ہوگیا تو اب وہ بھائی کافر اس کو حق حصہ نہیں دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ تم ہمارے مذہب سے نکل گئے تو تمہارا حق کیا ہے تو اس مسلمان بھائی کا حق ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر باپ کا ترکہ بھائیوں نے پایا تھا۔ اب ایک مسلمان ہوگیا تو وہ اپنے حصہ کا مالک ہے۔ مسلمان ہونے سے ملکیت زائل نہ ہوئی۔ ہاں اس کے اسلام کے بعد ان کافروں میں جو مرا اس کا ترکہ اسے نہیں ملے گا۔ لاختلاف الدین۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں پاکی یا ناپاکی کی حالت میں۔ بھلائی کی طلب و حاجت برائی کیلئے اور وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف وقوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں؟ یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں۔ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کر سکتے ہیں تو وہاں رنڈیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں۔ عورتیں غیر محرم رہتی ہیں، ان کے بچے پیشاب کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے۔ یہ کہنا ان لوگوں کا اور ان کی یہ دلیل صحیح ہے یا

نہیں۔اس کا کیا جواب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے اور بیہودہ دلیل محض باطل اصحاب مزارات دائرہ تکلیف میں نہیں۔ وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سینکڑوں ناحفاظتیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں۔ مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قوالی جو عرسوں میں یا ان کے علاوہ ہوتی ہے جس میں سوا نعتیہ غزلیات کے عاشقانہ آلات یعنی مزامیر کے ساتھ بجائے جاتے ہیں جائز ہیں یا نہیں۔ بزرگ لوگ جو اس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ بعض کی نسبت وصال ہو جانا بھی سنا جاتا ہے۔ یہ فعل ان کا کیسا ہے اگر یہ برا ہے تو خانقاہوں میں پشتہا پشت سے ہوتی چلی آتی ہیں خلاف ہے یا نہیں۔ ایسی خانقاہوں میں جانا اور ارادت اختیار کرنا۔ انہیں بہتر سمجھنا اور ان کے سامنے سر نیاز خم کرنا کیسا ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام زیادہ غلواب متسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے۔ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں۔ مزامیر حرام است حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ اکابر اولیاء نے ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجرد شہرت پر نہ جاؤ جب تک میزان شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو۔ پیر بنانے کے لئے جو چار شرطیں لازم ہیں۔ اس میں ایک یہ بھی کہ مخالفت شرع مطہر آدمی خود اختیار نہ کرے۔ ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے اور ایسی جگہ کسی ذات خاص سے بحث نہ کرے۔وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے۔ یہ کیسی ہے اور اس سے صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر منجاب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے۔ اگر بزرگی ثابت ہے تو منجاب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے۔ شیطان ایسے کرشمے دکھاتا ہے۔ حضور غوث اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں، ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اسے بجھا دیا اور فرمایا۔ یہ شیطان کی جانب سے ہے۔ پھر ایک ربانی نوران کے ساتھ فرما دیا۔ کما فی بھجة الاسرار ومعدن الانوار ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۰: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قبر پر درخت لگانا اور دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کیلئے اس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حفاظت کیلئے حصار بنانے میں حرج نہیں اور درخت اگر سایہ زائرین کیلئے ہوں تو اچھا ہے۔ مگر قبر سے جدا ہوں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ کے مابین ظاہر طریقہ سے ہم کلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔ اس مسئلہ میں کہ اللہ عزوجل کے کتنے نام ہیں اور شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں۔ اس کی شانیں غیر محدود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرت اسماء شرف مسمی سے ناشی ہے آٹھ سو سے زیادہ مواہب وشرح مواہب میں ہیں۔ فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے اور حصر نا ممکن۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۳: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سورۃ فاتحہ وسورۃ اخلاص میں خدا ہی کی تعریف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: سورۃ فاتحہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح مدح ہے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کے چاروں

فرقوں کے سردار انبیاء ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے سردار مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ شیخ محقق نے اخبارالاخبار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انہیں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے۔ اس میں سورۃ اخلاص بھی داخل ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔ اس مسئلہ میں کہ جو بزرگ عالم حیات میں اپنے معتقدوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ اگر بعد وصال کے بھی خواب میں تعلیم کریں تو اس پر یعنی خواب کی باتوں پر شرع کی رو سے چلنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافق شرع ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا۔ ہنوز زندہ ہے آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ بے اصل ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۶: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حنانہ لکڑی جو آپ ﷺ کے فراق میں نالاں تھی۔ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: وہ جنت کا ایک درخت کیا جائے گا کمافی الحدیث۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۷: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرات منصور تبرو سرمد نے ایسے الفاظ کہے جن سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں۔ فرعون، شداد، ہامان، نمرود نے دعویٰ کیا تو مخلد فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب: ان کافروں نے خود کہا اور ملعون ہوئے۔ انہوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہا شایاں ہے۔ آواز بھی انہیں سے مسموع ہوئی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ ۔ ''میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہاں کا۔'' کیا درخت نے کہا تھا حاش بلکہ اللہ نے یونہی یہ حضرات اس وقت شجر موسیٰ ہوتے ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۸: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک تالاب میں مالک تالاب مچھلیاں ڈالتا ہے۔ میں اگر پانی ٹھہرا اور مچھلی ٹھہری تو مالک کہتا ہے کہ یہ مچھلی ہماری ہے اگر کسی نے مار لیا تو گنہگار تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مباح مچھلی جو پکڑے اسی کی ہے۔ مالک تالاب کو اس پر کوئی حق نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(الف) طول قیام کثرت رکوع و سجود سے افضل ہے یا نہیں؟

(ب) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہئے یا نہیں؟

(ج) امام قرأت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دراز کرسکتا ہے یا نہیں۔ جب کہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو۔ یا امام کو معلوم ہوگیا کہ کوئی شخص ہے اور وہ شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کردے تو جائز ہے یا نہیں؟

(د) وتر میں قبل دعا قنوت کے بھول کر رکوع کیا اور ایک تسبیح بھی پڑھ چکا ہے۔ اب خیال ہوا اور کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ ایک آیت مایجوز به الصلوۃ کی کتنی مقدار ہے؟

الجواب: (الف) ہاں طول قیام افضل ہے۔ ردالمحتار میں ہے المذہب المعتمد ان طول القیام احب۔ اسی میں ہے المذهب المعتمد ان طول القيام۔ اسی میں ہے قول الامام هو المصحح بل هو قول الكل۔

(ب) اٹھا لینا افضل ہے جب کہ بار بار نہ گرے۔ اگر تذلل و انکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اٹھانی افضل۔ درمختار میں ہے۔ سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت بتكوير او عمل كثير۔ ردالمحتار۔ الظاهر ان افضلیته اعادتها حيث لم يقصد بتركها التذلل۔

(ج) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاص یا خوشامد کیلئے منظور ہو تو ایک تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی اجازت نہیں۔ یہاں تک کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خشی علیہ امر عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر اللہ کے لئے

کیااور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت۔(اور یہ اس صورت میں واضح ہوتی ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہو کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑھ جائے گا تو بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا۔ مسجد میں آیا وضو کرے گا یا وضو کر رہا ہے۔ اس کیلئے قدر مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھانا موجب ثقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز المسالة واردة فی الکتب وبسطها الشامی فی صفة الصلوٰة وما قلته عطر التحقیق ۔

(د) تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ پڑھنے پایا ہو اسے قنوت کیلئے رکوع چھوٹنے کی اجازت نہیں۔ اگر قنوت کیلئے قیام کی طرف عود کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے۔ درمختار میں ہے۔

لونسی القنوت ثم تزکرہ فی الرکوع لایقنت فیه الفوات محله ولا یعود الی القیام فان اعاد وقنت ولم بعد الرکوع لم تفسد صلاته ویسجد للسهوقنت اولا لزواله عن محله اھ اقول وقوله ولم بعد الرکوع ای ولولم بعدہ لانه لم یرتفص بالعود للقنوت لکان لو اعادہ فسدت لان زیادة مادون رکعتة لاتفسدنعم لایکفیه اذن یسجود السهولانه اخر السجدة بهذا الرکوع عمدہ فعلیه الاعادة سجد للسهوا ولم یسجد

(ہ) وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ اور بہت نے اس کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مدھامتن اگر چہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جواز نماز کو کافی نہیں۔ اسی کو منیہ وظہیریہ سراج وہاج وفتح القدیر و بحر الرائق و درمختار وغیرہ میں اصح کہا اور امام الاجل علی اسبیجابی وامام ملک العلماء وابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف مدھامتن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا۔ درمختار میں ہے۔

اقلها سنة احرف ولو تقدير اكلم يلداذا كانت كلمة فالا صح عدم الصحة.

ہندیہ میں ہے۔

الاصح انه لايجوز كذافي شرح الجمع لابن ملك وهكذا في الظهيرة والسراج الوهاج وفتح القدير.

فتح القدیر میں ہے۔

لو كانت كلمة نحومدها متن، ض ق، ن، فان هذه ايات عند بعض القراء الاصح انه لايجوز لانه يسمى عاد الاقارما.

بحرالرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا۔

كذا ذكره الشار حون وهو مسلم في ص ونحوه اما في مدهامتن فركدر الاسبيجابي وصاحب البدائع انه يجوز على قول ابي حنيفة من غير ذكر خلاف بين المشائخ.

بدائع میں ہے۔

في ظاهر الرواية قدر ادنى المفروض بالاية التامة كقوله تعالىٰ مدهامتن وما قاله ابوحنيفة اقيس اقول.

اظہر یہی ہے مگر جب کہ ایک جماعت اسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت ثم نظر کہ بالا جماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کو کافی ہے۔ مدھامتٰن سے جلد ادا ہو جائے گا۔ کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک متصل ہے جس کا ترک حرام ہے۔ ہاں جسے یہی یاد ہو اس کے بارے میں وہ کلام ہوگا اور احواط عادہ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۴۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے اور شوہر اس کا اس کو منع کرے کسی عذر سے تو جا سکتی ہے۔ بغیر اجازت شوہر کے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر محرم ساتھ ہے اور حج اس پر فرض ہے تو جائے گی ورنہ نہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۴۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شوہر کسی کام کے کرنے کا حکم کرے اور وقت نماز اتنا ہے کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل کرے تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا۔ تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجالائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے۔

مسئلہ ۴۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر کی وجہ سے کیا جاتا ہے تو اوّل وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ اوّل سے ذکر خیر ہی ہوتا ہے اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں تو کیا حضور ﷺ اوّل وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے ہیں تو ابتدائے مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا۔ اگر نہیں کیا تو فقط بر فولد ﷺ ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے اور تا قیام تشریف فرما رہتے۔ فوراً لوگوں کے بیٹھتے ہی تشریف لے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام و نیز میلاد خواں کے فقط بر فولد کہنے پر موقوف ہے۔ کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی جواب کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زید کی یہ سب حماقتیں جہالتیں سفاہتیں ہیں۔ مہمل ولایعنی سقوق اپنی طرف سے ایجاد کئے اور جو وجہ حقیقی ہے۔ اس کی طرف اسے ہدایت نہ ہوئی تعظیم ذکر اقدس مثل تعظیم ذات انور ہے ﷺ۔ تعظیم ذات باختلاف حالات مختلف ہوتی ہے۔ معظم کے قدوم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت باادب اس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے۔ ذکر شریف میں بھی ذکر قدوم کی تعظیم قیام سے ہے۔ باقی وقت کی تعظیم بادب قعود سے ولکن ولوھابیۃ قوم لایعقلون۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۴۳: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید معاذ اللہ یہ کہے کہ میں عیسائی یا وہابی یا کافر ہو جاؤں گا۔ نام ایک فرقہ کا لیا آیا وہ انہیں میں سے ہوگا یا نہیں۔ یا یہ کہے کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہو جاؤں یا یہ کہے کہ غیر مقلد ہونے کو جی چاہتا ہے۔ یہ قول

کیسا ہے اگر چہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہو گیا مذاق سے کہے یا کسی دوسری وجہ سے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

اس پر کوئی یہ کہے کہ ہم نے کہا کہ مٹھائی کھاؤں گا تو کہنے سے ہم نے کھایا تو نہیں اسی طرح سے اگر ہم کسی فرقہ باطلہ کا نام لیں (کہ اس فرقہ سے ہو جاؤں گا) تو اس فرقہ سے نہ ہونا چاہئے (ج) صرف کہنے سے آدمی کھاتا تو نہیں اور کفر و دین و اسلام کہنے سے ہوتی ہیں (س) اس سے لازم آتا ہے کہ اگر کافر کہے کہ مسلمان ہو جاؤں گا تو مسلمان ہو جائے گا حالانکہ نہیں (ج) کافر کے اس قول سے صرف اسلام کا پسند کرنا لازم ہے۔ پسند سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک اسلام نہ لائے اور مسلمان کا دوسرا فرقہ باطلہ کو پسند کرنا لازم خود کفر ہے۔ لہٰذا یہاں کفر پایا جائے گا وہاں اسلام نہیں پایا جائے گا جب تک اسلام نہ لائے۔

مسئلہ ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز میں تعدیل ارکان نہ کرے یعنی رکوع کے بعد سیدھا نہ کھڑا ہو سجدہ کے بعد بیٹھنے نہ پائے کہ دوسرا سجدہ کرے بلکہ ایسا دیکھا گیا کہ اوّل سجدہ سے ایک دو بالشت سر اٹھایا بعد دوسرا سجدہ کر لیا۔ ایسے شخص کی نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب: ایسی نماز قریب نہ ہونے کے ہے اور اس کا پھیرنا واجب اور پڑھنا گناہ۔ حدیث میں فرمایا کہ اگر ساٹھ برس ایسی نماز پڑھے گا قبول نہ ہو گی۔ دوسری حدیث میں ہے۔

انا نخاف لومت علی ذلک لمت علی غیر الفطرۃ ای غیر دین محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم	ہم خوف کرتے ہیں اگر تو اس حال پر مرا تو محمد ﷺ کے دین پر نہ مرے گا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہو سکتی ہے۔ یا نہیں۔ اگر بغیر اجازت ہو گئی تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہو سکتی ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۴۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہو گئی اور فی الحال

کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے یہاں نکاح ہو۔ غیر کفو ملتے یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتاً کامل اچھے نہیں مثلاً لڑکے کے آباؤ اجداد اچھے تھے لیکن اس کے جور وطوائف تھی بعد نکاح اس سے یہ لڑکا ہوا تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا منتظر رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفایت نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے اولیاء کیلئے باعث ننگ وعار ہو۔ باپ اگر شریف القوم ہے اور طوائف سے بعد اس نے نکاح کیا تو اس سے بچے کے نسب پر حرف نہیں آتا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۴۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اوّل رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہو جائے تو اسی کو پڑھے یا موخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اس کو چھوڑ دے۔ اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زبان سے سہواً جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم ہو گیا۔ مقدم ہو خواہ موخر خواہ مکرر ہاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے۔ اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں۔

(۱) یہ کہ بعد اذان ثانی کے پہلے اردو اشعار پڑھ لئے جائیں بعد وہ فوراً خطبہ شروع کر دیا جائے۔

(۲) یہ کہ بعد خطبہ پڑھنے کے فوراً اردو پڑھیں بعدہ نماز کو کھڑے ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: دونوں صورتیں خلاف سنت ہیں غیر عربی کا خطبہ میں ملانا ترک سنت متوارثہ ہے نہ ترک واجب۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۴۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصر روزہ نماز کیلئے کہاں تک حد رکھی گئی ہے۔ بذریعہ ریل دو شب دو دن کے سفر میں قصر روزہ نماز ہوگا یا نہیں۔ اگر

نہیں تو کتنے دن کے سفر میں قصر چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ساڑھے ستاون میل مدت سفر ہے ریل میں ہو خواہ پیادہ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متن اس مسئلہ میں کہ بوقت زوال قرآن پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: آفتاب نکلتے ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کو قرآن مجید کی تلاوت کی جگہ اور ذکر الٰہی درود شریف وغیرہ پڑھیں۔ وہ تین وقت تلاوت کے لائق نہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ؐ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے۔ کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر ۵ؐ ہے۔ رکوع کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَایَرْجِعُوْنَ۔۵ؐ پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہر آیت پر وقف مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے رہا رکوع اگر معنی تام ہو گئے جیسے آیہ مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری تمثیل مستقل ارشاد ہوئی۔ جب تو اصلاً حرج نہیں اور اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہئے خصوصاً امثال فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْن ۔۵ؐ میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۔۵ؐ میں قبیح اس سے کم ہے نماز بہر حال ہو جائے گی۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ' افیون' تاڑی' چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پیئے کہ اس سے نشہ نہ آئے تو وہ شخص حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نشہ بذاتہ حرام ہے نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ حد نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص پانی دور شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے۔ ہاں اگر دوا کیلئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے۔ جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی

بچنا چاہئے۔ کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۳: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گزرا۔ دوسرے سے کہا صلوٰۃ ہوگئی اور جماعت تیار ہے۔ اس نے کہا نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں۔ جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہوا اور لوگوں نے کہا یہ کلمہ کفر ہے تو اس نے کہا کہ ایسی باتوں سے کفر نہیں عائد ہوا کرتا۔ حالانکہ یہ شخص عاقل بالغ ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس کہنے سے وہ شخص کافر ہوگیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور یہ تیسرا بھی نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد مکان چھوڑنے اپنے دو سال کے ایک خط صرف بنام وارث زوجہ اپنی کے اس مضمون کا لکھا کہ ہم اپنی زوجہ کو طلاق دیتے ہیں۔ اب اس کو بھی چاہئے کہ گھر سے میرے چلی جائے۔ اب ہمارا آنا نہیں ہوگا اور اس کا نشان و پتہ نہیں کہ کہاں چلا گیا۔ حروف اس خط کا اس کے دوسرے خطوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ شبہہ کو دخل نہیں۔ آیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر عورت باور کرتی ہے کہ یہ خط اس کے شوہر کا ہے تو اسے اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ کما نص علیہ فی الهندية عن محيط السرخسي۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسلام اس مسئلہ میں کہ ایامِ حمل میں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو عدت اس کی کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دے گا ہو جائے گی عدت وضع حمل ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین درس مسئلہ کہ امام نے سورہ الم

پورے رکوع یعنی وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ تک پڑھی جس میں الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ تک ٹھیک پڑھی بعدہ بجائے وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ پڑھ کر آگے بڑھ گئے اور آگے بجائے اِنَّ الَّذِيْنَ کے وَالَّذِيْنَ پڑھی اور سجدہ سہو بھی کیا۔ نماز ہوئی یا نہیں صرف آیات مذکورہ کے پڑھنے سے نماز ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز ہوگئی سجدہ سہو کی بھی کوئی حاجت نہ تھی۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی پنواڑی یا کسی سرمہ فروش کو دس یا پانچ روپے کوئی شخص دے اور اس سے کہے کہ جب تک میرا روپیہ تمہارے ذمہ رہے۔ مجھے پان بقدر خرچ روزانہ کے دیا کرو اور جب روپیہ واپس دو گے تو مت دینا۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں اور نہیں تو جواز کی کون سی صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ صورت خاص سود اور حرام ہے۔ سود کے جواز کی کوئی شکل نہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۸: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا بمقدار اس کے روپیہ موجود ہوں تو جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنی مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو چوپائے ہوں۔ اگر ایک شخص کے پاس ساٹھ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے یا نہیں۔ کسی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن بزمانہ قربانی ایک روپیہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں تو کیا وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے یا نہیں۔ علی ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: قربانی واجب ہونے کیلئے صرف اتنا ضروری ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چھپن روپیہ کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت کاشتکار کے ہل کے بیل اس حاجت اصلیہ میں داخل ہیں۔ ان کا شمار نہ ہو۔ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن چھپن روپیہ کے مال کا مالک نہ ہو۔ یہ

صورت خلاف واقعہ ہے اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو اس پر قربانی نہ ہوگی۔ جس پر قربانی ہے اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد معنی میں فساد ہو گیا جیسا کہ سورہ یوسف کے شروع میں چار آیات کے بعد رَاَیْتَهُمْ کی جگہ رایتھم پڑھا اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز ہو جاتی رہے گی مگر یہاں رایتھم میں ت کا زبر پڑھنا مفسد نہیں۔ نماز ہوگئی۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۶۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر اذان نہ ہوئی ہو یا ہوئی ہو مگر غلط تو نماز میں کیا خرابی ہے۔ جب کہ ان صورتوں میں نماز پڑھی۔ نماز تراویح حافظ نابالغ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ نابالغ اذان دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دے دی ہو تو لوٹانی چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) بغیر اذان کے جماعت کرنا مکروہ ہے اور نماز مکروہ ہوگی۔ اذان اگر ایسی غلط ہوئی کہ شرعاً اذان نہ ٹھہری تو وہ بھی بغیر اذان ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(۲) نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہو سکتی اگرچہ تراویح یا نفل محض ہو۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(۳) نابالغ اگر عاقل ہے کہ اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو حرج نہیں۔ اگر اس کی اذان کو اذان نہ سمجھیں نقل گمان کریں گے تو لوٹائی جائے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۶۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بعد ختم ہوتے وقت سحری کے حقہ پیا بگمان شب کے وقت سحری کے تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر بعد طلوع صبح صادق پیا روزہ نہ ہوا اسے پورا کرے اور قضا رکھے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۶۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے، چاندی، پیتل،

کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں اور ان کو پہن کر نماز پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے۔ دو انگوٹھیاں یا کئی نگ ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی سونے کانسی، پیتل لوہے تانبے کی مطلقاً ناجائز ہیں۔ گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۶۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن مرد کو درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بے زنجیر کے بٹن چاندی سونے کے مرد کو جائز ہیں اور زنجیر دار منع ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۶۴: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص چاندی کے زنجیر دار بٹن بہ نیت زیبائش نہ پہنے بلکہ اس خیال سے پہنے کہ دوسری قسم کے بٹن جلد ٹوٹ جاتے ہیں تو پہننا درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس نیت سے ناجائز نہیں ہو سکتا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۶۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ شخص جس نے سنتیں فجر کی نہ پڑھیں ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ اسی طرح ظہر کی سنتیں بغیر پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وقت بقدر فرض ہی باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا۔ پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابل امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنت قبلیہ کا ترک کرنا گناہ ہے۔ اس کی امامت مکروہ۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں۔ سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۶۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے

آدمی کو جگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ضروری ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ٦٧: کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ تکبیر کھڑے ہوکر سننا مسنون ہے یا بیٹھ کر؟

الجواب: بیٹھ کر سنے کھڑے ہوکر سننا مکروہ ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ٦٨: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص صرف ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہوگیا۔ تو یہ تکبیر تحریمہ یعنی اولیٰ ہوئی یا مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر اس نے تکبیر تحریمی کہی یعنی سیدھے کھڑے ہونے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانوں تک نہ جائے تو نماز ہوگئی۔ اگر تکبیر انتقال یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی۔ اسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال۔ پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے درمختار میں ہے۔

ولو وجد الامام راکعا فکبر منحسیا ان الی القیام اقرب صح ولغنت نیته تکبیرۃ الرکوع۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ٦٩: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے۔ اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو ایسی حالت میں کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: تیمّم کرکے نماز پڑھ لے اور غسل کرکے پھر اعادہ کرے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ٧٠: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے اور خشخسی کرنے والا اور حد شرعی سے کم رکھنے والا فاسق ہے یا نہیں۔ اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اٹھے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: داڑھی منڈائے اور کترانے والا فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ

ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں۔ قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۷۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی شرعی کتنی ہونی چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہئے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۷۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب سے کتنی دیر بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: طلوع کے بعد کم از کم ۲۰ منٹ انتظار واجب ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۷۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا پختہ بنانا روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: میت کے گرد پختہ نہ ہو اوپر کا حصہ پختہ کر دیں تو حرج نہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۷۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سنی مسلمان کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کسی کافر سے بات چیت کرے یا کسی کے پاس بیٹھے یا نوکری کرے تو یہ مسلمان کافر ہوگیا یا نہیں اور اگر کافر نہ ہوا تو دوسرا شخص اس کو کافر کہے۔ اس کیلئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کافر اصلی غیر مرتد کی نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور دینوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا' اس لئے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں۔ اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب مطلقاً منع ہیں اور کافر اس وقت بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے مذہب وعقیدہ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ بجز ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ وَاللّٰهُ تَعَالٰی

اَعۡلَمُ۔

مسئلہ ۷۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو اس کے والدین کے یہاں جانے کو اس وجہ سے منع کرتا ہے۔ ایک مکان ہے جس کا دروازہ اور صحن بھی ایک ہے جس میں زید کی زوجہ کے والدین ہیں۔ دو غیر شخص کرایہ دار ہیں ایسی صورت میں زید کو اپنی زوجہ کے شرعاً روک لینے کا حکم ہے یا نہیں۔ اگر بلا اجازت زید کی زوجہ چلی جائے تو زید کیا سزا دے سکتا ہے؟

الجواب: اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست ہوسکتا ہے تو زید اس کا بندوبست کرے اور عورت کو آٹھویں دن ماں باپ کے پاس صرف دن میں جانے کی اجازت دے۔ رات کو وہاں نہ رہے ایسی حالت میں اتنے جانے سے نہیں روک سکتا۔ اگر روکے تو عورت آٹھویں دن بلا اجازت بھی بندوبست پردہ کے ساتھ دن کے دن جا کر واپس آ سکتی ہے۔ زید اگر اتنی بات پر سزا دے گا۔ ظالم ہوگا اور وہاں اگر شرعی پردہ کا بندوبست نہیں ہوسکتا تو بلا شبہ زید روک سکتا ہے بلکہ روکنے کا حکم ہے۔ اور عورت اگر بلا اجازت چلی جائے تو جب تک واپس نہ آئے اس کا نان ونفقہ ساقط ہے۔ زید اسے جائز سزا دے سکتا ہے کہ اولاً سمجھائے۔ نہ مانے تو اس سے الگ سوئے نہ مانے تو مارے مگر نہ منہ پر نہ ایسا کہ ضرب شدید ہو۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ۔

مسئلہ ۷۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ آواز کس قدر بلند کرسکتا ہے کوئی حد معین ہے یا نہیں۔ حلقہ باندھ کر ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا اور سینہ پر ہاتھ مارنا۔ ایک دوسرے پر گر پڑنا' لپیٹ جانا' رونا' زاری کی دھوم مچانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ذکر جلی جائز ہے حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا وغیرہ افعال مذکورہ۔ اگر بحالت وجد ہوں صحیح ہیں کوئی حرج نہیں اور معاذ اللہ ریا کے لئے بناوٹ ہیں تو حرام بینھما وسط الابذکر للحرام۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ۔

مسئلہ ۷۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نماز نہیں جانتا اور نہ کلمہ یاد ہے۔ جو اس سے کہا جاتا ہے کہ کلمہ یاد کرو اور نماز سیکھو۔ تو کہتا ہے کہ ہم نہیں سیکھیں گے اور نہ

ہم سے یاد ہوگا۔ نہ ہم سے ہو سکے گا۔ پس شرعاً کیا حکم ہے۔ بتفصیل تحریر فرمایئے۔ وہ ایک انگریز کے یہاں ملازم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس کو نئے سرے سے مسلمان ہونا چاہئے جس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا جائے اور وہ انکار کرے۔ اس کی نسبت علماء نے حکم کفر لکھا ہے کہ جو کلمہ سیکھنے ہی سے انکار کرے۔ والعیاذ باللہ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۷۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ برائے تعلیم مناظرہ دو سنی۔ ایک سنی اور ایک وہابی بن کر مباحثہ کریں۔ ایک وہابیہ کے اعتراضات یا ان کی طرف سے جوابات پیش کرے۔ دوسرا سنیوں کی طرف سے تو جائز و بہتر ہے یا نہیں۔ علی ہذا القیاس دوسرے بدمذہبوں کے مباحث مجلس عام نہ ہوگی۔ طلب ہوں گے اگرچہ مبتدی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بلکہ اکراہ وہابی بننا وہابی ہونا ہے۔ کافر بننا کافر ہونا ہے مناظرہ کا تمرن سانگ یا ٹھیر نہیں کہ وہابی ہی بن کر ہو وہاں اگر وہابی بننا نہ ہو اور تمرن کے لئے وہابیہ کے شبہات ایک دوسرے پر پیش کر کے جواب سنے اور بحث کرے تو تین شرطوں سے جائز ہے۔

(ا) یہ شبہات پیش کرنے والا مستقل مستقیم متصلب سنی ہو ایسا نہ ہو کہ کوئی شبہ خود اس کے قلب میں خدشہ ڈال کر متزلزل کر دے کہ بحث بالائے طاق ایمان ہی جائے۔

(ب) جب جواب شافی پالے بات نہ پالے کہ عناد مطلقاً حرام ہے نہ کہ ایسی صورت میں۔

(ج) وہاں طلبہ خود غیر کوئی ایسا نہ ہو جس پر اس سے فتنہ و تذبذب کا اندیشہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اکثر مسلمان اپنی لاعلمی سے مشرکین کی بابت کہتے ہیں۔ فلاں شخص فلاں کام میں یا اخلاق میں اچھا ہے یہ کہنا مسلمان کا کس حد تک جائز ہے اور کیا گناہ اس کے ذمہ عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کسی دینوی کام کہنا مثلاً تیرتا اچھا ہے یا گھوڑے پر اچھا چڑھتا ہے یا اچھا تیر لگاتا ہے حرج نہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم جس کا

عرصہ قریب تین سال کا ہوا انتقال ہوگیا۔ اس کی تجہیز وتکفین اہل محلہ کی جانب سے ہوئی تھی۔ اس کے پاس کچھ سامان جوکہ اس کا ذاتی تھا کنگی بستر وچند کتابیں اور چار روپیہ نقد نکلے جوکہ اہل محلّہ میں سے ایک شخص کے پاس امانتاً اب تک جمع ہے۔ اس سامان وغیرہ کی بابت اس کے ورثہ کو مدرسہ منظر اسلام کے طالب علموں کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی لیکن اس وقت تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں پایا گیا۔ لہٰذا اس سامان کو کسی دوسرے طالب علموں کے صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: تلاش ورثہ میں کوشش کی جائے جب ناامیدی ہو جائے کسی غریب سنی طالب علم کو دے دیا جائے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثر ہم اللہ تعالیٰ ونصرہم وابدہم وایدہم اس مسئلہ میں کہ ایک سنیوں کے محلّہ میں بکر قادیانی آ کر بسا۔ زید سنی نے مردوں، عورتوں کو اس کے گھر میں جانے سے اس سے خلاملا میل جول حصہ بخرہ رکھنے سے منع کیا۔ ہندہ جس کے بیٹے وغیرہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں۔ اس نے کہا کہ بڑے مر ر پڑھ کر ملا ہو گئے۔ ہم عذاب ہی بھگت لیں گے۔ اس بے چارے قادیانی کو دق کر رکھا ہے تو ب ہندہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہندہ نماز کی تحقیر کرنے اور عذاب الٰہی کو ہلکا ٹھہرانے اور قادیانی کو اس فعل مسلمانان سے مظلوم جاننے اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم وناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہوگئی۔ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی۔ جب تک نئے سرے سے مسلمان ہو کر اپنے ان کلمات سے توبہ نہ کرے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قادیانی مذہب ایسی جگہ آباد ہوا جہاں بالکل قطعاً مسلمان رہتے ہیں۔ وہ قادیانی مسلمان کو بہکانا چاہتا ہے نیز ان کے یہاں کا اصول بھی یہی ہے کہ ناسمجھ مسلمانوں کو اخلاق ونرمی سے اپنی طرف کھینچ کر بہکا لیتے ہیں۔ اس خوف سے جمیع مسلمانوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ کسی نے اس سے میل جول نہ رکھا۔ مگر اسی محلّہ کا ایک سقہ اس قادیانی سے مانوس ہوگیا۔ اس کی بی بی نے اپنے شوہر سقہ کو منع کیا اور کہا ہم کو تم کو خدا اور رسول سے کام پڑے گا۔ ایسے بدمذہب سے

علیحدہ رہو اور پانی بھی اس کے یہاں نہ بھرو۔ ایک روپیہ مہینہ نہ سہی اور پردہ سقہ اپنی بی بی کو طلاق دینے کیلئے تیار ہو گیا۔ کہنے لگا تو میرے مکان سے نکل جائیں تو اس قادیانی سے ایسا ہی ملوں گا اور پانی بھروں گا۔ گو میرے تمام ٹھکانے چھوٹ جائیں مگر میں ان کو نہ چھوڑوں گا۔ ہاں اگر سارے شہر کے سقے ایسا ہی کریں اور چھوڑ دیں تو میں بھی چھوڑ دوں ورنہ میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بلکہ اگر وہ قادیانی سور کھائے گا تو میں بھی سور کھاؤں گا۔

سوال یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے اس سے ترک سلام وکلام کر دیا ہے ان کے واسطے ازروئے شریعت کیا جزا ملے گی اور سقہ کے واسطے شریعت پاک کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسلمانوں کیلئے ثواب عظیم اور اس فعل سے اللہ و رسول کی رضا ہے جل جلالہ ﷺ اور وہ سقہ اشد گنہگار و مستحق عذاب نار ہے۔ سقاؤں اور ان کے چودھری کو لازم ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے برادری سے نکال دیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے وَ لَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸۳: کیا ارشاد ہے کہ شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بد مذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے۔ بد مذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سنی ہے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس صورت میں فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

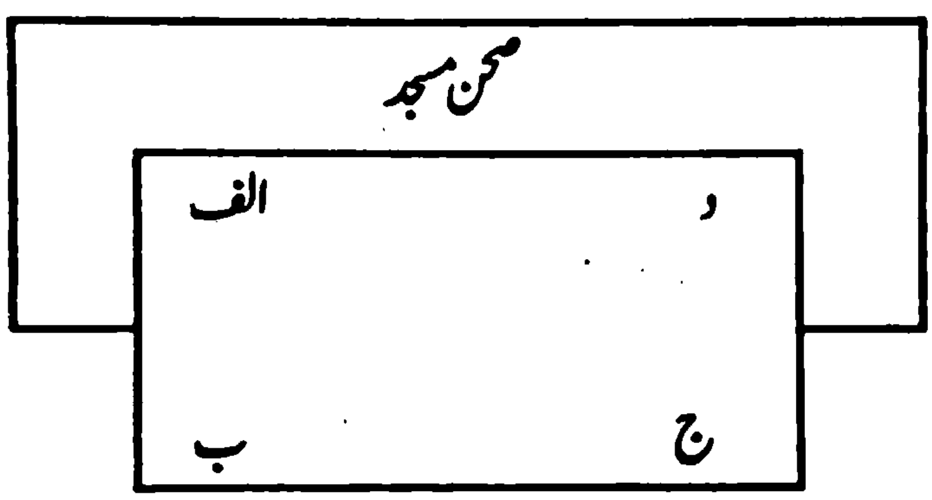
مسئلہ ۸۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ جہیز کس کا حق ہوتا ہے لڑکی والوں کا یا لڑکے والوں کا۔ بعد وفات زوجہ کے اس کے جہیز میں تقسیم فرائض ہوگی یا نہیں۔ زید جو سلیمہ کا شوہر تھا سلیمہ کے مرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے اس کو کھلایا پلایا ہے لہٰذا جہیز میرا حق ہے۔ یہ قول زید کا صحیح ہے یا باطل اگر جہیز میں تقسیم فرائض نہ ہو تو آیا صرف والدین کو ملے گا اور کس کس کو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جہیز عورت کی ملک ہے اس کی مرنے کے پر حسب شرائط فرائض ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ زید کا دعویٰ باطل محض ہے نفقہ کے عوض میں کچھ نہیں لے سکتا۔ نفقہ اس پر شرعاً

واجب تھا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنت کہ ایک مسجد کا حوض اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحن مسجد ہے اور نصف سے ادھر دیگر حصہ فنائے زمین مقام الف میں سیڑھیاں ہیں۔ زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلہ لے کر فوراً علی الاتصال پانی سے استنجاء پاک کرے تو قطرہ آجاتا ہے۔ اب وہ استنجاہ کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض میں بہت نیچا ہے ہے۔ ادھر ادھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہوا پانی رکھا ہے۔ مقام ب سے فصل مقام الف تک بحسب میں ڈھیلا ہے درحالیکہ رزائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہو جاکر پانی لاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نقشہ یہ ہے



الجواب: جب کہ حوض کی فصیل پر ہی گیا اور چادر اوڑھے ہے۔ صحن مسجد میں قدم نہ رکھا یوں جاکر پانی لے آیا اور غسل خانہ میں استنجاہ کیا تو اصلاً کسی قسم کا حرج نہیں۔ فصیل حوض مسجد سے خارج ہے۔ وہ لہٰذا اس پر وضو اذان بلاکراہت جائز ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور کن کن سے ناجائز ہے۔ مفصل تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ دادا نانا یا جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا پوتا نواسا ان کی بیبیوں سے نکاح حرام اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے۔ جب کہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے ان کی موت یا طلاق وانقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت وجماعت کو

رافضیوں سے ملنا جلنا کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں۔ جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم آیا ہے۔ وہ شخص دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے یا نہیں۔ شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنے دینی و دنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیناہ فی ردالرفضہ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں۔ ان سے میل جول نشست برخاست سلام کلام سب حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○

حدیث میں نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں:

سیاتی قوم لھم نبزیقال لھم الرافضة یطعنون السلف لا یشھدون جمعة ولا الجماعة فلا تجالسوھم ولا توا کلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعو دوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔

عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بدلقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا۔ سلف صالح پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے ان کے پاس نہ بیٹھنا ان کے ساتھ نہ کھانا۔ نہ ان کے پاس پانی پینا نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جانا مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جانا نہ ان پر نماز پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

جو سنی ہو کر ان کے ساتھ میل جیل رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از کم اشد فاسق ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بھی میل جیل ترک کرنے کا حکم ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸۸: تبارک صرف رجب شریف ہو سکی ہے یا جب چاہیں کرلیں اور اگر میت پر اتنی قضا نمازیں یا روزے ہوں کہ اس کے غریب ورثا ہر نماز کے بدلے ۲-۱۷۵/ روپیہ بھر گیہوں نہ دے سکیں تو اسقاط کا کیا طریقہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: تبارک ہر مہینہ میں ہو سکتی ہے۔ یہ تعینات بغرض تحفظ و یادہانی ہوتے

ہیں۔میت کے ورثا جس قدر پر قادر ہوں مسکین کو بہ نیت کفارہ دے کر قابض کر دیں اور بعد قبضہ اپنی طرف سے وارث کو ہبہ کر دے۔وارث بعد قبضہ پھر بہ نیت کفارہ مسکین کو دے اسی طرح دور کریں۔یہاں تک کہ مقدار مطلوب ادا ہو جائے۔وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸۹: علمائے اسلام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ افیون کی تجارت اور اس کی دکان کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: افیون کی تجارت دوا کیلئے جائز اور افیونی کے ہاتھ بیچنا جائز ہے۔ لان المعصیة تقوم بعینه و کل ماکان کذلك کرہ بیعه کما فی تنویر الابصار۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۹۰: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں (۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں تو جہ ایسی دیتے ہیں عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں اور اچھلتی کودتی ہیں۔ان کی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے۔ایسی بیعت ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔(۲) یہ صورت محض خلاف شرع وخلاف حیا ہے۔ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۹۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام صورت۔اس کی یہ ہے کہ جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اس سے یہ قرار پایا جاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپیہ چار یا چھ روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ میں وضع ہوتے رہیں گے۔اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر معیار مقرر کر کے اندر مر گیا تو اس کے ورثاء کو دو ہزار روپیہ یکمشت ملے گا۔خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مر جائے اور اگر معیار مقرر تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملے گا۔بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔بینوا توجروا۔

الجواب: جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلافِ شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت' واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا۔ دادی اور والدہ سیدانی اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔ بینوا توجروا۔

الجواب: شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا۔ اگرچہ اس کی ماں اور دادی اور پردادی سب سیدانیاں ہوں۔ نبی ﷺ نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے۔

من ادعی الی غیر ابیه فعلیه لعنة اللّٰه والملٰئكة والناس اجمعين لا يقبل اللّٰه منه يوم القيمة صرفا ولا عدلا هذا مختصرا۔	جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔

بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور ان کے حقیقی بھائیوں' بہنوں کو عطا فرمائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ٹھہرے پھر جو ان کی خاص اولاد ہے۔ ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں۔ اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدین ہی کی طرف نسبت کی جائے گی۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۹۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ صفر کے اخیر چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت محمد ﷺ نے مرض سے صحت پائی تھی۔ بنا بر اس کے اس روز کھانا شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اس روز کو نحس ومبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی توڑ ڈالتے ہیں۔ تعویز وچھلہ چاندی کے اس روز کی صحت بخشی۔ جناب رسول اللہ

ﷺ میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں یہ جملہ امور بربنائے صحت پانے رسول اللہ ﷺ عمل میں لائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں اور فاعل عامل اس کا بربنائے ثبوت یا عدم مرتکب معصیت ہوگا یا قابل ملامت وتادیب۔ بینوا توجروا۔

الجواب: آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم ﷺ کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی۔ اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے۔ **اخر اربعا من الشهر يوم نحس مستمر** ۔ اور مروی ہوا ابتدائی ابتلائے سیدنا ایوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ۸۰ دن تھی۔ اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ واضاعت مال ہے۔ بہر حال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔ **وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ**۔

مسئلہ ۹۴: نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازی کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہونا اور حد مثل سجدے کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عالم دین اور سلطان الاسلام اور علم دین میں اپنا استاذ ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی۔ تلاوت قرآن عظیم میں بھی عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت۔ **وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ**۔

مسئلہ ۹۵: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ کے اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز دار اٹھاتا ہو۔ وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کی روکنا جائز نہیں اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مہر معجّل نہ تھا یا جس قدر معجّل تھا ادا ہو گیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا استثنا فرما دیا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیرہ ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذن شوہر جانے کی اجازت نہیں۔ اگر جائے گی گنہگار ہوگی۔ شوہر روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اٹھاتا ہے اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو۔ اس

کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجّل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے۔ اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ معجّل و تکفل حوائج کی نہیں۔ فرماتے درمختار میں ہے۔

لها الخروج من بيت زوجها للحاجة ولها زياد اهلها بلا اذنه مالم تقبض المعجل فلا تخرج الالحق لها او عليها او زيادة ابويها كل جمعة مرة او المحارم كل سنة ولكونها قابلة او غاسلة لا فيما عداذلك۔

ردالمحتار میں ہے۔

قوله فلا تخرج جواب شرط مقدر اى فان قبضه فلا تخرج الخ

والد کا متکفل نفقہ پسر وزن پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزا بھی تبرعاً تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو۔ علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاج نالش ہوئی تا آنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کیلئے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اسے قید کر دیا۔ اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے۔ اور مجلس میں مکان تنہائی ہو تو حاکم عورت کو حکم دے گا کہ وہیں اس کے پاس رہے۔ ہندیہ میں ہے۔

لوفرض الحاكم النفقه على الزوج فامنع من دفعها وهو موسرو طلبت المراة حبسه له ان يجبسه كذافي البدائع واذا حبسه لاتسقط عنه النفقة وتومر بالا ستدانة حتي ترجع علي الزوج فان قال للقاضي احبسها فان لي موضعافي المجلس خاليا فالقافي لا يحبسها معه ولكنها تصبر في منزل الزوج ويحبس الزوج لها كذافي المحيط۔

درمختار میں ہے۔

وفی البحر عن مال الفتاوی ولو خیف علیھما الفساد تجس معه عند المتاخرین۔

توجب صریح ظلماً نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابند شوہر ہی رہی تو صورت سوال میں کیونکر خود مختار ہو سکتی ہے۔ نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو تو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہو جائے اور عورت کو ہرگز دعوی نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے۔ جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا درمختار میں ہے۔

النفقة جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعة غیرہ یلزمه نفقة کمفت وقاض ووصی زیلعی الخ اقول وایاك ان تتوھم ان النفقة اذا کانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم وذلك لان وجوبھا متفرع عنه فوجوب الاحتباس علیھا متقدم علی وجوب النفقة علیه لا ان لاحتباس متفرع علی الانفاق فان عدم عدم وبالجملة ان کان اللازم فوجوب الانفاق لاوقوعه فبرفع الوقع لایرتفع الملزوم۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

مسئلہ ۹۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کاشتکاروں پر بابت بقایا لگان یا کسی قرض دار پر بابت قرض نالش کرنے پر جو خرچ کچہری بابت خستانہ وغیرہ علاوہ اصل رقم کے دلا دے۔ وہ لینا سوائے سود کے کیسا ہے؟

(ب) زید سے خالد پندرہ ہزار روپیہ تجارت کیلئے مانگتا ہے کہ میں سو روپیہ ماہوار نفع دوں گا۔ خواہ نفع ہو یا نہ۔ زید کو یہ نفع لینا کیسا ہے سود تو نہ ہوگا اس طرح نفع لینے کے جواز کی کوئی صورت شرعاً ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: (ا) خرچہ جو مدعی کو دلایا جاتا ہے اسے لینا حرام ہے۔ والمسئلة فی العقود الدریة۔ ہاں قرض دار کاشتکار یا کفار ہوں تو لے سکتا ہے۔ لعدم العصمة وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(ب) یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے۔ نفع لینا چاہے تو مضاربت کرے کہ اتنے روپے تمہیں دیئے ان سے تجارت کرو جو نفع ہو وہ نصف یا ثلث یا ربع یا اس قدر جو حصہ

تاًمعین قرار پایا مجھے دیا کرو جواسے نفع ہوگا اتنا حصہ اسے دینا ہوگا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۹۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئیں۔ زید کا انتقال ہوگیا۔ وہ اولاد زید کی اولاً شرعاً متصور ہو کر زید کا ترکہ پائے گی یا بوجہ اولاً دالزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بچہ اپنی ماں کا یقین جز ہے جس میں شک واحتمال کو اصلاً گنجائش نہیں یہ کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شائد کسی دوسرے کا ہو اور باپ کی جزئیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا اور رسول جل وعلا صلی اللہ علیہ وسلم قائم ہو نظر بہ حقیقت ظنی ہے۔ اگرچہ بحسب حکم شرعی وعرفی کالقطعی ہے جس میں تشکیک مخذول ونامقبول۔ الولد للفراش والناس امناء علی انسابھم۔ ولہٰذا نسب نسب پر شہادت بتسامع وشہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روز قیامت شان ستارے جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی نسبت کر کے پکارے جائیں گے۔ یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے امہات کے حق میں تو اخباراً فرمایا ان امھتھم الا لی ولدتھم۔ (ترجمہ) ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں۔ حق آباء میں صرف انشاء فرمایا اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَاللّٰہِ۔ (ترجمہ) ''انہیں ان کے باپ کی نسبت کر کے پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے ہاں''۔ نیز اس فرق کے ثمرات سے ہے کہ جانوروں میں نسب ماں سے ہے زید کا گھوڑا اور عمرو کی گھوڑی ہو تو بچہ عمرو کی ملک ہوگا۔ نہ زید کی وان کان ھنا وجہ اخوالہ بینفصل منھا حیوانا ومنہ ماء مھینا۔ مگر کرامت انسان کیلئے رب عزوجل نے نسب باپ سے رکھا ہے کہ بچہ محتاج پرورش ہے۔ محتاج تربیت ہے، محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مردوں کو قدرت ہے نہ عورتوں کو جن کی عقل بھی ناقص دین بھی ناقص اور خود مردوں کی دست نگر، لہٰذا بچہ پر رحمت کیلئے اثبات نسبت میں ادنیٰ بعید سے بعید ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی۔ آخر امر فی نفسہ عندالناس محتمل ہے قطع کی طرف انہیں راہ نہیں نہایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں عورت نے جماع کیا۔ اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا مگر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیونکہ یقین ہوا۔ ہزار بار جماع

ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا۔ تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے۔ اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہو احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے۔ ممکن ہے کہ وہ طی ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے۔ ممکن کہ جن اس کے تابع ہوں۔ ممکن کہ صاحب کرامت ہو۔ ممکن کہ کوئی عمل ایسا جانتا ہو۔ ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادتاً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعاً و اخلاقاً بعید ہے۔ زنا کے پانی کیلئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاً زانی نہیں ٹھہر سکتے۔ اولاد اس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ہبہ تعبیر کیا کہ یہب لمن یشاء ذکورا اور زانی اپنی زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے نہ کہ مستحق ہبہ وعطا ولہٰذا ارشاد ہوا وللعاہر الحجر۔ زانی کیلئے پتھر تو اگر احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ مربی معلم پرورش کنندہ نہ ہوگا۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادتاً قریب اور شرعاً و اخلاقاً بعید سے بعید اور دوسری کا احتمال عادتاً بعید اور شرعاً و اخلاقاً بہت قریب سے قریب اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں۔ بعد عادی کے لحاظ سے بعد شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے۔ اختیار نہ کریں اس میں کون سا خلاف عقل و روایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف عقل و شرع و اخلاق و رحمت ہے۔ لہٰذا عام حکم ارشاد ہوا کہ الــــولـــد لـلـفـراش وللعاهر الحجر۔ لہٰذا اگر زید اقصی مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں اور بذریعہ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا۔ ان میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ اور صدہا دریا پہاڑ سمندر حائل ہیں اور اسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ ہوا۔ بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا والد الزنا نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے۔

قدا کتفوا بقیام الفراش بلا خلو کتزوج المغربی بمشرقیہ بینهما سنته فولدت لستة اشهر مذتزوجها لتصوره کرامة واستخدا مافتح۔

ردالمحتار میں ہے۔

قوله بلا دخول المراد نفیه ظاهر اوالا فلا بدمن تصوره

وامکانه

فتح القدیر میں ہے۔

والتصور ثابت فی المغربیة لثبوت کرامات اولالیاء والاستخدامات فیکون صاحب خطواۃ او جنی۔

صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔

کان عنبه بن ابی وقاص (ای الکافر المیت علی کفرہ) عهد الی اخیه سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما ان ابن ولیدۃ زمعة منی فاقبضه الیك (ای کان زنی بها فی الجاهلیة فولدت فاوصی اخاہ بالواد) فلما کان عام الفتح اخذہ سعد فقال انه ابن اخی وقال عبد ابن زمعة اخی ابن ولیدۃ ابی ولد علی فراشه فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اخوك یا عبد بن زمعة من اجل انه ولد علی فراش ابیه اھ مختصرا مزیدٗ امابین الهلالین۔

بالجملہ ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے یا زید کی موت کے بعد عدت کے اندر یا چار مہینہ دس دن پر عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو موت زید سے دو برس کے اندر یا اقرار انقضائے عدت کر چکی ہو تو اس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوئے ہوں۔ وہ سب شرعاً اولاد زید قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا۔ ہاں جو موت زید سے دو برس کے بعد یا بہ صورت اقرار زن یا بقضائے عدت اس دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے۔ وہ نہ اولاد زید ہیں نہ اس کا ترکہ پائیں۔

درمختار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منهما (ای من سنتین ش) من وقت الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بها وان لاکثر منهما من وقته لا یثبت بدائع وکذا المقرۃ لمفتیها لولا قل من اقل مدته من وقت الاقرار للمتقین یکذبها والا لا لا حتمال حدوثه بعد الاقرار مدملخصا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وعلمه

جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں آیا رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں عقیقہ وختنہ میں لوگوں کو بغرض ادائے ان سنن کے بلاتے تھے یانہیں۔ اگرنہیں بلاتے تھے تو یہ بدعت سیئہ ہے یانہیں؟ وقت رخصتی جیسا کہ ہندوستان میں رسم بھات کی ہے۔ آیا ان کی کچھ اصلیت ثابت ہے؟ اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت بھی کچھ کھانا تقسیم کیا گیا تھا یانہیں؟ نیوتے کی رسم شرعاً جائز ہے یانہیں؟ آیا یہ بات کہ شارع علیہ السلام نے دعوت ولیمہ کی بابت فرمایا اور خود بھی حضور ﷺ نے متعدد بار اس پر عمل کیا اور کبھی صاحبزادیوں کی رخصتی میں کھانے کی بابت نہ فرمایا اور نہ کیا۔ اس کے بدعت سئیہ ہونے کیلئے کافی نہیں؟

الجواب: عقیقہ شکر نعمت ہے اور نعمت کیلئے اعلان کا حکم قال اللہ تعالٰی: وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔اور دعوت موجب اعلان۔ اور بدعت سئیہ وہ ہے کہ رد سنت کرے نہ وہ کہ تائید کما نص علیہ الائمۃ قدیما وحدیثا منھم حجۃ الاسلام فی احیاء والعلامۃ سعد فی شرح المقاصد والسید عارف باللہ عبدالغنی الحدیقۃ الندیۃ لاجرم۔

ردالمحتار میں فرمایا۔

بحق عقیقہ مزق لحما ینا او طبخہ مع اتخاذ دعوۃ اولا۔

یوہیں ختنہ کا اعلان سنت ہے۔

کما ان السنتہ فی الخفاض الخلفاء۔

علمائے دعوتیں گیارہ گنائیں ان میں دعوت ختنہ ودعوت عقیقہ بھی ہے۔ بعض نے آٹھ گنیں ان میں یہ دونوں داخل شرع شرعتہ الاسلام میں ہے۔

قیل الضیافیۃ ثمانیۃ الولیمۃ العرس والاعذار للختان والعقیقۃ لسابغ الولادۃ الخ۔

علماء نے مطلقاً اجابت دعوت کو سنت فرمایا ولیمہ ہو یا اور بنایہ پھر طحطاوی۔ پھر ردالمحتار میں ہے۔

اجابة الدعوة ولیمة او غیرھا　　　　نکاح کے بھی اعلان کا حکم ہے

قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم اعلنوا النکاح۔ رواہ احمد وابن حبان والطبرانی والحاکم وابونعیم عن عبداللّٰہ بن الزبیر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سند احمد صحیح وزاد الترمذی والبیہقی عن ام المؤمنین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف۔

اور لڑکے والوں ہی کے ساتھ خاص نہیں دونوں طرف اعلان چاہیئے۔ ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما

قال نکحت عائشۃ ذات قرابۃ لہا الانصار فجاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال اھدیتم انفتاۃ قال نعم قال ارسلتم معہا من تغنی الحدیث۔

اور طعام موجب جمع ہے اور جمع موجب اعلان معہذا طعام حاضرین سنن اہل کرم ومروت سے ہے۔ خصوصاً جبکہ طول اقامت ہوا تباع فعل میں ہے۔ علی تفضیل فیہ نہ عدم فعل میں فانہ غیر مامور بل ولا مقدور کما فی الغمز العیون۔ خصوصاً امور عادیہ اور حکم ہے خالقوا الناس باخلاقھم علماء فرماتے ہیں۔ الخروج عن العادۃ شھرۃ ومکروہ۔ ربّ عزّوجل فرماتا ہے: مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ جو نہ اتٰی ہے نہ نہی وہ نہ خُذُوْا میں داخل نہ انتھوا میں یعنی نہ واجب نہ منع بلکہ مباح ہے۔ یہ تمام مباحث ہمارے رسائل ردّ وہابیت میں طے ہو چکے۔ ہاں نیت مذموم یا باعث مذموم یا طور مذموم پر ولیمہ بھی ہو تو وہ بھی مذموم ہو جائے گا۔ قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ مع ھذا فرمایا ومن لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللّٰہ ورسولہ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔ نیوتے کی رسم ایک محمود قصد یعنی معاونت اخوان سے رکھی گئی کہ وقت حاجت ایک کا کام سو کی اعانت سے نکل جائے نہ اس پر سارا بار ہو نہ سوال وغیرہ حرج وعار ہو۔ پھر معاونوں میں جسے یہ معاملہ پیش آئے وہ معاون اور باقی اخوان اس کی اعانت

کریں وبکذا اس میں جب کہ عرفا معاوضہ مقصود ہو قرض ہے اور اس کی ادا واجب۔ فان المعروف کالمشروط۔

فتاوے خیریہ میں ہے۔

اسئل فیما اعتمادہ الناس فی الاعراس والافراج والرجوع من الحج من اعطاء الثیاب والدراھم وینتظرون بہ لہ عندھما یقع لھم مثل ذلک ماحکمہ اجاب ان کان العرف شائعا فیما بینھم انھم یعطون ذلک لیا خذبدلہ کان حکمہ کحکم القرض الخ۔

اسی میں ہے۔

ان کان العرف فاضیا بانھم یدفعونہ علی وجہ الھبۃ ولا ینظرون فی ذلک الی اعطاء البدل فحکمہ حکم الھبۃ الخ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

مسئلہ۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کی بابت ان کے پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال وکوشش متعلق ندوہ سے تائب ہوگئے ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ متعلق حالات مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ بخاری شریف کے سبق حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں۔ اس پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مردے کے کفر پر تاوقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو۔ حکم نہ لگانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ اس تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ رام چندر وکرشن ولی یا نبی ہوں لہٰذا فتاوے مکلّف خدمت فیضد رجت ہے کہ کیا حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے۔ حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے قول مذکور متعلق رام چندر وکرشن مرزا صاحب علیہ الرحمۃ نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے۔ یہ بھی اسی کتاب میں مرقوم ہے۔

(۲) جو پتا یا درخت بوجہ غفلت تسبیح گر جاتا ہے جانور ذبح کر دیا جاتا ہے تو پھر بعد سزائے غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا افضل الرحمٰن صاحب کی طرف منسوب ہوئی۔ نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے۔ اس میں ہندوؤں کے دین کو محض بر بنائے ظن وتخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف ومکاشفات وعلم عقلی ونقلی میں ان کا ید طولی مانا ہے۔ ان کے اعتقادی تناسخ کو کفر سے جدا بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیاء کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے۔ بحکم لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ہندوستان میں بھی شریعت انبیاء ہونا اوران کے بزرگوں کا مرتبہ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے۔ مگر رام یا کرشن کسی کا نام نہیں' بایں ہمہ فرمایا ہے۔

درشان آنہا سکوت اولیٰ ست نہ ما را جزم بکفر وہلاک اتباع آنہا لازم ست ونہ یقین بنجات انہا ما واجب وماوہ حسن ظن محقق ست۔

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان حضرات کا حال قبل اظہار خود آشکار۔ اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جا سکتا ہے تو ان سے بدر جہا اقدام واعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی ص ۷۰ میں فرماتے ہیں۔

مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری را در ماہ ربیع الاول بحبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کروند حاضران پرسید ندائے مخدوم ہر دہ استدعا عادتاً قبول فرمودید وہر جا بعد از نماز پیش حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر میشد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔

بات یہ ہے کہ نبوت ورسالت میں اوہام وتخمین کو دخل نہیں اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ اللہ ورسول نے جن کو تفصیلات نبی بنایا۔ ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً لِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلٌ اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو۔ شاید یہ ہو کا ہے کیلئے ٹٹولنا اور کا ہے کیلئے شاید اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ورسولہ۔ ہزاروں امتوں کا ہمیں نام ومقام تک معلوم نہیں۔ وَقُرُوْنًا بَیْنَ

ذلک تکفیراً۔ قرآن کریم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں۔ ان کے نفس وجود پر سواء تواتر ہنود کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی کچھ اشخاص تھے بھی یا محض اینا ب اغوال اور جال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں۔ تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی نا ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق و فجور ولہو ولعب ثابت۔ پھر کیا معنی کہ وجود کیلئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کیلئے مردود مانا جائے اور انہیں کامل و مکمل بلکہ ظنا معاذ اللہ انبیاء ورسل جانا جائے۔ وَاللّٰهُ الْهَادِیْ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

(۲) ربّ عزوجل فرماتا ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ (بنی اسرائیل ٤٤)

ان کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے ذی روح ہوں یا بے روح اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی متعلق نہیں۔ دائم التسبیح ہیں کہ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ کے دائرے سے خارج نہیں مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے۔ ان کی دو تسبیحیں ہیں ایک تسبیح جسم کی کہ اس روح متعلق کے اختیار نہیں وہ اسی اِنْ مِّنْ شَیْءٍ کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔ دوسری تسبیح روح یہ ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نبات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے۔ اس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے۔ وہ لہٰذا ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں۔

فانہ ما دام رطبا یسبح للہ تعالٰی فیونس المیت

کہ وہ جب تک تر ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔

مگر قتل و قطع و موت و یبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزء وا تجزی بھی باقی رہے گا۔ منقطع نہ ہوگی کہ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الرمز المصف علٰی سوال مولانا السیّد اصف

۱۳۳۹ھ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہِ الکریم

(یا حبیب محبوب اللّٰہ روحی فداك)

مسئلہ ۱۰۰: قبلہ کونین وکعبہ دارین وامت برکاتہم بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی التماس اینکہ بفضلہٖ تعالٰی کمترین بخیریت ہے۔ صحتوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب اشتہار اسلامی پیام میں عبدالماجد کے اس لکھنے پر کہ ''مسلمان ڈوب رہا ہے نامسلم تیراک ہاتھ دے تو جان بچانا چاہئے یانہیں'' یوں درج ہے کہ مسلمان کو اگر ڈوبنے پر یقین نہ ہو ہاتھ پاؤں مار کر بچ جانے کی امید ہو یا کوئی مسلمان فریادرس خواہ کوئی درخت وغیرہ ملنے کا ظن ہو تو کافر کو ہاتھ دینے کی اجازت نہیں۔ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے معاملت کی بھی اجازت نہ ہو ان سے علاج بھی نہ کرائے۔ **لایالو نکم خبالا** ۔ سے کیا مقصود ہے آیا دین کے معاملہ میں کفار محارب فی الدین نقصان پہنچانے میں کمی نہ کریں گے یا ہر معاملہ میں اور ہر وقت جب موقع پائیں۔ ایک کافر کہ غیر محارب ہو تفسیر کبیر میں آیۃ کریمہ **یاینھکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلو کم الی اخر الایۃ** ۔ کے متعلق لکھا ہے۔

وقال اھل التاویل ھٰذا الایۃ تدل علٰی جواز البریین المشر کین والمسلمین وان کانت الموالاۃ منقطعۃ۔

رسالہ الرضا بابت ماہ ذی قعد حصہ ملفوظات صفحہ ۸۶ میں ہے۔ ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

انہیں سے خلق فرماتے جو رجوع لانے والے ہوتے جیسے کہ اس روایت سے ظاہر ہے اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ سختی فرماتے۔ الخ بعض کفار کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی تھی قصاصاً تھا کیا رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم قبل نزول آیت یا ایہا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین نرمی نہ فرماتے تھے اور کیا جو رجوع نہ لانے والے تھے۔ ان سے یہ شدت پیش آتے تھے یا پہلے اس سے نرمی سے پیش آتے۔ کفار مختلف طبائع کے تھے اور ہیں۔ بعض کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہے اور بعض کو بہت کم۔ کیا سب سے یکساں حکم ہے یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں ان سے حسب مراتب تدریجاً سختی کرنے کا حکم ہے اور محارب کا فرق کیا ہے۔ حضور فدوی کو اس مسئلہ میں کہ مرتدہ کا نکاح باقی رہتا ہے۔ فتاوے کی کتابوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے خلجان رہتا ہے۔ حضور کے فتوے میں اور کتابوں کے خلاف لکھا ہے۔ گو بعض احکام بوجہ اختلاف زمانہ مختلف ہو جاتے ہیں لیکن فتاوے ہندیہ جو قریب زمانہ کی ہے۔ اس میں بھی نہیں اگرچہ بوجہ سلطنت اسلامیہ ہونے کے مرتدہ پر احکام شریعت نہیں جاری کئے جا سکتے۔ مثلاً ضرب وغیرہ کے۔ لیکن وہ اسلام سے خارج ہو گئی تو نکاح کا باقی رہنا کیسا کیا وہ ترکہ بھی سابق شوہر کا شرعاً پائے گی اور اس کے مرنے پر اس کا جو پہلے شوہر تھا ترکہ اس کا شرعاً پائے گا۔ اگر کفار غیر محارب کے ہمراہ محارب کفار کا مقابلہ کیا جائے اور محارب کفار غیر محارب کی امداد سے نقصان پہنچایا جائے تو کیا گناہ ہے۔ اسی اسلامی پیغام میں ہے اب جو قرآن عظیم کو جھٹلائے وہ مشرک یا مرتد کو ڈوبنے سے نجات دینے والا حامی و مددگار جانا" کیا نعوذ باللہ جتنے مسلمان کفار سے علاج کراتے ہیں اور معاملات میں ان سے مدد لیتے ہیں سب قرآن کو جھٹلاتے ہیں۔ فقط والتسلیم عریضہ ادب فدوی محمد آصف یغفر اللہ لہ ولوالدیہ والجمیع المومنین والمومنات بحرمتہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

الجواب:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ه

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مولانا المکرم الرملم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ارشاد الٰہی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا عام ومطلق ہے کافر کو راز دار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امور دنیویہ میں ہو وہ ہرگز تاقدر قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا۔ سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث لاتستضیئوا نار المشرکین۔ (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو اور اسے اسی آیۃ کریمہ سے ثابت بتایا۔ ابویعلی مسند اور عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تستضیئوا بنار المشرکین مال فلم تدرما ذٰلک حتی اتوا الحسن فسالوہ فقال نعم یقول لا تستیروھم فی شیء من امورکم قال الحسن وتصدیق ذٰلک فی کتاب اللہ تعالیٰ ثم تلاھذہ الایۃ یا یھا الذین امنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی آیۃ کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید وابی حاتم رازی تفاسیر میں اس جناب سے راوی۔

انہ قیل لہ ان ھھنا غلاما من اھل الحیوۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کتبا قال اتخذت اذن بطانۃ من دون المومنین۔

تفسیر کبیر میں انہیں امور دنیویہ میں ان سے مشاورت وموانست کو سبب نزول کریمہ اور اس سے نہی مطلق کیلئے بتایا اور اسے اس گمان کا کہ ان سے مخالفت تو دین میں ہے۔ دنیوی امور میں بدخواہی نہ کریں رد ٹھہرایا کہ:

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویوانسونھم لما کان بینھم من الرضاع والحلف ظنامنھم انھم وان خالفوھم فی الدین فھم ینصحون لھم فی اسباب المعاش فھاھم اللہ تعالیٰ بھذا لایۃ عنہ فمنع المومنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المومنین

فیکون ذلک نھیا عن جمیع الکفار وقال تعالیٰ یایھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ومما یوکد ذلک ماروی انه قیل لعمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ھھنا رجل من اھل الحیرة نصرانی لایعرف اقوی حفظا ولا احسن خطامنه فان رایت ان تتخذوا کاتبا فامتنع عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه منا ذلک وقال اذن اتخذن بطانته من غیر المومنین فقد جعل عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ھذا الایة دلیلا علی النھی عن اتخاذ النصرانی بطانة۔

اس سے جملہ انواع معاملت کیوں ناجائز ہوگئی۔ بیع وشرا واجارہ استجارہ وغیرہا میں کیا راز دار بنانا یا اس کی خیر خواہی پر اعتماد کرنا ہے۔ جیسے چمار کو دام دے، جوتا گٹھوالیا بھنگی کو مہینہ دیا، پاخانہ کموالیا۔ بزاز کو روپے دیئے کپڑا مول لے لیا۔ آپ تاجر ہے کوئی جائز چیز اس کے ہاتھ بیچی دام لے لئے وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافی حربی کافر محارب ہے حربی ومحارب ایک ہی جیسے جدلی ومجادل وذمی ومعاہد کا مقابل ہے۔ راز دار بنانا ذمی ومعاہدہ کو بھی جائز نہیں۔ امیر المومنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے یونہی موالات مطلقاً جملہ کفار سے حرام ہے۔ حربی ہوں یا ذمی۔ ہاں صرف دربارہ رواحسان ان میں فرق ہے۔ معاہد سے جائز ہے کہ۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ (الممتحنه ۸)

عبارت کبیر منقولہ سوال کا یہی مطلب ہے۔ یہی قول اکثر اہل تاویل ہے اور اسی پر اعتماد وتعویل ہے۔ ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے خود کبیر میں زیر کریمہ لاینھکم اللہ ہے۔

الاکثرون علی انھم اھل العھد وھذا قول ابن عباس المقاتلین والکلبی۔

ہم نے الحجۃ المؤتمنۃ میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد وہدایہ ودرر الحکام وغایۃ البیان وکفایہ وجوہرنیرہ ومستصفی ونہایہ وفتح القدیر۔ بحر الرائق وکافی وتبیین الحقائق وتفسیر احمدی وفتح اللہ المعین وغنیہ وذی الاحکام ومعراج الدرایہ وعنایہ ومحیط برہانی وجوائی زادہ وبدائع ملک العلماء سے ثابت کیا۔ حضور رحمۃ للعلمین ﷺ رحمۃ للعلمین ہیں۔ قبل ارشاد

واغلظ علیہم انواع انواع کے نرمی وعفو وصفح فرمائے خود اموال غنیمت میں مولفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا۔ مگر اس ارشاد کریم نے ہر عفو وصفح کو نسخ فرما دیا اور مولفۃ القلوب کا سہم ساقط ہوگیا۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔ (الکھف ۲۹)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی نسبت امام فرماتے۔ میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ آیۃ کریمہ واغلظ علیھم۔ کو فرماتے ہیں۔ نسخت ھذہ الایۃ کل شیء من العفو والصفح۔ قرآن عظیم نے یہود ومشرکین کو عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ (المائدہ ۸۲)

مگر ارشاد:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۝ (التوبہ ۷۳)

عام آیا اس میں کسی کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے۔ یہاں انہیں وصف کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد وغلظت کا حکم دیا تو یہ سزا اس کے نفس کفر کی ہے۔ نہ کہ عداوت مومنین کی اور نفس کفر میں وہ سب برابر ہیں۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔ ہاں معاہدہ کا استثناء دلائل قاطع متواتر سے ہے۔ ضرورۃ معلوم ومستقر فی الاذہان کہ حکم جاہدسن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فنفس النص لم یتعلق بہ ابتداء کما افادہ فی البحر الرائق۔ تفاوت عداوت بر بنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے۔ نصاری کا حکم یہود سے کمتر ہوتا حالانکہ یکساں ہے ذمی وحربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں۔ یہ کہ ہر حربی محارب ہے حسب حاجت ذلیل وقلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ ومقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں۔ ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کتے سے شکار میں امام سرخسی نے شرح صغیر میں فرمایا۔ والاستعانۃ باھل الذمۃ

الکلاب۔ اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم صاحبین وغیرہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں کتابی کی تخصیص فرمائی۔ مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی۔ اگرچہ ذمی ہو۔ ان مباحث کی تفصیل جلیل المحجۃ المؤتمنہ میں ملاحظہ ہو۔ رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے۔ وہ تو لا یالونکم خبالا سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیوی معاملات بیع وشرا واجارہ واستجار کی مثل ہے۔ ہاں اندرونی علاج جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو اس میں کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا دلی خیر خواہ اپنا مخلص باخلاص خلوص کے ساتھ ہمدری کر کے اپنا دلی دوست بنانے والا اس کی بے کسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بے شک آیۂ کریمہ کا مخالف ہے۔ ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان وایمان وقرآن سب کا دشمن اور انہیں اس کی خبر ہو جائے۔ اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں۔ وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نارہا فانہ منھم ہو گیا ان کی تو دلی تمنا یہی تھی۔

قال تعالٰی: وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً (النساء ۸۹)

ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی کافر بنو تو تم اور وہ ایک سے ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالٰی مگر الحمد للہ کہ کوئی مسلمان آیۂ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا۔ اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیب قرآن کی بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کماتے ہیں۔ ایسا کریں تو بدنام ہوں دکان پھیکی پڑ جائے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو۔ یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیر خواہ ہیں نہ کہ ہمارے۔ اس میں تکذیب نہ ہوئی پھر بھی خلاف احتیاط وشنیع ضرور ہے خصوصاً یہود ومشرکین سے خصوصاً سر برآوردہ مسلمان کو جس کے کم ہونے میں وہ اشقیا اپنی فتح سمجھیں۔ وہ جسے جان وایمان دونوں عزیز ہیں۔ اس بارے میں نتلوہ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط (آل عمران ۱۱۸) (کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے) وکریمہ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ط۔ التوبہ ۱۶۔ (اللہ ورسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنایا) وحدیث مذکور لا تستضیئوا بنار المشرکین۔

(مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو) بس ہیں اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا راز و دروز خیلکا روشیر بنانا ہوگا۔

امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

واشد لقبح واشنع ما ارتکبه بعض الناس فی هذا الزمان من معالجة الطبیب والکحال الکافرین الذین لایرجی منهما نصح ولا خیر بل بقطع بغشهما اذیتهما لمن ظفرابه من المسلمین سیما ان کان المریض کبیر فی دینه او علمه

یعنی سخت ترقبیح و شنیع ہے وہ جس کا ارتکاب آج کل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طبیب اور سنیے سے علاج کرانا جن سے خیر خواہی اور بھلائی کی امید درکنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں اس کی بدسگالی کریں گے اور اسے ایذا پہنچائیں گے۔ خصوصاً جب کہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا۔

انهم لایعطون لاحد من المسلمین شیئاً من الادویة التی تصره ظاهرا لانهم لو فعلو ذلك لظهر غشهم وانقطعت مادة معاشهم لاکنهم یصفون له من الادویة مایلیق بذلك المرض وینظهرون الصنعة فیه والنصح وقدبتعا فی المریض فینسب ذلك الی حذق الطبیب ومعرفة لیقع علیه المعاش کثیرا السبب ما یقع له من الثناء علی نصحه فی صنعة لکنه یدس فی اثنا وصفه حاجة لایفطن فیها لمن الضرر غالبا وتکون تلك الحاجة مما تنفع ذلك المرض وینتعش منه فی الحال لکنه یعود علیه بالضرر فی اخر الحال وقدیدس حاجة اخری یصح بعد استعمالها لکنه اذا دخل الحمام انتکس ومات وحاجة اخری اذا استعما لها صح وقام من مرضه لکن لها مدة اذا انقضت عادة بالضرر وتختلف المدة فی ذلك فمنها مایکون مدتها سنة اواقل اواکثرا

الی غیر ذلك من غشهم وهو كثیر ثم یتعلل عدو الله ان هذا مرض اخر لیس له فیه حیلة ویظهر التاسف علی اصاب المریض ثم یصف اشیاء تنفع مراضه لكنها لاتفید بعد ان فات الا مرفیه فینصح حیث لاینفع نصحه فمن یری ذلك منه یعتقدانه من الناصحین وهو من اكبر الغاشین۔

یعنی وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی ظاہر ہو جائے اوران کی روزی میں خلل آئے بلکہ مناسب دوا دیتے اور اس میں اپنی خیرخواہی وفن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے جس میں ان کا نام اور معاش خوب چلے اور اسی کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے یا ایسی دوا کہ اس وقت مرض کھودے مگر جب مریض جماع کرے مرض لوٹ آئے اور مر جائے یا ایسی کہ سردست تندرست کر دے مگر جب حمام کرے مرض پلٹے اور موت ہو۔ یا ایسی کہ اس وقت مریض کھڑا ہو جائے اور ایک مدت سال بھر یا کم بیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے اوران کے سوا ان کے فریبوں کے بہت طریقے ہیں پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا دشمن یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید مرض ہے اس میں میرا کیا اختیار ہے اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے۔ پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے۔ مگر جب بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ تو اس وقت خیرخواہی دکھاتا ہے۔ جب اس سے نفع نہیں دیکھنے والے اسے خیرخواہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت تر بدخواہ ہے۔

كل العدوا قد ترجی ازالتها الا عدوة من عاداك فی الدین	تمام دشمنوں کا زوال ممکن ہے مگر عداوت دینی کہ یہ نہیں جاتی۔

پھر فرمایا۔

قد یستعلمون النصح فی بعض الناس ممن لا خطولهم فی الدین ولا علم ذلك ایضا من الغش لاهم لو لو ینصحوا لما حصلت لهم الشهرة بالمعرفة بالطب ولتعطل علیهم معاشهم وقد

يفطن لغشهم ومن غشهم نصحيهم لبعض ابناء الدنيا لينشتهرو وابذلك وتحصل لهم الخطوة عندهم وعند كثير ممن شابهم ويستسلطون بسبب ذلك على قتل العلماء والصالحين وهذا لنوع موجود ظاهر وقد ينصحون العلماء والصالحين وذلك منهم غش ايضالانهم يفعلون ذلك لكي تحصل لهم الشهرة وتظهرة وتظهر صنعتهم فيكون سيبا الى اتلاف من يريدون اتلا ضعنهم واهذا منهم مكر عظيم۔

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو روٹیوں میں فرق آئے اور کبھی ان کے فریب پر لوگ چرچ جائیں۔ یونہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں کہ شہرت اور اس کے نزدیک اس جیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو۔ پھر علماء صلحا کے قتل کا موقع ملے اور ایسے اب موجود ظاہر ہیں اور کبھی علماء وصلحا کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب ہے کہ مقصود ساکھ بندھن ہے۔
پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے اس کی راہ ملنا اور یہ ان کا بڑا مکر ہے۔

پھر اپنے زمانہ کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبان بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا۔ رئیس نے کسی بات پر ناراض ہوکر اسے نکال دیا وہ خوشامدیں کرتا رہا یہاں تک کہ رئیس راضی ہوگیا۔ کافر وقت کا منتظر رہا پھر رئیس کو سخت مرض ہوا۔ میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا۔ لوگ انہیں بلانے آئے انہیں نے عذر کیا۔ لوگوں نے اصرار کیا' گئے اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے۔ میں نے کہا خیر فرمایا میں نے کہا یہودی نے کیا نسخہ دیا۔ معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا میں اندر گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی امید نہیں۔ پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمہ نہ رکھ دے۔ رئیس کل تک نہ بچے گا۔ وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہوگیا۔ پھر فرمایا بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وہ بنائے مسلمانوں کو دکھالیں۔ یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں

کچھ حرج نہیں جانتے۔ فرمایا۔ وهذا ليس بشيء ايضاء من وجوه الاول ان المسلم قد يفعل عن بعض ماوصفه الثاني فيه اقتداء الغير به الثالث فيه الاعانته لهم على كفرهم بها يحطيه لهم الرابع فيه ذلة المسلم لهم الخامس فيه تعظيم شانهم لا سيما ان كان المريض رئيسا وقد امرا الشارع عليه الصلوٰة والسلام بتصغيره شانهم وهذا عكسه۔ یہ بھی بوجوہ کچھ نہیں۔ ایک تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے۔ پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے۔ فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اس کے کفر پر مدد ہوگی۔ مسلمان کو اس کیلئے تواضع کرنا پڑے گی علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی۔ خصوصاً اگر مریض رئیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے۔ پھر فرمایا۔

ثم مع ذلك مايحصل من الانس والودلهم وان قل الامن عصم الله قليل ماهم وليس ذلك من اخلاق اهل الدين۔

پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگر چہ تھوڑی ہی سہی سوا اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں۔

پھر فرمایا۔ ومع ذلك يخشى على دين بعض من يستطبهم من المسلمين ۔ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے۔ پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے یہاں بیماری ہوئی۔ مریض ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا۔ انہوں نے اسے بلایا وہ علاج کرتا رہا۔ ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے اس کو اختیار کرنا چاہئے اور یونہی کیا کیا بکتا رہا۔ یہ ترساں ولرزاں جاگے اور عہد کرلیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے۔ راستے میں بھی وہ جہاں ملتا یہ اور راہ ہو جاتے کہ مبادا اس کا وبال انہیں پہنچے۔ امام فرماتے ہیں۔

وهذا قد رحم بسبب انه كان معتني به فيخاف من استطبهم ولم

یکن معتنی به ان یھلك معھم ولولم یکن فیه الاالخوف من ھذا الامر الخطر لکان متعینا ترکه فکیف مع وجود ماتقدم۔ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیرنظر عنایت تھے جوایسانہ ہوااوران سے علاج کرائے۔اس پر خوف ہے کہ ان کے ساتھ ہلاک ہوجائے۔ان کے علاج میں اس شدید خطرناک خوف کے سوااور کچھ نہ ہوتا تواس قدر سے اس کا ترک لازم ہوتا نہ کہ اور شناعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گزرا۔ان امام ناصح رحمۃ اللہ علیہ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیارت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علماء وعظمائے دین کیلئے زیادہ خطرے کا موید امام زری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا۔اچھے ہوجاتے پھر مرض عود کرتا کئی باریوں ہی ہوا آخراسے تنہائی میں بلا کردریافت کیااس نے کہا اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کار ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کومسلمانوں کے ہاتھ سے کھودوں۔امام نے اسے دفع فرمایا۔ مولا تعالیٰ نے شفا بخشی پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اوراس میں تصانیف کیں۔ طلبہ کو حاذق اطباء کردیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرمادی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کروائیں۔یہود کہ مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایااورلایالونکم خبالاتوعام کفار کیلئے فرمایا۔عورت کا مرتدہ ہوکر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الراویۃ وجملہ متون وعامہ شروح وفتاوائے قدیمہ سب کے خلاف ہے۔ سب کے موافق۔خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول صروری کے۔قول صوری وضروری کافرق میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام۔ میں ملے گا کہ میرے فتاوے جلد اوّل میں طبع ہوا۔اس کا قول ضروری کے موافق ہونا میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علی گڑھ لکھا ظاہراس کی نقل حاضر ہوگی۔یہ حکم صرف نکاح میں ہے باقی تمام احکام ارتدادا جاری ہوں گے نہ وہ شوہر کا ترکہ پائے گی نہ شوہر اس کا۔ اگراپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو نیز جب تک وہ اسلام نہ لائے شوہر کواسے ہاتھ لگانا حرام ہوگا۔عالمگیری منشاء مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے۔

لواجرت کلمة الکفر علی لسانھا مغایظة لزوجھا اواخراجا لنفسھا عن حالتہ والاستجاب المھر علیه بنکاح متالف تحرم

على زوجها تجبر على الاسلام ولكل قاض ان يجدد النكاح بادنى شيء ولو بدينار سخطت اور ضيت وليس لها ان تتزوج الابزوجها قال الهندو انى انى اخذ بهذا قال ابوالليث وبه ناخذ كذافى التمر تاشى۔

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے۔

صرحوا يتحريرها خسة وسبعين وتجبر على الاسلام وعلى جديد النكاح بمهر يسير كدينار وعليه الفتوى والواكبية۔

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہو گیا کہ ارتد ادا احدهما فسخ فی الحال۔ پھر بعد عدت دوسرے سے اسے نکاح ناجائز ہونا گیا معنی اور پہلے سے تجدید نکاح پر جبر کیا معنی۔ کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے اور اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط۔

اقول

بلکہ ان اکابر کے قول ماخوذ و مفتی بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے فتوائے ائمہ بلخ رحم اللہ تعالیٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا۔ بعد نہیں تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہو جانا موجب زوال نکاح نہیں۔ بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہو جاتی ہے اور نکاح باقی ہے جیسے بحال نماز وروزہ رمضان واعتکاف واحرام وحیض نفاس یونہی جب زوجہ کی بہن سے نکاح کر کے قربت کر لے زوجہ حرام ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کرے اور اس کی عدت گزر جائے بلکہ کبھی ہمیشہ کیلئے حرام ہو جاتی ہے اور نکاح زائل نہیں۔ جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متارکہ لازم ہے تو نکاح قائم ہے اور زون مفضاۃ کہ سبیلیں ایک ہو جائیں نکاح میں اصلاً خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے۔ والمسائل منصوص عليها فى الدر وغيره من الاسفار الخ۔ والله تعالىٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد کے

اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر رسول ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج پر اور جو رسم ورواج پر اور جو رسم ورواج حدیث شریف واحکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم ہے یا رسم ورواج پر اڑا رہنا۔

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ وخلفائے راشدین واحکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو۔

(۶) مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث وفقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربار عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار موذنوں کے فعل اگرچہ خلاف شریعت وحدیث فقہ ہوں۔

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ' سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی۔

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ اگر وہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی کیا ضرورت ہوگی۔

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں ایسے منبر بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے۔ اگر موذن باہر اذان

دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد۔ بینوا توجروا۔

جواب سوال اوّل: اللھم ھدایة الحق والصواب۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی۔

سنن ابی داؤد شریف جلد اوّل ص ۱۵۶ میں ہے۔

عن السائب بن یزید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال کان یوذن بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما

یعنی جب رسول ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانہ میں کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس ﷺ یا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

جواب سوال دوم: جواب اوّل سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے اور یہیں سے ظاہر ہو گیا۔ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں۔ غلط ہے دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ علی باب المسجد ہے یعنی حضور اقدس ﷺ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے چہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی بس اسی قدر بین یدیہ کیلئے درکار ہے۔

جواب سوال سوم: بے شک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے فتاویٰ قاضی خان طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۷۸ لا یوذن فی المسجد ''مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔'' فتاویٰ خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لا یوذن فی المسجد۔ ''مسجد میں اذان نہ ہو خزانہ المفتین قلمی فصل فی الاذان لا یوذن فی المسجد ۔مسجد کے اندر اذان نہ کہیں۔'' فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۵۵ یوذن فی المسجد۔ ''مسجد کے اندر اذان منع ہے۔'' بحر الرائق طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۲۶۸ لا یوذن فی المسجد۔ ''مسجد کے اندر اذان کی ممانعت کی ہے'' شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ

لایوذن فی المسجد۔ امام صدر الشریعۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو غنیۃ شرح منیہ صفحہ ۳۷۷۔ الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد و الاقامۃ فی داخلہ۔ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر فتح القدیر طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۱۷۱۔ قالو الایوذن فی المسجد۔ علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے ایضا باب الجمعہ صفحہ ۴۱۴۔ ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ۔ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۱۲۸ ایکرہ ان یوذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم۔ یعنی نظم امام زندہ نیستی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اوّل صفحہ ۲۴۳ میں لکھتے ہیں۔ قولہ یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی۔ یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو مسجد میں خواہ باہر سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو جب تو وہ بتصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے۔ تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ بین یدیہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے۔ اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لئے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں۔ بہر کیف اتنا ان کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلا شبہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے۔ وللہ الحمد۔

جواب سوال چہارم: ظاہر ہے کہ حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہئے۔

جواب سوال پنجم: ظاہر ہے جو بات رسول اللہ ﷺ وخلفائے راشدین

رضوان اللہ علیہم واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو۔ وہی نئی بات ہے اسی سے بچنا چاہئے نہ کہ سنت وحکم حدیث وفقہ سے۔

(۶) مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی۔ مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۱۲۸ المطاف هو ماكان فى زمنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مسجدا ۔تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد ومحل اذان تھا اور مسجد جب بڑھائی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کیلئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی۔ ولہٰذا اگر مسجد بڑھا کر کنواں اندر کرلیا وہ بند کیا جائے گا۔ جیسے زمزم شریف حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں وفتاویٰ عالمگیریہ صفحہ ۴۰ یکره المضمضة والوضوء فى المسجد الاان يكون ثمه موضع اعد لذٰلك ولا يصلى فيه وہیں ہے۔ لايحضر فى المسجد بئر ماء ولو قديمة تترك كبئر زمزم تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہیں۔ طریق ہندیہ کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بين يديه ۔وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے۔ اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم وطریقہ خود ہی دونوں سے جدا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم ہے یا بعد کو حادث ہوا۔ اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کیلئے مستثنیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا اور اسی طرح خلاصہ وفتح القدیر برجندی کے صفحات مذکور میں ہے۔ کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ اس کی نظیر موضع وضو وچاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کردیئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے ہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان کھڑا کر دینا۔ جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے۔ قطع صف بلاشبہ حرام ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من قطع صفا قطعه الله جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے۔ رواه النسائى والحاكم بسند صحيح عن ابن عمر رضی اللہ عنہما نیز علمائے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ کہ یہ مکبرہ کہ چار جگہ سے گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے۔ بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے۔ اب ہمیں

افعال موذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں۔ جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لیتا ہے یہ با آواز بلند دعا کرتے ہیں اور یہ سب بالا تفاق ناجائز ہے۔ صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ درمختار و ردالمختار جلد اوّل صفحہ ۸۵۹۔ اما ما یفعله الموذن حال الخطبه من الترضی ونحوه فمکروه اتفاقا۔ یعنی وہ جو یہ موذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ یہی موذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں۔ اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار۔ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر در کنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر جلد اوّل صفحہ ۲۶۲، ۶۲۳ و درمختار و ردالمختار صفحہ ۶۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں۔ دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اوّل صفحہ ۱۸ آخر میں فرمایا ہے۔ اما حرکات المکبرین وصنعهم فانا ابتروا الی اللہ تعالیٰ منه۔ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں، جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف براءت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ نہ وہ علماء کے زیر حکم۔

جواب سوال ہفتم: بے شک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من احیا سنتی فقد ومن احبنی کان معی فی الجنة اللهم ارزقنا

رواه السخبری فی الابانة والترمذی بلفظ من احب

جس نے میری سنت زندہ کی بے شک اسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیا سنة من سنتی قد امیتت بعد فان له من الاجر مثل

اجورمن عمل بها من غیران ینقص من اجورهم شیاء (رواه الترمذی ورواه ابن ماجة عن عمرو بن عوف رضی الله تعالٰی عنه)

جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله ارمائة شهيد رواه البيهقي في الزهد

جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔

ظاہر ہے زندہ وہی سنت کی جائے گی مردہ ہوگئی اور سنت مردہ جبھی ہوگی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

<u>جواب سوال ھشتم</u>: احیائے سنت علماء کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کیلئے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب لیں۔ اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

<u>جواب سوال نہم</u>: حوض کا بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو اور اس کی فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے لانه موضع اعد للوضوء کما تقدم۔

<u>جواب سوال دھم</u>: لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسے گوشہ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گیا اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام موذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگائیں۔

مسلمان بھائیو!

یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھو کہ تمہارے نبی ﷺ کی سنت کیا ہے۔ تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہلسنّت سے معروض

حضرت احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے۔ آپ کے ربّ کا حکم ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان حق فرمائے۔ اس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچوں سوالوں کے بھی۔

(۱) ارشارت مرجوع ہے یا عبارت اور ان میں کیا فرق ہے؟

(۲) کیا محتمل و صریح کا مقابلہ ہو سکتا ہے؟

(۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشاء بھی غلط؟

(۴) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا؟

(۵) قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجالاتے ہیں یا سو میں کتنے؟

مسئلہ ۱۰۲: زید کہتا ہے مولانا احمد رضا خان ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں۔ "راقم عبدالمصطفیٰ ﷺ" خدا جل جلالہ کے سوا دوسرے کا عبد کیسے بن سکتا ہے۔ فقیر نے جواب دیا بھائی یہاں عبدالمصطفیٰ ﷺ سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ غلام مصطفیٰ ﷺ نہ کہ بندہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ۔ ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا کہ تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں انہیں بیاہ دو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کر دو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ليس على المسلم في عبده ولا فرسه صدقة۔

مسلمان پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجمع صحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ برسر منبر فرمایا کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کنت عبدہ و خادمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں حضور کا بندہ تھا اور حضور کا خدمت گار تھا۔ یہ حدیث وہابیہ کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقت میں پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا۔ میں بحوالہ ابو حنیفہ و کتاب الریاض النصرہ لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول رکھی۔ مثنوی شریف میں قصہ خریداری بلال رضی اللہ عنہ میں ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کی۔

گفت مادو بندگان کوئے تو
کردمش آزاد ہم برروئے تو

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الزمر:۵۳)

اے محبوب تم اپنی تمام امت سے یوں خطاب فرماؤ کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی میں فرماتے ہیں۔

بندہ خود خواند احمد دررشاد
جملہ عالم رابخواں قل یعباد

طرفہ یہ کہ وہابیہ حال کے حکیم الامتہ اشرف علی تھانوی صاحب بھی جب تک مسلمان کہلاتے تھے حاشیہ شمائم امدادیہ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے کہ تمام جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ ہے۔ اب گنگوہی اصطباغ پا کر شاید اسے ہر شرک سے بدتر شرک کہیں گے۔ حالانکہ ہر شرک سے بدتر شرک کے مرتکب خود گنگوہی صاحب ہیں کے براہین قاطعہ میں صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک مانا ہے۔ جس کا بیان علمائے حرمین

شریفین کے فتاویٰ مسمی بہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین میں اور اس مسئلہ عبدالمصطفیٰ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ "بہذال اصفاالعبد المصطفی" میں ہے اے مسکین عبداللہ بمعنی مخلوق خدا و ملک خدا تو ہر مومن و کافر ہے۔ مومن وہی ہے جو عبدالمصطفیٰ ہے امام الاولیاء و مرجع العلماء حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

من لم یرنفسه فی ملك النبی صلی الله علیه وسلم لایذوق حلاوة الایمان
جو اپنے آپ کو نبی ﷺ کا مملوک نہ جانے ایمان کا مزہ نہ چکھے گا۔

آخر نہ دیکھا جب اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کا نور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا اور اسی نور کی تعظیم کیلئے تمام ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس لعین نے نہ کیا کیا وہ اس وقت عبداللہ ہونے سے نکل گیا۔ اللہ کا مخلوق کا مملوک رہا حاشا یہ تو ممکن ہے بلکہ نور مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم کو نہ جھکا عبدالمصطفیٰ نہ بنا لہٰذا مردود ابدی و ملعون سرمدی ہوا آدمی کو اختیار ہے چاہے عبدالمصطفیٰ بنے اور ملائکہ مقربین کا ساتھی ہو یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے۔

والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ جمے ہوئے گھی میں حرام جانور مثلاً چوہا، بلی، کتاب مرگیا یا جھوٹا کر گیا وہ گھی یا تیل کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: گھی اگر جما ہوا ہے تو اس جانور یا اس کے منہ لگنے کی جگہ سے کھرچ کر تھوڑا سا پھینک دیں باقی پاک ہے۔ احمد و ابوداؤد ابوہریرہ اور دارمی عبداللہ عباس رضی اللہ عنہم سے راوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اذاوقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وما حولھا۔ اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس گھی نکال کر پھینک دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھی گرم تھا اس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مرگیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: گھی ناپاک ہوگیا بے پاک کئے اس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ: یہ کہ اتنا ہی پانی اس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر آجائے اسے اتارلیں اور دوسرا پانی اسی قدر ملا کر یونہی کریں۔ پھر اتار کر تیسرے پانی میں اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں۔ یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے اتارلیں بلکہ جوش دینے کی پہلے ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفالت کرے گا۔

دوسرا طریقہ: ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہو گیا ہو آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر اکر ابل جائے گھی پاک ہو جائے گا۔

تیسرا طریقہ: دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اور اس کے بعد یہ ناپاک گھی اس پر نالے میں ڈالیں۔ یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہو گیا۔

پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں ابل کر تھوڑا گھی ضائع ہو جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند ناپاک سے پہلے پہنچے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ برتن میں جتنا پہنچا یا اب پہنچے گا سب ناپاک ہو جائے گا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۵: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آئے۔ کیا حکم ہے زید کہتا ہے ٹرکش لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام و گناہ و سنت مشرکین و مجوس

ویہود ونصاریٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں: احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تبهوا بالیهود رواه الامام الطحاوی عن انس بن مالك ولفظ مسلم عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنهما جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس۔

مونچھیں کتر کر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ، یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے یا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز سلطان المسلمین کیلئے خطبہ میں دعا مانگنا فرض ہے تو مثلاً اتنی دعا مانگی جائے تو درست ہے یا نہیں؟

اللهم اعز الاسلام والمسلمین بالامام العادل ناصر الاسلام والملة والدین زید کہتا ہے۔ نہیں درست سلطان المعظم کا نام لے کر دعا مانگنا چاہئے۔

الجواب: سلطان اسلام کیلئے خطبہ میں د۔ فرض نہیں ایک مستحب ہے اور وہ اتنی دعا ہے کہ سوال میں لکھی بے شک حاصل ہے زید کا اسے نادرست کہنا محض غلط وباطل ہے بلکہ درمختار میں ہے۔

یندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لاالدعاء للسلطان وجوزه القهستانی۔

خاص نام کی ضرورت ان شہروں میں ہے جو سلطان کی سلطنت میں ہیں کہ سکہ وخطبہ شعار سلطنت ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔

الدعا للسلطان علی المنابر قد صار الان من شعار السلطنة فمن ترکه یخشی علیه الخ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیش امام سر پر شال ڈال کر نماز پڑھائے تو کیا؟

الجواب: شال اگر ریشمی یا زری کی مغرق ہے یا اس کا کوئی بوٹا زری یا ریشم کا چار انگل سے زیادہ چوڑا ہے تو مرد کو مطلقاً ناجائز ہے۔ اگر چہ غیر نماز میں اور نماز اس کے باعث

خراب ومکروہ خواہ امام ہو یا مقتدی یا تنہا اور اگر ایسی نہیں تو دو صورتیں ہیں۔ اگر سر پر ڈال کر اس کا آنچل شانہ پر ڈال لیا جو اوڑھنے کا طریقہ ہے تو حرج نہیں۔ اگر سر پر ڈال کر دونوں پلو لٹکتے چھوڑ دیئے تو مکروہ تحریمی و گناہ ہے اور نماز کا پھیرنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔

(کرہ سدل) تحریما للنھی (ثوبہ) ارسالہ بلا لبس معتاد کشد منديل يرسلہ من كتفيہ۔ ردالمحتار میں ہے وذلك نحو الشال۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ولدالزنا کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن جائز ہے یا نہیں۔ ولدالزنا کی ماں کافرہ ہے اور باپ مسلمان۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب وہ مسلمان ہے اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے اور مسلمانوں کے مقابر میں اسے دفن کرنا بے شک جائز ہے اگرچہ اس کی ماں یا باپ یا دونوں کافر ہوں بلکہ یہ اور بھی اولٰی ہے کہ ولدالزنا ہونے میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ملفوظات

حضور پرنور امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ

عرض: حضور ۱۳ سال میں میری اہلیہ سے ۴ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے جن میں سے پانچ اولادیں انتقال کر گئیں۔ کسی کی عمر سال، کسی کی دو سال، کسی کی ایک سال ہوئی اور سب کو ایک بیماری لاحق ہوئی یعنی پسلی اور ام الصبیان فی الحال صرف ایک لڑکی ۳ سالہ حیات ہے۔ حضور دعا فرمائیں اور ان امراض کے واسطے کوئی عمل جو مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

ارشاد: مولیٰ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے اب جو حمل ہوا سے دو مہینے نہ گزرنے پائیں کہ یہاں اطلاع دیجئے اور زوجہ اور ان کی والدہ کا نام بھی معلوم ہونا چاہئے۔ اس وقت سے انشاء اللہ تعالیٰ بندوبست کیا جائے۔ اپنے گھر میں پابندی نماز کی تاکید شدید رکھئے اور پانچوں نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھا کریں۔ علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے اور سوتے وقت جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں۔ ان میں بھی ان تین وقت آیۃ الکرسی نہ چھوٹے مگر ان دنوں میں آیت قرآن مجید کی نیت سے نہ پڑھے بلکہ اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔ جن دنوں میں نماز کا حکم ہے ان میں اس کا بھی التزام رکھیں کہ تینوں قل ۳-۳ بار صبح و شام اور سوتے وقت پڑیں۔ صبح سے مراد یہ ہے کہ آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک اور شام سے مراد یہ ہے کہ دوپہر ڈھلے غروب آفتاب تک اور سوتے وقت اس طور پر پڑھیں کہ چت لیٹ کر دونوں ہاتھ دعا کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہتھیلیوں پر دم

کر کے سارا منہ اور سینے اور پیٹ پاؤں آگے اور پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے۔ سارے بدن پر ہاتھ پھیریں دوبارہ ایسے ہی سہ بارہ ایسے ہی اور جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ان میں آپ اسی طرح پڑھ کر تین بار ان کے بدن پر ہاتھ پھیر دیا کیجئے۔ بڑا چراغ یہاں ایک صاحب بناتے ہیں اور وہ بنوا لیجئے اور ایام حمل میں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جس ترکیب سے بتایا جائے اسے روشن کیجئے اور یہ لڑکی جو موجود ہے اس کو اگر ناسازی لاحق ہو تو اس کیلئے بھی روشن کیجئے اور وہ چراغ باذنہ تعالیٰ سحر اور آسیب و مرض تینوں کے دفع میں مجرب ہے۔ بچہ جو پیدا ہوتے ہی معاً سب سے پہلے اس کے کانوں میں ۷ بار اذانیں دی جائیں۔ ۴ بار اذان سیدھے کان میں اور تین تکبیر بائیں میں اس میں ہرگز دیر نہ کی جائے۔ دیر کرنے میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک بچہ کو کسی اناج سے تول کر خیرات کیا جائے پھر سال بھر تک ہر مہینہ پر پھر دو برس کی عمر تک ہر دو مہینے پر تیسرے سال ہر تین مہینے پر چوتھے سال ہر چار مہینے پر پانچویں سال بھی ہر چار مہینے پر چھٹے مہینے پر ساتویں سال سالانہ یہ تول اس لڑکی کیلئے بھی کیجئے۔ چوتھے میں ہے تو ہر چار مہینے پر تو لیے۔ مکان میں سات دن تک مغرب کے وقت ۷-۷ بار اذان با آواز بلند کہی جائے اور تین شب کسی صحیح خواں سے پوری سورہ بقرہ ایسی آواز سے تلاوت کرائی جائے۔ مکان کے ہر گوشہ میں پہنچے شب کو مکان کا دروازہ بسم اللہ کہہ کر بند کیا جائے اور صبح کو بسم اللہ کہہ کر کھولا جائے۔ آپ کے گھر میں جب پاخانہ کو جائیں اس کے دروازے سے باہر **بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث** پڑھ کر بایاں پیر پہلے رکھ کر جائیں اور جب نکلیں تو داہنا پاؤں پہلے نکالیں اور الحمد للہ کہیں اور کپڑے بدلنے یا نہانے کیلئے جب کپڑے اتاریں۔ پہلے بسم اللہ کہہ لیں اور قربت کے وقت نہایت اہتمام کے ساتھ یاد رکھئے کہ شروع فعل کے وقت آپ اور وہ دونوں بسم اللہ کہہ لیں اور ان باتوں کا التزام رہے گا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ کوئی خلل نہ ہونے پائے گا۔

عرض: حضور بڑا چراغ روشن کرنے کی کیا ترکیب ہے۔

ارشاد: (۱) یہ چراغ روشن کرنے کیا معلق روشن کیا جائے گا کسی چھنکنے یا قندیل میں۔

(۲) روشن کرتے وقت لو کے پاس تونے کا چھلہ یا انگوٹھی یا بالی ڈال دیا کریں چلہ ختم ہونے

پر وہ مساکین مسلمین پر تصدق کریں۔

(۳) چراغ باوضو نمازی آدمی روشن کرے اگرچہ عورت ہو اور مرد بہتر ہے۔

(۴) مرض ہلکا ہو تو چراغ روز ڈیڑھ گھنٹہ روشن ہو اور سخت ہو تو دو گھنٹے تین گھنٹے اور بہت سخت ہو تو شب بھر۔

(۵) مریض اس کی روشنی میں بیٹھے خواہ لیٹے مگر منہ اس کی طرف رکھے اور اکثر اوقات اس کی لو کو دیکھے۔

(۶) جتنی دیر تک جلانا منظور ہو اسی حساب سے اعلیٰ درجہ کا پھلیل اس میں ڈالیں اور اسے ڈال کر چراغ کے سب طرف پھرالیں کہ تمام نفوس پر دورہ کر آئے پھر جھکا کر رکھ دیں اور جس طرف بتی کا نشان ہے۔ بسم اللہ کہہ کر اس طرف روشن کریں۔

(۷) اگر مرض نہایت شدید ہو تو چاروں گوشوں میں چار بتیاں جلائیں اور چراغ سیدھا رکھیں اور ہر لو کے پاس سونا رکھیں۔

(۸) جس مکان میں یہ چراغ روشن ہو وہاں نہ کوئی تصویر ہو نہ کتا آنے پائے نہ سوا مریضہ کے کوئی عورت حیض ونفاس والی یا کوئی ناپاک مرد یا عورت۔

(۹) اس جگہ بیٹھ کر سب ذکر الٰہی و درود شریف میں مشغول رہیں جو بات ضرورت کی ہو بقدر ضرورت آہستہ سے کہہ دیں چپقلش نہ کریں نہ کوئی لغو و بے ہودہ بات وہاں ہونے پائے۔

(۱۰) جتنی عورتیں وہاں بیٹھیں یا آئیں جائیں سب سنگین کپڑے پہنے ہوں نماز کی طرح سوا منہ کی ٹکلی یا ہتھیلیوں کے سر کا کوئی بال یا گلے یا کلائی یا بازو یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ اصلا نہ کھلنے پائے۔

(۱۱) چراغ پہلے دن جس وقت روشن ہو وہ گھنٹہ منٹ یاد رکھیں۔ کہ کسی دن اس سے زیادہ دیر روشن کرنے میں نہ ہونے پائے۔ اس کے موکلات اپنی حاضری کا وہی وقت مقرر کر لیتے ہیں جس وقت پہلے دن روشن ہوا تھا۔ پھر اگر کسی دن آئے اور چراغ اس وقت روشن نہ پایا تو ان کو تکلیف ہوتی ہے لہٰذا چاہئے کہ پہلے دن کچھ قصدا کر کے روشن کریں کہ اگر کسی دن اتفاقیہ دیر ہو جائے تو اس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے۔ مگر پہلے دن اتنی دیر نہ کریں کہ اور کسی دن چراغ روشن ہو کر اس وقت کے

آنے سے پہلے ختم ہو جائے۔

(۱۲) جب چراغ بڑھانے کا وقت آئے کوئی باوضو شخص بڑھائے اور اس وقت یہ کہے السلام علیکم اجعوا ماجورین۔

(۱۳) روز نیا پھلیل ڈالیں کل کا بچا ہوا' آج مریض کے سر اور بدن پر مل دیں۔

(۱۴) جس کے لئے چراغ روشن ہوا ہو اس کے سوا اور مریض بھی بہ نیت شفا ان شرائط کی پابندی سے بیٹھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عرض: ایک صاحب کی لڑکی بلاناغہ کچھ عرصہ سے سورہ مزمل شریف پڑھا کرتی تھیں بلکہ قریب نصف کے حفظ بھی تھی۔ اب ان صاحبزادی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

ارشاد: لاحول شریف ۶۰ بار الحمد شریف اور آیۃ الکرسی شریف ایک ایک بار تینوں قل تین بار پانی پر دم کر کے پلایئے۔

عرض: کیا آیت قرآنی بھی یہ اثر رکھتی ہیں۔

ارشاد: جو قیود عامل بتاتے ہیں ان کی پابندی نہ کرنے سے ایسا ہوتا ہے۔

عرض: حضور اقدس ﷺ کا کمبل اوڑھنا ثابت ہے یا نہیں۔

ارشاد: ہاں حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عرض: پیراہن اقدس میں کیا کیا کپڑے ہیں۔

ارشاد: ردا' تہہ بند' عمامہ یہ تو عام طور سے ہوتا تھا اور کبھی قمیض اور ٹوپی پاجامہ ایک بار خریدنا لکھا ہے۔ پہننے کی روایت نہیں عورتیں بھی تہہ بند ہی باندھتی تھیں۔ ایک بار حضور ﷺ تشریف لئے جاتے تھے۔ راہ میں ایک بیوی کا پاؤں پھسلا روئے مبارک اس طرف سے پھیر لیا۔ صحابہ نے عرض کیا حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے۔ ارشاد فرمایا اللھم اغفر للمتسرولات۔ اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں اور غالباً پاجامہ تنگ تھا۔ اس وقت کہ اگر ڈھیلا ہوتا تو اس میں بھی تہہ بند کی طرح کھل جانے کا احتمال ہو سکتا تھا۔

عرض: موم بتی جس میں چربی پڑتی ہے مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہو تو جائز ہے ورنہ مسجد میں نہیں ویسے بھی جلانا نہ چاہئے۔

عرض: یہ جو جرمن وغیرہ ولایتوں سے آتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: ان کا بھی وہی حکم ہے اس واسطے کہ چربی اور گوشت کا ایک حکم ہے۔ اگرچہ گائے ہو یا بکری کسی مسلمان سے کوئی ہندو یا نصرانی چربی لے گیا اور تھوڑی دیر میں واپس لائے اور کہے کہ یہ وہی چربی ہے جو ابھی تم سے لے گیا ہوں۔ اس کا لینا حرام النصرانیة لاذبیح لہ۔ بخلاف یہودیوں کے کہ ان کے یہاں اب تک ذبح کرنے کا اہتمام ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے الیہودیة یذبح اویا کل ذبیحة المسلم۔ نصرانی و یہودی کافر دونوں ہیں کہ ایک محبوبان خدا کی محبت میں دوسرے عداوت میں قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیھم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں۔ بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہٖ یہی مثال روافض و وہابیہ کی ہے۔ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں چنانچہ روافض کی حکومت ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی کہیں ایک پڑیہ بھی نہیں۔

عرض: امام مسافر کے پیچھے مقتدیٔ مقیم کو ایک رکعت ملی تو بقیہ نماز میں قرأت کس طرح کرے۔

ارشاد: پہلے دو رکعت مثل لاحق کے بغیر قرأت بقدر سورۂ فاتحہ قیام کر کے قعدہ کرے اور پچھلی رکعت میں قرأت کرے۔

عرض: جماعت ثانیہ جس وقت شروع ہو سنت ظہر اس وقت پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا فجر کی سنت جماعت ثانیہ کے قعدہ نہ ملنے کی وجہ سے چھوڑ دی جائیں یا کیا۔

ارشاد: جماعت ثانیہ فقط جائز ہے اس کیلئے سنتیں نہ چھوڑے اصل نماز جماعت اولیٰ ہے۔ جس کیلئے حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر مکانوں میں بچے اور عورتیں نہ ہوتیں تو جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں۔ ان کے مکانوں کو جلوا دیتا۔ ایک مرتبہ مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مارہرہ مطہرہ میں اتفاقاً مجھے نماز میں دیر ہوگئی۔ جب میں مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچا حضرت میاں صاحب قبلہ نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے۔ ارشاد فرمایا عبدالقادر نماز تو ہوگئی تو اصل نماز جماعت اولیٰ ہی ہے۔

عرض: نماز جنازہ میں تو تین صف کرنے کی فضیلت ہے۔ اس کی ترکیب درمختار

وکبیری میں یہ لکھی ہے کہ پہلی صف میں تین دوسری میں دو اور تیسری میں ایک آدمی کھڑا ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہر صف میں دو کھڑے ہو سکتے تھے۔

ارشاد: اقل درجہ صف کامل تین آدمی ہیں اس واسطے صف اوّل کی تکمیل کر دی گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام کے برابر دو آدمیوں کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور تین کا مکروہ تحریمی کیونکہ صف کامل ہوگئی۔ اس صورت امام کا صف میں کھڑا ہونا ہوگیا اور پنج وقتہ نماز میں بھی۔ بعض صورتوں میں تنہا صف میں کھڑا ہونا جائز نہیں مثلاً دو مرد اور ایک عورت ہے تو عورت پچھلی صف میں تنہا کھڑی ہو۔

عرض: ایام وبا میں بعض جگہ دستور ہے کہ بکرے کے داہنے کان میں سورہ یٰسین شریف بائیں میں سورہ مزمل شریف پڑھ کر دم کرتے ہیں اور شہر کے اردگرد پھرا کر چورا ہے پر ذبح کرتے ہیں۔ اس کی کھال وسری زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ یہ کیسا ہے۔

ارشاد: کھال دفن کرنا حرام ہے کہ اضاعت مال ہے اور چورا ہے پر لے جا کر ذبح کرنا جہالت اور بیکار بات ہے۔ اللہ کے نام پر ذبح کر کے مساکین کو تقسیم کر دے۔

عرض: کیا خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر قبلہ رو پڑھنا چاہئے؟

ارشاد: ہاں کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور قبلہ رو ہونا کچھ ضرور نہیں۔ سامعین کی طرف منہ ہونا چاہئے خطبہ جمعہ بھی تو قبلہ کی جانب پشت کر کے پڑھا جانا مشروع ہے۔

عرض: معلم کی اگر تنخواہ مقرر نہ ہو تو بچوں سے کام لے سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر والدین کو ناگوار نہ ہو اور بچہ کو تکلیف نہ ہو تو حرج نہیں تنخواہ مقرر ہو یا نہ ہو۔

عرض: میلاد خواں کے ساتھ اگر امرد شامل ہوں یہ کیسا ہے؟

ارشاد: نہیں چاہئے۔

عرض: نوشہ کے اوبٹن ملنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: خوشبو ہے۔ جائز ہے۔

عرض: اگر ہیسل پور سے بدایوں جانا ہے اور راستہ میں بریلی اترا تو قصر کرے گا یا نہیں؟

ارشاد: اس صورت میں قصر نہیں کہ سفر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

عرض: ایک شخص بریلی کا ساکن مراد آباد میں دکان کھولے اور وہاں تجارت کا

ارادہ ہو اور کبھی کبھی اپنے اہل عیال کو بھی لے جایا کرے۔ اس صورت میں مراد آباد وطن اصلی ہوگا یا وطن اقامت۔

ارشاد: وطن اصلی نہ ہوگا ہاں اگر وہاں نکاح کر لے تو ہو جائے گا۔

عرض: اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں؟

ارشاد: نکاح تو ہو ہی جائے گا اس واسطے کہ نکاح نام باہمی ایجاب و قبول کا ہے اگرچہ بامن چڑھائے چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہٰذا احتراز لازم ہے۔

عرض: ولیمہ نکاح کی سنت ہے یا زفاف کی اور نابالغ کا نکاح ہو تو ولیمہ کب اور کس دن کرے۔

ارشاد: ولیمہ زفاف کی سنت ہے اور نابالغ بھی بعد زفاف کے ولیمہ کرے اور ولیمہ شب زفاف کی صبح کو کرے۔

عرض: نکاح کے بعد چھوارے لٹانے کا جو رواج ہے یہ کہیں ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: حدیث شریف میں لوٹنے کا حکم ہے اور لٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ حدیث دار قطنی و بیہقی و طحاوی سے مروی ہے۔

عرض: خضاب سیاہ اگر وسمہ سے ہو۔

ارشاد: وسمہ سے ہو یا تسمہ سے سیاہ خضاب حرام ہے۔

عرض: کوئی صورت بھی اس کے جواز کی ہے؟

ارشاد: ہاں جہاد کی حالت میں جائز ہے۔

عرض: اگر جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

ارشاد: بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔

عرض: بعض کتب میں ہے کہ وقت شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے وسمہ کا خضاب تھا۔

ارشاد: حضرت امام حسن و حسین و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے وسمہ کا کیا کرتے تھے کہ یہ سب حضرات مجاہدین تھے۔

عرض: نماز قصر نہ تھی اور قصر پڑھی تو اعادہ ہوگا یا نہیں۔

ارشاد: ضرور اعادہ ہوگا کہ سرے سے نماز ہی نہ ہوئی۔

عرض: ایک گاؤں میں مسجد بالکل ویرانہ میں ہے۔ اس کے متصل ایک کمہار کا مکان ہے۔ مسجد مذکور میں نماز بھی نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے اردگرد لوگ کوڑا وغیرہ ڈالتے ہیں۔ وہ کمہار زمین مسجد کو خریدنا چاہتا ہے آیا اس کی بیع ہوسکتی ہے یا نہیں؟

ارشاد: حرام ہے اگرچہ زمین کے برابر سونا دے مسجد کے لئے جو لوگ ایسا کریں ان کی نسبت قرآن عظیم فرماتا ہے: لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ دنیا میں ان کیلئے رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

عرض: نماز جنازہ کی تعجیل سے کیا مراد ہے؟

ارشاد: غسل وکفن بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں۔ ہاں اس کے بعد تاخیر نہ کرے۔ بعض لوگ شب جمعہ میں جس کا انتقال ہوا میت کو تا نماز جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نماز میں کثرت ہو جائے۔ یہ نہ جائز ہے اور اس کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عذر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں۔

عرض: مردہ کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چیونٹیوں کے ڈالنے کیلئے لے جانا کیسا ہے۔

ارشاد: ساتھ لے جانا روٹی کا جس طرح علمائے کرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے۔ چیونٹیوں کو اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہنچائیں یہ محض جہالت ہے اور یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے۔ (پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل مچاتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔

عرض: معمول چھینٹ جس کے پاجامے عورتوں کے ہوتے ہیں خوش دامن کا پاجامہ ایسی چھینٹ کا ہو اس پر اس پر سے اس کے جسم کو ہاتھ بشہوت لگائے تو کیا حکم ہے؟

ارشاد: اگر ایسا کپڑا ہے کہ حرارت جسم کی نہ معلوم ہو تو خیر ورنہ حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

عرض: یہ جو مولود شریف کی بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس رات آمنہ خاتون

حاملہ ہوئیں دوسو عورتیں رشک حسد سے مر گئیں یہ صحیح یا نہیں۔

ارشاد: اس کی صحت معلوم نہیں البتہ چند عورتوں کا بہ تمنائے نور نبی کریم ﷺ مر جانا ثابت ہے۔

عرض: اسقاط کی حالت میں چند سیر گندم اور قرآن عظیم دیا جاتا ہے اس میں کل کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں۔

ارشاد: جتنی قیمت قرآن عظیم کی بازار میں ہے اتنے کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

عرض: ثمن کے اندر عاقدین مختار ہیں جتنا چاہیں طے کر لیں۔

ارشاد: یہاں یہ کہ صدقہ دیا جا رہا ہے وہی بازار کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا۔

عرض: خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا کیا؟

ارشاد: اختلاف ہے علماء کا۔ بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض مکروہ بتاتے ہیں۔

عرض: سنت و مکروہ میں تعارض ہو تو کیا کرنا چاہئے۔

ارشاد: ترک اولیٰ ہے جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے کہ سنت ہے اور محیط ہی میں ہے کہ مکروہ ہے اس کو ہندیہ میں نقل کیا ہے۔

عرض: دیہات میں جمعہ نہ پڑھنے کے مسائل و رسائل علماء نے لکھے ہیں اس سے اہل دیہات بہت پریشان ہیں۔

ارشاد: مذہب حنفی میں جمعہ و عیدین جائز نہیں لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے۔ جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے۔ آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائے گا۔ ایسی صورت میں جہلا جمعہ تو جمعہ ظہر بھی چھوڑ دیں گے۔ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی سے خوف کرنا چاہئے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ ایک شخص کو طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا۔ جب وہ پڑھ چکا تو مسئلہ تعلیم فرما دیا۔

عرض: حضور ﷺ کی قسم کھا کر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔

عرض: قسم حضور ﷺ کی کھانا جائز ہے۔

ارشاد: نہیں۔

عرض: کیا بے ادبی ہے؟

ارشاد: ہاں۔

عرض: خلال تانبے پیتل کا گلے میں لٹکانا کیسا ہے۔

ارشاد: ناجائز ہے کیونکہ یہ تعلیق کے حکم میں ہے ویسے جائز ہے اور سونے چاندی کا حرام ہے بلکہ عورتوں کو بھی اسے ہی سونے چاندی کے ظروف میں کھانا ناجائز ہے۔ کنجی کی حفاظت بھی عام ازیں کہ چاندی کی ہو یا پیتل کی ہاں ڈورا باندھ سکتا ہے۔

عرض: جوان غیر محرم عورتوں کے سلام کا جواب دینا چاہئے یا نہیں؟

ارشاد: دل میں جواب دے۔

عرض: اگر غائبانہ نامحرم کو سلام کہلائے۔

ارشاد: یہ بھی ٹھیک نہیں۔

بسا کین آفت از گفتار خیزد

عرض: سنت الفجر اول وقت پڑھے یا متصل فرضوں کے۔

ارشاد: اوّل وقت پڑھنا اولی ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب انسان سوتا ہے شیطان تین گرہ لگا دیتا ہے۔ جب صبح اٹھتے ہی وہ رب عزوجل کا نام لیتا ہے۔ ایک گروہ کھل جاتی ہے اور وضو کے بعد دوسری اور جب سنتوں کی نیت باندی تیسری بھی کھل جاتی ہے۔ لہٰذا اوّل وقت سنتیں پڑھنا اولی ہے۔

عرض: ظہر کے وقت بغیر سنت پڑھے امامت کر سکتا ہے۔

ارشاد: بلا عذر ٹھیک نہیں۔

عرض: سنت جمعہ اگر شروع ہونے کی وجہ چھوٹ جائیں تو بعد از نماز جمعہ پڑھے یا نہیں؟

ارشاد: پڑھے اور ضرور پڑھے۔

عرض: بعض جگہ دستور ہے کہ مسلمان ہندو کی آڑھت میں مال فروخت کرتا ہے۔ اس صورت میں ہندو کو کمیشن دینا پڑتا ہے اور وہ لوگ کمیشن کے ساتھ چار آنے سینکڑہ اس بات کا لیتے ہیں کہ اس رقم کا اناج خرید کر کبوتروں کو ڈالا جائے گا یہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر جانوروں کیلئے لیں کچھ حرج نہیں البتہ بت وغیرہ کیلئے ناجائز ہے۔

عرض: دست غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے۔

ارشاد: دست غیب کیلئے دعا کرنا محال عادی کیلئے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی وذاتی کے لئے حرام ہے۔ کیمیا تضیع مال ہے اور یہ حرام ہے۔ آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنالی ہو۔ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ۔ (جیسے کوئی دونوں ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہوا اور وہ پانی یوں اسے پہنچنے والا نہیں۔۱۲) دست غیب جو قرآن عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرمایا ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ یتــــق جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (پرہیزگار) اللہ عزوجل اس کیلئے فرما دیتا ہے اور اسے روزی پہنچاتا ہے۔ وہاں سے جس کا اسے گمان بھی نہیں۔ اللہ پر عمل نہیں ورنہ حقیقتاً سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ میرے ایک دوست مدینہ طیبہ کے رہنے والے ان کا مدینہ منورہ سے بھیجا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا۔ جس مین پچاس روپیہ کی طلب تھی۔ بدھ کے روز یہاں ڈاک جاتی تھی جو ہفتہ کے روز ڈاک کے جہاز میں روانہ ہو جاتی تھی۔ پیر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا۔ منگل کے روز یاد آیا دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے بھی نہیں۔ وہ دن بھی ختم ہوا نماز مغرب پڑھ کر حسب معمول استنجے کو گیا اور یہ فکر کہ کل بدھ ہے اور ابھی تک روپیہ کی کوئی سبیل نہیں ہوئی۔ میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجنا ہیں۔ عطا فرمائے جائیں کہ باہر سے حسین (اعلیٰ حضرت مدظلہ کے بھتیجے) نے آواز دی۔ "سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں"۔ میں باہر آیا اور ملاقات کی۔ چلتے وقت اکیاون روپیہ انہوں نے دیئے حالانکہ ضرورت صرف پچاس کی تھی۔ یہ اکیاون یوں تھے کہ ایک فیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا۔ غرض صبح کو فوراً منی آرڈر کر دیا۔

مولف: یہ ہے يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ

عرض: ادنیٰ درجہ علم باطن کیا ہے۔

ارشاد: حضرت ذوالنورین مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص وعوام سب نے قبول کیا۔ دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا۔ عوام نے نہ مانا۔ سہ بارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جو خواص وعوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

یہاں سفر سے سیر اقدام مراد نہیں بلکہ سیر قلب ہے۔ ان کے علوم کی حالت تو یہ ہے کہ ادنیٰ درجہ ان سے اعتقاد ان پر اعتماد تسلیم ارشاد جو سمجھ میں آیا۔ فبها ورنه كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ o۔ حضرت شیخ اکبر اور اکابر فن نے فرمایا ہے کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا۔ نیز حدیث میں فرمایا اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولاتكن الخامس فتهلك ۔ صبح کر اس حالت میں کہ خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا علم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ علم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

عرض: کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے۔

ارشاد: غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

عرض: عالم کی کیا تعریف ہے؟

ارشاد: عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضرورت کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔

عرض: کتب بینی ہی سے علم ہوتا ہے۔

ارشاد: یہی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

عرض: حضور مجاہدہ میں عمر کی قید ہے۔

ارشاد: مجاہدے کیلئے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں۔ باقی طلب ضروری جائے۔

عرض: ایک شخص اسی (۸۰) برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسی (۸۰) برس مجاہدہ کرے۔

ارشاد: مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقہ پر اگر چھوڑیں اور جذب وعنایت ربانی بعید کو قریب نہ کردے تو اس راہ کی قطع کو اسی (۸۰) برس درکار ہیں۔ رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ یہ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

حصہ سوئم

احکامِ شریعت

تصنیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

نظامیہ کتاب گھر لاہور
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور 0301-4377868

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب: دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔ ومسالۃ الشطرنج مبسوطۃ فی الد وغیر الغطر والشھادات والصواب اطلاق المنع کما اوضعہ فی رد المحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم ولحکم۔

مسئلہ ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب: زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہوسکتا بلکہ توبہ کیلئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے واپس دے۔ وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو اتنا مال صدقہ کردے۔ بے اس کے گناہ سے برأت نہیں۔ اس کے یہاں نوکری کرنا تنخواہ لینا کھانا کھانا جائز ہے جب کہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہٖ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو۔ کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ استعمال نہیں کرتا ہے مگر پتلون پہنتا ہے اور پتلون پر ترکی ٹوپی پہنتا ہے یہ لباس درست ہے یانہیں؟

الجواب: درباء لباس اصلی کلی یہ ہے کہ لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص وشعاریت کی مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صورت میں کفر تک ہے۔ حدیقہ ندیہ میں فرمایا لبس ذی الافرنج کفر علی الصحیحۃ ۔ ہیٹ اسی قسم میں ہے

اور پتلون قسم اوّل میں اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی نہیں۔ جب کہ اس ملک کا کفار یا فساق کی وضع ہو فان کل بلدة عوائدھا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ ترک نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانہ سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوعاً بلکہ جبراً سلطان محمود خان کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا۔ ینگچری فوج نے اس پر مخالفت کی اور کشت وخون واقع ہوا بالآخر بمجبوری مانی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً ازروئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب: بلاشبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو۔ یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسال اللّٰہ حسن المال وعندہ العلم بحقیقة کل حال واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نقالوں . . . . تقریب نکاح وغیرہ میں آتے ہیں اور گھیرتے ہیں اور مانگتے ہیں۔ ان کو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر انہیں ممنوعات شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع شرعی کی اجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مال حلال کو پاکر اکل حلال سے بہرہ مند ہوں۔ شاید اس کی برکت سے اللّٰہ تعالیٰ ان کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود وحسن باعث اجر ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث اللھم لك الحمد علی زانیة اللھم لك الحمد علی سارق۔ اس پر شاہد عدل ہے

اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال وطیب ہے۔ عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اسے مطعون کرتے پھریں گے۔ اس کا مضحکہ اڑائیں گے، نقل بنائیں گے جیسا کہ ان کی عادات سے معروف ومشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کیلئے دینا جائز وحلال ہے۔ اگر چہ انہیں لینا حرام ہے۔ اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد ہے کہ ایک شاعر نے بارگاہ رسالت میں آ کر سوال کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا اقطع عنی لسانہ ۔(میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے) درمختار وغیرہ میں اس کا جواز مصرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جب فصل آم آتی ہے تو باغوں کو جا کر آم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں۔ لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں۔ آیا فعل ان کا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز اور برتقدیر عدم جواز کے حرام ہے یا بدعت ہے یا مکروہ اور برتقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یا سئیہ۔

الجواب: گٹھلیاں مارنا ناجائز وممنوع ہے۔ مسند امام احمد وصحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی۔

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الخذف وقال انه لایقتل الصید ولا ینکا لالعدو وانه یفقوا العین ویکسر السن۔

یعنی رسول ﷺ نے غلایا گٹھلی یا کنکری پھینک کر مارنے سے منع کیا اور فرمایا اس سے نہ دشمن پر وار ہو سکے نہ جانور کا شکار۔ اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑ دے یا دانت توڑ دے۔

فی التیسیر الخذف مجمتین وقاء الرمی بحصاۃ انواۃ لانه یفقوا العین ولا یقتل الصید۔

اور صرف چھلکوں سے ہم مرتبہ لوگ نادار محض تطیب قلب کے طور پر باہم مزاج دوستانہ کریں جس میں اصلا کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرور حالاً یا مالاً نہ ہو تو مباح ہے۔

عالمگیری میں ہے۔

قال القاضی الامام مانك الهلوك اللحب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبطیع بان یضرب بعضهم بعضا مباح غیر مستنکر۔ کذافی جو اهر الفتاوے فی الباب السادس۔

عوارف المعارف شریف میں ہے۔ راوی بکر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہما)

قال کان اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یتبادحون بالبطیخ فاذا کانت الحقائق کانوا هم الرجال یقال بدح یبدح اذارمی ای یترامون بالبطیخ اھ۔ ذکر قدس سره فی الباب الثلثین۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بالاتفاق جائز ہے کہ اس میں منفعت ہے۔ خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے اور خصی بیل محنت زیادہ برداشت کرتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر جانور کے خصی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو تو مطلقاً حلال اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو مثلاً بلی وغیرہ ورنہ حرام ہے۔ اسی اصل کی بنا پر ہمارے علماء گھوڑے کو خصی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جبکہ مقصود دفع شرارت ہو اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں۔

لما فیه من تقلیل الة الجهاد اقول الموجود لایعدم والموهوم لایتعبر الاتری ان العزل یجوز عن الامة مطلقا وعن الحرة باذنها بخلاف الاکل فان فیه اعدام موجود۔

ہاں آدمی کا خصی بالاجماع مطلقاً حرام ہے۔ درمختار میں ہے۔

وجائزخصا البهائم حتی الهرة واما خصاء الادمی فحرام۔ قیل والفرس وقیدوه بالمنفعة والافحرام۔

ردالمحتار میں ہے۔

قوله قیل والفرس ذکر شمس الامة الحلوانی انه لاباس به

عندا صحابنا وذکر شیخ الاسلام انه حرام۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جوان کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھنے کیلئے بھیجے اس کے کیا حکم ہے؟

الجواب: حرام۔ حرام۔ حرام۔ اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال ومبتلائے اثام۔

قال اللّٰه تعالٰی۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا واللّٰه تعالٰی اعلم۔

(التحریم: ٦)

مسئلہ ۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزوں کی نوکری سلائی کے کام کی کرنا یا ان کا کپڑا مکان پر لا کر سینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: انگریز کسی محذور شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اجر نفسه من نصرانی ان استأجره لعمل غیر الخدمة وتمامه فی غمز العیون واللّٰه سبحنه وتعالٰی اعلم علمه جل مجده اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جوتا مردو ں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ جزیہ کتب متداولہ فقہ میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہ نظر سے گزرا مگر ظاہر یہ ہے۔ والعلم عنداللہ کہ جھوٹے کام کا جوتا مرد وزن سب کیلئے مکروہ ہونا چاہیے۔

فان المنسوج کغیره ولاشك ان النعال من انواع الملبوسات والنساء والرجال سواء فی کراهة لبس النحاس۔

ہاں سچے کام کا جوتا عورتوں کیلئے مطلقاً جائز اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ مغرق نہ ہو۔ نہ اس کی کوئی بوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو یعنی اگر متفرق کام کا ہے اور ہر بوٹی چار انگل یا کم کی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگرچہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہیے۔

وفی الفتاوی الهندیة یلبس الذکور قلنسوة من الحریر اوالذهب اوالفضة اوالکرباس الذی خیط علیه ابریشم کثیر اوشی من الذهب او الفضة اکثر من قدر لاربع اصابع انتهی۔ قال العلامة الشامی وبه یعلم حکم العراقیة المسانه بالطاقیة فاذا کانت منقشة بالحریر وکان احد نقوشها اکثر من اربع اصابع لاتحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشها علی اربع اصابع بناء علی مامر من ان ظاهر المذهب عدم جمیع المتفرق انتهی وقد قال العلامة الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذهب والفضة والحریر فی الحرمة فترخیص الحریر ترخیص غیره بدلالة المساواة ویوئید عدم الفرق مامر من اباحة الثواب المنسوج من ذهب اربعة اصابع اه ملخصا فافهم وتبثت اذبه تحرر ماکان العلامة الطحاوی متوقفا فیه واللّٰه تعالٰی اعلم وعلم جل مجده اتم واحکم۔

مسئلہ۱۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی اور بی بی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں اور اس چھونا کیسا ہے یعنی مرد اپنی عورت کو اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زن وشوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتیٰ کہ فرج وذکر کو بہ نیت صالحہ موجب ثواب واجر ہے۔

کمانص علیه سیدنا الامام الاعظم رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

البتہ بحالت حیض ونفاس زیرناف زن سے زیرزانو تک چھونا منع ہوتا ہے۔ علی قول الشیخین رضی اللّٰه عنهما وبه یفتی اس طرح اور عواض خاصہ مثل صوم واعتکاف واحرام وغیرہ کے باعث ان عوارض تک ممانعت ہو جاتی ہے۔ شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے مگر اس کے بدن کو چھونے کی اجازت نہیں۔ لانقطا النکاح بالموت اور عورت جب تک عدت میں ہے اپنے شوہر مردہ کا بدن چھو سکتی ہے۔ اسے غسل دے سکتی

ہے جب کہ اس سے پہلے بائن نہ ہو چکی ہو۔ لبقاء النکاح فی حقھا بالعدۃ نص علی ذٰلک فی تنویر الابصار والدر المختار وغیر ھما من معتمدات الاسفار واللہ سبحنہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جا کر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہے یا ان کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض والزام ہوتے ہیں۔ خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ رسول مقبول ﷺ کو نعوذ باللہ منہا...... اور علمائے متقدمین ومتاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں جس کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام۔ تہذیب الاسلام آریہ مسافر جالندھر۔ آریہ مسافر میگزین۔ مسافر بہرائچ آریہ پتر بریلی ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔ نمونہ کے طور سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں۔

۱...... ستیارتھ پرکاش

۲...... مسافر بہرائچ

آیا ان مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں۔ ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام ودشمنان خدا ورسول کی اعانت کرنے والے ہیں۔ ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں۔ مفصل بیان فرمائیے۔ اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

---

۱ (اس جگہ الفاظ کفریہ ملعونہ تھے لہٰذا بیاض چھوڑ دی گئی ۱۲) یہاں سطور ملعونہ تھیں ۱۲

۲ (اس مقام پر بھی کلمات خبیثہ تھے لہٰذا نقل نہ کئے گئے اقوال تعجب اور نہایت عجب ان مسلمانوں سے جو کاپی نویسی وتصحیح ایسی ناشائستہ کتابوں کی کرتے ہیں۔ ایسے سچے پکے قائم بالحق مسلمان بھی ہیں جو ان کتابوں کی جلد بھی نہیں باندھتے۔ چنانچہ بعد ارسال اسی سوال کے سائل صاحب راقم کے پاس آئے اور دو کتابیں آریہ کی ان کے ہاتھ میں تھیں۔ اس میں سے انہوں نے ایک ایک مقام سے کچھ پڑھ کر سنایا۔ ایک میں یہی قصہ منقول تھا کہ ایک کتاب آریہ نے اپنے مذہب کی کتابیں ایک مسلمان کو مجلد کرنے کو دیں مگر اس نے اسی بنا پر کہ یہ کفر کی کتابیں ہیں جلد باندھنے سے انکار کر دیا جس پر اس آریہ کو بڑا غصہ آیا مختصرا (مولوی نواب سلطان احمد سلطان (صاحب) ناقابل فتویٰ)

الجواب: اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمد للہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلمات بعینہٖ ملعونہ منقول ہوں گے۔ ان پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں۔ ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے۔ اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تہہ کرلیا ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل قرآن عظیم محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں۔ ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں۔ قہر الٰہی کی آگ ان کیلئے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں۔ ہر کلمہ پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکۃ اللہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں۔

یہ میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝ (احزاب:۵۷)

بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں۔ اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

ان ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے۔ ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ دینے والے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے۔ زید کسی دنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو مگر ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے مگر اللہ واحد قہار کے قہر عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے۔ یقیناً یقیناً کاپی لکھنا والا پتھر بنانے والا چھاپنے والا کل چلانے والا غرض جان کر کہ اس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں

ڈالے جانے کے مستحق ہیں۔اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (المائدہ:۲)

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

من مشی مع ظالم لیعینه وھو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے چلا وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا۔

یہ اس ظالم کیلئے ہے جو ہر گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبالے یا زید عمرو کسی کو باحق سخت سست کہے۔اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ان باتوں میں ان کا مددگار کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے۔رواہ الطبرانی فی الکبیر والفیاء فی صحیح المختارہ عن اوس ابن شرجیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہیں۔

من افات الید کتابة یحرم تلفظه من شعر الهجون والفواش والقذف والقصص التی فیها نحو ذٰلك والاھا جی نثرا او نظما والمصنفات والمشتلمة علی مذاھب الفرق الضالة فان القلم اھدی اللسانین فکانت الکتابة فی معنی الکلام بل ابلغ منه لبقائها علی صفحات اللیالی والایام والکلمة مذھب فی الهواء ولا تبقی اھ مختصرا۔

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے۔اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الانعام:۶۸)

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے۔اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے۔اس کے جنازہ کی

نماز حرام اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا کفن دینا دفن کرنا اس کے دفن میں شریک ہونا اس کی قبر پر جانا سب حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولاتصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (التوبہ: ۸۴)

فقیر کے یہاں فتاوے مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں۔ میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں سنا گیا کہ سائل کا قصد اس فتویٰ کے چھاپنے کا ہے درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں۔ ان کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی باپا کیوں کے دیکھنے سے باز نہ تعالیٰ محفوظ رہیں۔ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔

مسئلہ ۱۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے۔ اس زمانہ میں یا نہیں اور مقتضی احتیاط کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اندھے سے پردہ ویسا ہے جیسا آنکھ والے سے اور اس کا گھر میں جانا عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افعمیا وان انتما۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کبوتر اڑانا اور پان اور مرغ بازی، بٹیر بازی، کن کیا بازی اور فروخت کرنا، کنکیا اور ڈورا اور مانجھا جائز ہے یا ناجائز اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے اور کبوتر اڑانا حرام کہ گھنٹوں ان کو اترنے نہیں دیتے۔ حرام ہے اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے۔ ان لوگوں سے ابتداء سلام نہ کی جائے۔ جواب دے سکتے ہیں واجب نہیں کنکیا اڑانے میں وقت و مال

(جس وقت حضرت صاحب نے یہ فتویٰ فرما کر بھیجا سائل میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس تحریر حضرت کو دیکھ کر اس اسی وقت انہوں نے اپنے سوال میں ان ناپاک کلمات پر قلم پھیر دیا اور کہا میں نے صرف دکھانے کے واسطے یہ کلمات سوال میں نقل کر دیئے تھے۔ ۱۲ اس)

کا ضائع کرنا ہوتا ہے۔ یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے آلات کن کیا ڈور بیچنا بھی منع ہے۔ اصرار کریں تو ان سے بھی ابتدا بہ سلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارہویں میں رباعی شریف پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ رباعی یہ ہے۔

سید و سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب
بادشاہ و شیخ و درویش و ولی مولانا

اگر یہ رباعی پڑھنا جائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارہویں شریف کا براہ مہربانی تحریر فرما دیجئے۔

الجواب: یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلاف شان اقدس ہیں۔ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید و درود شریف سے ہو سکے۔ پڑھ کر ثواب نذر کرے اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوثیہ پھر ایک بار الحمد شریف وآیۃ الکرسی پھر سات بار سورہ اخلاص پھر تین بار درود غوثیہ درود غوثیہ یہ ہے۔

اللهم صلى على سيدنا ومولانا محمد معدن الجودو الكرم
وعلى اله وبارك وسلم۔

اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے۔

وعلى اله الكرام ابنه الكريم وامته الكريم وبارك وسلم۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حق کے پانی سے وضو جائز کہا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب آب مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں۔ اس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سوتی یا اونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ہیں ان پر مسح کسی کے

نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعمل یعنی تا چمڑے کا اگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیزہ محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کی سبب بے بندش کے رکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور ان پر پانی پڑے تو روک لیں۔ فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتا ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں۔ ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر ان پر چمڑا منڈھا لیں چمڑے کا تلہ لگا لیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اس طرح کہ دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ فی المنیة والغنیة۔

والمسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حنیفه (الا ان یکونا مجلدین) ای استوعب المجلد مایستر القدم الی الکعب (اومنعلین) ای جعل الجلد علی مایلی الارض منها خاصة کالنعل للرجل (وقالا یجوز اذا کان ثخین لایشفان) فان الجوارب اذا کان بحیث لایجاوز الماء منه الی القدم فهو بمنزلة الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسه الابعدلبث وذلك بخلاف الرقیق فانه یجذب الماء وینفده الی الرجل فی الحال (وعلیه) ای علی قول ابی یوسف ومحمد (الفتوی والثخین ان یستمسك علی الساق من غیر ان یشد بشیء) هکذا فسرة کلهم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانه نشاهد مایکون فیه ضیق یستمسك علی الساق من غیر شد والحد بعدم جذب الماء اقرب وبما یمکن فیه متابعة المشی اصوب وقد ذکر نجم الدین زاهدی عن شمس الائمة الحلوانی ان الجوارب من الغزل او لشعر ماکان رقیقا منها لایجوز المسح علیه اتفاقا الا ان یکون مجلدا او منعلا وما کان ثخینا منها فان لم یکن مجلدا او منعلا فمختلف فیه وما کان فلا خلاف فیه اه ملتقطا قنت وههنا وهم عرض للمولی الفاضل

اخی یوسف جلبی فی حاشیة شرح الوقایة فلا علیك منه بعد ما سمعت نص امام الشان شمس الائمة وکذٰلك نص فی الخلاصة بما یکفی لازاحة کما حققه فی الغنیة وذکر طرفامنه فی ردالمحتار فراجعهما ان شئت واللّٰہ سبحنه وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اس کو جواب دے یا نہیں۔ اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دل میں بایں معنی کہ نرے تصور میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور قرآن مجید بحالت جنابت جائز نہیں۔ اگرچہ آہستہ ہو اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہے اور جواب سلام دے سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بعد تیمم ھو کما فعله رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔

تنویر میں ہے۔

لایکره النظر الیه (ای القرآن) الجنب وحائض ونفساء کاوعیة

ردالمحتار میں ہے۔

نص فی الهدایة علی استحباب الوضو لذکر اللّٰه تعالیٰ۔

اسی میں بحر سے ہے۔

وترك المستحب لا یوجب الکراهة۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیات قرآن بھی شامل ہوں تو ان کو بلا وضو چھونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کتاب یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ اسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں۔ باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں۔ پڑھنا بے وضو جائز ہے نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ۔
(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
(۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہوگئی یا اس کو پھر قضا پڑھے۔ درصورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہوگیا کہ نماز دوسرے وقت میں جاکر ختم ہوگی تو نماز پڑھ کر پھر اس کی قضا پڑھے یا نہیں۔ جب تک وقت دوسرا نہ ہو جائے کہ پہلے نماز اوّل پڑھے۔ پھر دوسری۔ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) کہ خروج وقت ناقص وضوئے معذور ہے۔ ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض ونفل پڑھ سکتا ہے کہ دخول وقت ناقص وضو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نماز بالا جماع باطل ہوگئی کہ خروج وقت ودخول دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہا تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔ امام کے نزدیک نہیں کما فی المسائل الاثنا عشریۃ اگر وقت قلیل رہ گیا اور درمیان نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے۔ واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثناء وتعوذ ودرود ودعا ترک کرے۔ رکوع وسجود میں صرف ایک بار تسبیح رکوع وسجود کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ کے صرف ایک آیت پڑھے۔ غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہو جائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو۔ ساقط لان الیقین لایزول بالشك ۔ ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہو جائے گا۔ اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہو سکے گی اس کے اتباع سے پڑھ لے۔ فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترك ۔ کما فی الدر ۔ پھر قضا پڑھے اس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہو جائیں تو نجس ہو جائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نہیں کہ جنب کا پسینہ مثل اس کے لعاب دہن کے پاک ہے۔ فی الدر

المختار رسور الادمی مطلقا ولو جنبا او کافراطاھرو وحکم العرق کسور اہ ملحضا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بادامی رنگ کی پڑا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پڑیا سے ورع کیلئے بچنا اولی ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتویٰ دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے پھر بھی۔

والحرج مدفوع بالنص وعموم البلوی من موجبات التخفیف لاسیمافی مسائل الطھارۃ والنجاسۃ۔

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلا شبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے۔ وقد ذکرنا علی ھذا المسئلۃ کلاما اکثر من ھذا فی فتاوانا وتحقق الامر بما لا مزید علیہ ان ساعہ التوفیق من اللہ سبحٰنہٗ تعالیٰ۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدا روئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہ قوی ہے۔ نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدا خوب تر ہو گیا۔ رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدے سے ملحق تھی۔ اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے۔ والیقین لایزول بالشك۔ ہاں ظن غالب کی بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بربنائے توہمات عامہ پس اگر گدے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا۔ یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدے کے خاص موضع نجاست سے ملحق تھی اور گدے میں خاص اس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کے رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدے سے محل نجاست کو تر کر دے۔ غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں

کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کر سکے۔ اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اس سے متصل ہو کر اس میں آ جائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں۔ صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں۔ اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے اجزاء دوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں۔ جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی۔ اسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی۔ اگرچہ ایک درہم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی۔ اگر ان تینوں شرط میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر پانی اور سراپا پاک ہے مثلاً گدے کی کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے مثلاً گدے کی نجاست مشکوک تھی۔ یا وہ سب یا پاک تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابل تجاوز نہ تھی۔ یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کی ہیں۔

ھذا ھو التحقیق الذی عولنا علیہ لظھور وجھہ ولکونہ احوط وان کان الکلام فی المسئلۃ طویل الذیل ذکر بعضہ فی ردالمحتار اخر الانجاس واخر الکتب وفیہ عن البرھان ولایخفی منہ انہ لا یتیقن بانہ مجدد نداوۃ الا اذا کان النجس الرطب ھو الذی لایتقاطر بعصرہ اذا یمکن ان یصیب الثواب الجاف قدر کثیر من النجاسۃ ولا ینبع منہ شیء بعصرہ کما ھو شاھد عند البدایۃ بغسلہ الخ وفیہ عن الامام الزیعلی لانہ اذلم یتقاطر منہ بالعصر لا ینفصل منہ شیء وانما یتبل مایجاورہ بالنداوۃ وبذلک لا ینجس الخ وعن الخانیۃ اذا غسل رجلہ فمشی علی ارض مکعب فابتل الارض من بلل رجلہ

واسودوجه لكن لم يظهر اثر بلل الارض في رجله فصلى جازت صلاته وان كان بلل الماء في رجله كثيرا حتى ابتل وجه الارض وصارطينا ثم اصاب الطين رجله لايجوز صلاته الخ والله سبحانه وتعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

مسئلہ ۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے۔ کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام مذبوح ہو یا مردار جب کہ اس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سور کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے۔ مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ ہاں اس کا ترک بہتر ہے۔ لمحل خلاف محمد فانه قائل بنجاسة عئسينة كالخنزير كما في فتح القدير وردالمحتار وغيرهما ورعاية الخلاف مستحبة بالاجماع۔ درمختار میں ہے۔

شعر الميتة غير الخنزير وعظمها طاهر او لمحصا۔ والله تعالىٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب: آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اس کا پیشاب ناپاک ہے۔ اگرچہ لڑکا ہو والمسئلة واردة متوانا وشروحا۔ والله تعالىٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف تو شک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہو جائیں تو وہ مع روئی کے دھل کر پاک ہو سکتے ہیں۔ یا روئی علیحدہ ہو کر کپڑا دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روئی کا سوت کات لیا جائے تو وہ سوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یونہی دھونے سے پاک ہو جائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا ان پر پانی بہائیں یہاں تک کہ

نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

فی الدر المختار یطھر محل غیر مریة بغلبة ظن غاسل طھارة محلھا بلا عدد به یفتی وقد ذلک لموسوس بغسل عصر ثلثا فیما ینعصر و تثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما یشرب النجاسة وھذا کله اذا غسل فی غدایر او صب علیه ماء کثیرا وجری علیه الماء طھر مطلقا بلاشرط عصر وتخفیف وتکرار غمس ھو المختار۔اھ

ناپاک روڑ کا سوت دھونے سے بخوبی پاک ہوسکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے۔ کما لایخفی۔ واللّٰہ سبحٰنهٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلوائیوں کی کڑھائیوں کو کتے چاٹتے ہیں۔ انہی کڑھائیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دودھ گرم کرتے ہیں ان کے یہاں شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: طہارت و نجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس حرام ہے۔ و بس امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔ بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینه۔ مسئلہ کی تمام تر تحقیق و تفصیل ہمارے رسالے "الاحلی من السکر" میں ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگلی پر نجاست لگ جائے اور اسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہو جائے اور منہ بھی پاک رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے۔ یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہو جائے گا۔ اگرچہ بار بار و نجس

ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا منہ سے دھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہو جائے گا۔ مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہو۔ الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت الطیبت للطیبین والطیبون للطیبت اولئك مبترون مما یقولون۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دودھ، دہی، گھی، ترکاری، شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام۔ آیۃ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتویٰ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: آیۂ کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ:۲۸) ان کے بجائے ونجاست قلب ونجاست دین کے بارے میں ہے۔ اجسام اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں۔ تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاویٰ اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں۔ ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام مگر اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اللہ عزوجل کیلئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا۔ کوئی نہ کوئی مسلمان اسے دیکھتا رہا تو اس وقت حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق وثابت ہو نجس وحرام ہیں ورنہ طاہر وحلال اصلی اشیاء میں طہارت وحلت ہے۔ قال تعالیٰ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ (البقرہ:۲۹) جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کیلئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینہ۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بنجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں ان کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں ایک دشواری نہ ہو۔ ان سے بچنا اولیٰ ہے۔ غرض فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوح محفوظ کیا چیز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زیر عرش ایک لوح ہے جس کا طول پانچ سو برس کی راہ ہے اس میں ماکان وما یکون الی یوم القیامۃ ثبت ہے۔

مسئلہ ۳۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اس کو تبدیل و تغیر بھی ہو سکتا یا نہیں؟

الجواب: صحیح یہ ہے کہ لوح تغیر سے محفوظ ہے تغیر و دفتین وصحف ملائکہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ عزوجل نے بعد آفرینش دنیا کے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ ایک ہی مرتبہ اس کا انتظام کر دیا ہے۔ یا بتدریج اس کی ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نسخ صحف میں ہے نہ لوح میں۔ کل صغیر و کبیر مستطر۔ جف القلم بما ھو کائن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (القمر:۵۳)

مسئلہ ۳۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث جف القلم اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوتا تھا ہو لیا تدبیر انسانی کچھ فائدہ نہیں دیتی؟

الجواب: دنیا عالم اسباب ہے اور سبب ومسبب سب مقدر مطلقاً ترک تدبیر جہل شدید ہے اور اس پر اعتماد تام ضلالی بعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شقی سعید ازلی کوشش انسانی سے سعید بن سکتا ہے یا نہیں اور سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نہ شقی ازلی سعید ہو سکے نہ سعید ازلی شقی سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ممکن ہے یونہی شقی ازلی پر صحبت نیک کا مگر انجام اسی پر ہوگا جس لئے بنائے گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا بوساطت فرشتگان اور سیارگان وعقول عشرہ ہی ہو رہا ہے یا ہر آن میں بلا توسل ان

سب کے خود حاکم حقیقی ظلم و نسخ فرماتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللہ اکبر۔ حاکم حقیقی عز جلالہٗ پاک ہے اس سے کہ کسی سے ترسیل کرے۔ وہی اکیلا حاکم، اکیلا خالق، اکیلا مدبر ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے: قال تعالیٰ وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا ۔ علماء نے کہا کہ پہلے بعض کام ارواح کواکب سے بھی متعلق تھے۔ زمانہ اقدس حضور سید عالم ﷺ سے کام ان سے نکال لیا گیا۔ اب ملائکہ مدبر ہیں اور عقول عشرہ جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں ان کا ہذیان بین البطلان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ میں زید اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ کاہن جو غیب کا حال بتاتا ہے اس پر یقین کرنا کفر ہے۔ وہ کیا حضرت رسول اللہ ﷺ کو بھی غیب کا حال نہیں معلوم تھا۔ آیا یہ دونوں عقیدے زید کے موافق عقائد سلف اہلسنت وجماعت کے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم لك الحمد علم ذاتی کہ بے عطائے غیر ہو اور علم مطلق تفصیلی کہ معلومات الہیہ کو محیط ہو اللہ عزوجل سے خاص ہیں مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت ہے۔ انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہٗ العالی فرماتے ہیں النبی ھو المطلع علی الغیب ۔ یعنی نبی کہتے ہیں اسے جو غیب پر مطلع ہو ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں:

انہ قال فی قولہ تعالیٰ ولئن سئالتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وما یدریہ بالغیب۔

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی اس کی تلاش تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد (ﷺ) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد غیب کیا جانیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور

اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ تو جو نفی مطلق کرے بلاشبہ کافر ہے اور اگر علم ذاتی یا علم محیط جملہ معلومات الٰہی سے تاویل کرے تو کفر بچ جائے گا مگر شان اقدس میں اگر ایسا موہوم کلام بولنے کا اس پر الزام قائم ہے کہ اس کا ظاہر کلام بعینہ وہی ہے جو اس منافق نے کہا اور اللہ عزوجل نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا۔ کیوں نہ کہا کہ بے اللہ کے بتائے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے بارے میں تحقیق حق کیا ہے؟

الجواب: حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علماء وعظمائے حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلا دلیل نہیں تو اسے ممنوع وناجائز کہنا یا احوال حقہ سے بے خبری پر مبنی۔

كما عرض لكثير من المتكلمين عليه في بدو ظهوره قبل اختياره ووضوح امره فقيل مسكروه قيل مفترو قيل مضراى مطلقاً كالسموم وقيل وقيل۔

یا بعض احوال عارضہ بعض فساق متناولین کی نظر پر مبنی۔ کقول من اقال انه مما مجتمع عليه الفاق كا جتما عهم على المرحرمات وقول احرانه مصدعن ذكر الله وعن الصلٰوة ۔

یا بعض عوارض مخصوصہ بعض بلاد وبعض اوقات کے لحاظ سے ناشی جن کا حکم ان کے غیر اعصار وامصار کو ہرگز شامل نہیں۔

كمن احتج بالنهي السلطاني على كلام فيه للعلامة النابلسي۔

یا محض مفتراتِ کاذبہ مختصرعات ذاہبہ پر متفرع کتهور من تفوه ان كل دخان حرام۔ وجعله حديثا عن سيد الانام عليه افضل الصلٰوة واكمل السلام وكجراة من قال اجمعوا عليه حرامخ والا جماع ۔

فقیر نے اس باب میں زیادہ بیان کی حقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر

تقشف و تصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق و فاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعوے باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گڑھتے بناتے ہیں۔ میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ:

من شرب الدخان فکانما شرب دم الانبیاء۔ جس نے حقہ پیا گویا اس نے پیغمبروں کا خون پیا۔

دوسری حدیث یوں تراشی:

من شرب الدخان فکانمازنی بامه في الکعبه۔ جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔

اِنَّــا لِلّٰهِ اِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔ جہل بھی کیا بدلا ہے خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ دانستہ مصطفیٰ ﷺ پر بہتان اٹھایا اور حدیث مواتر:

من کذب علی متعمد اقلیتوء مقعده من النار۔

کو اصلا دھیان نہ لایا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اللھم تب علینا وعلیه ان کان حیا واغفر لنا وله ان کان میتا۔

یا قواعد شرع میں بے غوری اور نظر و فکر کی بیطوری سے پیدا۔

کزاعم من زعم ان بدعة وکل بدعة ضلالة ومنه زعم الزاعم ان فیه استعمال الة العذاب یعنی النارو ذاك حرام وھذا من البطلان بابین مکان نقضه المحدث الدهلوی فیما تسب الیه باستعمال الماء المعذب به قوم نوح علیه الصلٰوة والسلام قلت وفی الترویح بالمرواح استعمال الة عذاب عاد واما اصلاح الفاضل الکھنؤی بزیادة قید علی ھیئا ہ اهل العذاب فاقول لا یجدی نفعا والا لم یجز الاغتسال بماء حار قال تعالٰی بصب من فوق روسهم الحمیم وماذا یزعم الزعم فی دخول الحمام فیکون علی ھٰذا حراما منهیا عنه لذاته بل من الکبائر اما

مطلقا علیه ما اختار هذا الفاضل من کون تعاطی المکروه تحریما من الکبائر او بعد الاغنیاد علی ماعلیه الاعتماد من کونه فی نفسه من الصغائر وذلک لان الحمام کما افاد العلامة المنادی فی التیسیر اشبه شیء بجهنم النار من تحت والظلام من فوق وفیه الغم والجس والضیق والذالماد خله سیدنا سلیمن نبی اللّٰه علیه الصلوٰة والسلام تذکر به النار وعذاب الجبار اخرج العقیلی والطبرانی وابن عدی والبیهیقی فی السنن عن ابی موسی الاشعری رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یرفعه الی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه واله وسلم قال ادل من دخل الحمامات وضعت له النورة سلیمان بن داود وفلما دخله وجد حره وغمه فقال اده من عذاب اللّٰه اده قبل انلا تکون اده قلت وبهذا یرد حدیث التشبیه باهل النار وحدیث المالا سبة بالنار کما لا یخفی علی اولی الابصار۔

والہذا علمائے محققین واجلہ معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد تنقیح کار وامکان افکار اس کی اباحت کا حکم فرمایا۔ وهو الحق الحقیق بالقبول۔

علامہ سیدی احمد حموی غمز العیون والبصائر میں فرماتے ہیں۔

یعلم منه حل شر بالدخان۔

اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی حلت معلوم ہوئی۔ علامہ عبدالغنی بن علامہ اسماعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

من البدع العادیة استعمال النتن والقهوة الشائع ذکر هما فی هذا الزمان بین الاسافل والا عیان والصواب له لا وجه لحرمتها ولا لکر اهتها فی الاستعمال الخ۔

بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام خواص میں شائع

ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔ علامہ محقق علاؤالدین دمشقی درمختار میں عبارت اشباہ نقل کر کے فرماتے ہیں.

فيفهم منه حكم النتن۔

شامی میں ہے:

وهو الاباحة على المختار۔

یعنی اس سے تمباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں۔ پھر فرمایا:

وقد كرهه شيخنا العمادي في هديه الحاقاله بالثوم والبصل باولى۔

ہمارے استاد عبدالرحمٰن بن محمد عمادالدین دمشقی نے اپنی کتاب ہدیہ میں اسے سیر و پیاز سے ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا۔

علامہ سیدی ابوالسعود علامہ سیدی طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں فرمایا:

لا يخفي ان الكرهة تنزيهية بدليل الالحاق بالثوم والبصل والمكروه تنزيها يجامع الجواز۔

پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے لہسن پیاز کی اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔
علامہ حامد آفندی عمادی ابن علی آفندی مفتی دمشق الشام اپنے فتاوے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں علامہ محی الدین بن احمد بن محی الدین حید کردی جزری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں:

في الافتا بحله دفع الحرج عن المسلمين فان اكثرا هم مبتلون بتناوله فاان اكثراهم مبتلون بتناوله مع ان تحليله ايسر من تحريمه وما خير رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بين امرين الاختار ايسرهما واما كوته بدعة فلا ضرر فانه بدعة في التناول لا في الدين فاثبات حرمته امر عسير لا يكاد يوجله نصير۔

حلت قلیان پر فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے کہ اکثر اہل اسلام

اس کے پینے میں مبتلا ہیں۔ مع ہذا اس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہے اور حضور سید عالم ﷺ جب دو کاموں میں اختیار دیئے جاتے جو اِن میں زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے۔ رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین ویاور ملتا نظر نہیں آتا۔

علامہ خاتم محققین سیدی امین الملۃ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

للعلامة الشيخ علی اجهوری المالکی رسالة فی حله نقل فيها انه افتی بعد من يعتمد عليه من إئمة المذاهب الاربعة۔

علامہ شیخ علی جہوری مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا کہ چاروں مذاہب کے ائمہ معتمدین نے ان کی حلت پر فتویٰ دیا۔

پھر فرماتے ہیں:

قلت والف فی حله ايضا سيدنا العارف عبدالغنی النابلسی رسالة سماها الصلح بين الاخوان فی اباحة شرب الدخان وتعرض له فی كثير من تاليف الحسان وقامة الطامة الكبری علی القائل بالحرمة او بالكراهة فانهما حكمان شرعيان لا بد لهما من دليل ولا دليل علی ذالك فانه لم يثبت اسكاره ولا تفتيره ولا اضراره بل ثبته له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشياء الاباحة وان العسل يضر باصحاب الصفراء الغالبة وربما امرضهم مع انه شفاء بالنص القطعی وليس الاحتياط فی الافتراء علی الله تعالٰی باثبات الحرمة اوالكراهة [illegible] لا بدلهما من دليل بل فی القول بالاباحة التی هی الاصل وقد توقف [illegible] صلی الله عليه [illegible] لا بدلهما من دليل بل فی القول

بالاباحة التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع انہ ھوا المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی فالذی ینبغی للانسان اذا سئل عنہ سواء کان ممن یتعاطاہ اولا کھذا العبد الضعیف وجمیع من فی بیتہ ان یقول ھو مباح لکن رائحتہ تستکرھھا الطباع فھو مکروہ طبعا لا شرعا الی اخر ما اطال بہ رحمہ اللہ تعالی۔

حلت قلیان میں ہمارے سردار عارف باللہ حضرت عبدالغنی نابلسی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا جن کا نام الصلح بین الخوان فی اباحۃ شرب الدخان رکھا اور اپنی بہت تالیفات نفیسہ میں اس سے تعرض کیا اور حقہ کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر قیامت کبریٰ قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں جس کے لئے دلیل درکار اور یہاں دلیل معدوم کہ نہ اس کا نشہ لانا ثابت ہوا نہ عقل میں فتور ڈالنا۔ نہ مضرت کرنا بلکہ اس کے منافع ثابت ہوئے ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اگر فرض کیجئے کہ بعض کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت نہیں ثابت ہوتی جن مزاجوں پر صفرا غالب ہوتا ہے شہد انہیں نقصان کرتا بلکہ بارہا بیمار کر دیتا ہے باآنکہ وہ نبض قرآنی شفا ہے اور یہ کوئی احتیاط کی بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر افترا کر دیجئے کہ ان کے لئے دلیل کی حاجت ہے بلکہ احتیاط مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے خود نبی ﷺ نے کہ بہ نفس نفیس صاحب شرع ہیں شراب جیسی ام الخبائث کی تحریم میں توقف فرمایا۔ جب تک نص قطعی نہ اتری تو آدمی کو چاہئے کہ جب اس سے حقہ کے بارہ میں سوال کیا جائے تو اسے مباح ہی بتائے خواہ آپ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں (کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا مگر فتویٰ اباحت ہی پر دیتا ہوں) ہاں اس کی بو طبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ طبعی ہے نہ شرعی اور ہنوز علامہ مذکور کا کلام طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے۔

بالجملہ عندالحقیق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں خصوصاً ایسی حالت میں عجماً و عرباً و شرقاً عام مومنین بلاد و بقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامہ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے۔ جسے ملت حنفیہ سمحہ سیہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔ اسی طرف علامہ جزری نے اپنے اس قول میں ارشاد فرمایا کہ:

فی الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمین۔

اور اسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا۔ اقول:

ولسناتعنی بهذان عامة المسلمین اذا بتلوا محرام حل بل الامران عموم البلوی من موجبات التخفیف شرعا وما ضاق امر الاتسع فأذ اوقع ذلك فی مسئلة مختلف فیها نرجع جانب الیسر هونا للمسلمین عن العسر ولا یخفی علی خادم الفقه ان هذا كما هو اجار فی باب الطهارة والنجاسة كذلك فی باب الاباحة والحرمة والذاتراه من مسو غات الافتاء بقول غیر الامام الاغظم رحمته الله علیه كما فی مسئلة المخابرة وغیر هامع تنصیصهم بانه لا یعدل عن قوله الی قول غیره الابضرورة بل هو من مجوزات المیل الی روایة النوزدر علی خلاف ظاهر الروایة كما نظوا علیه مع تصریحهم بان ماخرج عن ظاهرا الروایة فهو قول مر جوع عنه ماجع عنه المجتهد بمایق قولا له وقد تثبث العلماء بهذا فی كثیر من مسائل الحلال والحرام ففی الطریقة وشرحها الدیقة فی زماننا هذا لا یمکن الا خذ بالقول الاحوط فی الفتوی الذی افتی به الائمة هو ماختاره الفقیه ابو اللیث انو ان كان فی غالب الظن ان اكثر مال الرجل حلال جاز قبول هذیة ومعاملة والا لا ا اه ملخصا۔ وفی ردالمحتار مسئله بیع الشمار لا یخفی تحقیق الضرورة وفی زماننا ولاسیما فی مثل دمشق الشام وفی

نزعهم عن عادتهم حرج وما ضاق الامر الا اتسع ولا يخفى ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية اه ملخصا۔ وافيه مسئله العلم فى الثوب هو ارفق باهل هذا الزمان لئلا يقعو ا فى الفسق والعصيان اه۔ وفيه من كتاب الحدود مقتضى هذا كله ان من زفت اليه زوجة ليلة عرسه ولم يكن يعرفها لا يحل له وطوء ها مالم يقل واحدة اواكثر انها زوجتك وفيه حرج عظيم لانه يلزم مسنه تاثيم الامة اه ملخصا انى غير ذٰلك من مسائل يكثر عدها ويطول سردها اناندفع ماعسى متوهم ان يتوهم من القول الفاضل اللكهنوى ان عموم البلوى انمايو ثر فى باب الطهارة والنجاسة لا فى باب الحرمة والا بأحة صرح به الجماعة اه۔

ہاں بنظر بعض وجوہ اسے مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی وعلامہ ابوالسعو د وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے الحاقا بالثوم والبصل افادۃ فرمایا:

على ما فيه لبعض الفضلاء مع كلام المنا فى ذٰلك المراء۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الحاقه بما ذكر هوا انصاف۔

اقول۔ یہیں ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا۔

كما جزم به الفاضل اللكهنوى فى فتاواه تردد فى رسالة واضطراب فيه كلام المحدث الدهلوى فيما نسب اليه فاوهم اولا انه يو جب كراهة التحريم وعاً دا خر افقال التنزيه سرا

سرخلاف تحقیق ہے۔

ثم اقول: پھر کراہت تنزیہہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولٰی ہے نہ کہ فعل نا جائز ہو۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت مجامع جواز واباحت ہے جانب ترک میں اس کا وہ مرتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا کہ مستحب بات کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں۔ مکروہ

تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر کیجئے تو گناہ نہیں پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صدر عن الفاضل الکھنوی وتبعہ السید المشہدی ثم الکروی سخت لغزش وخطا فاحش ہے یا رب مکروہ گناہ کون سا جو شرعاً مباح ہو اور مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس ذلت کے رد میں ایک مستقل تحریر مسمی بہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ تحریر کی وباللہ التوفیق۔

ثم اقول: یوہیں مانحن فیہ میں تین وجہ کراہت تنزیہہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرتقی کر دینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدھلوی محض نامعقول قطع نظر اس سے کہ ان وجوہ سے اکثر محل نظر شرع سے اصلاً اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے۔ومن ادعی فعلیہ البیان۔خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خان دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں۔علمائے محققین حقہ میں کراہت تنزیہی مانتے ہیں۔

حیث قال اما الما حققون القائلون بکراھۃ تنزیھا فھم ایضا تشبثوا بالر وایات الفقھیۃ مثل ما قال صاحب الدر المختار۔

اور اس میں تصریح ہے کہ مالت مشائخنا الیہ۔اسی کراہت تنزیہہ کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا۔اس رسالہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ رفیع الدین صاحب کی تقریظیں ہیں۔شاہ صاحب نے اسے تحریر۔انیق وتقریر وسبق وصحیح والمبانی ومستحکم المعانی وموافق روایات ومطابق درایات بتایا اور شاہ رفیع الدین صاحب نے استحسنت غایۃ الا ستحاسان مانشر بانیہ من جواھر لا لیہ فی مبانیہ ومعانیہ فرمایا تو ظاہر اور دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اس میں تحریفیں واقع ہوئیں اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش ومضمل خلاف تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہمہ جہت صحیح ہی مانئے تو رسالہ تلمیذ کی مدح تقریظ معارض ومناقض ہوگی۔وہ تحریر پایہ اعتبار سے یوں بھی گر گئی اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو مقصود اتباع حق ہے نہ تقلید اہل عصر واتباع زید وعمر واللہ الہادی وولی الایادی۔

الحاصل: معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق وتحقیق یہی ہے کہ وہ جائز ومباح وصرف مکروہ تنزیہی ہے یعنی جونہیں پیتے بہت اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں کچھ برانہیں کرتے۔

فان الاساءہ فوق کراھة التنزیہ کما حققه العلامة الشامی۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد ہندہ ماہ رمضان مبارک شریف میں وقت افطار پیتے اوردم لگاتے' حواس ودماغ میں فتور لاتے اور دیدۂ ودل کو عجب حالت بناتے ہیں بے شک ممنوع وناجائز وگناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں اللہ عزوجل ہدایت بخشے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ احمد وابوداؤد بسند صحیح

عن ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکرو مفتر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درباب قلیان کشیدن کہ بعضے مکروہ تنزیہی میں فرمانے دو۔ بعضے مکروہ تحریمی میگونید وبعض حرام مطلق مدانند وبعضے میفر مانید کہ کے کسے قلیان میکشد از مشاہد جمال جہاں آرائی۔ حضرت خواجہ عالم وعالمیان محمد مصطفٰی ﷺ واز احضار مجلس حضور پرنور اقدس واعلٰی محروم می ماند پس قائل میگویم کہ آیات مذہب مختار حنفی چیست گودریں باب استفاہا علما دستخط فرمودند مگر مفصل ارقام نرفت وتسکینم نشد لہٰذا امیدوارم کہ تشرتحش مفصل ارقام رود۔ بینوا توجروا۔

الجواب: باید دانست کہ درمسئلہ کشیدن قلیان کہ اختلاف بظہور آمدہ اند بردو قسم اند یکے اختلاف علمائے کاملین ودیگر اختلاف متعصبین۔ اما اختلافات علماء کاملین کہ بظہور رسیدہ بنظر غور وتعمق راجع طرف اختلاف حال تمباکو یا اختلاف حال شاربین ست۔ ا۔ اختلاف متعصبین پس متبنی بر اختیار اقوال شاذہ مردودہ مخالف جمہور یا حکایات بے ... یا مشتملہ بر کذب وزور است تفصیل ایں اجمال آنکہ از روئے احادیث وآثار واقوال جمہور فقہاء کبار اصل در اشیاء اباحت است پس چیز یکہ در آں دلیلے کہ منصوص الحرمتہ است یافتہ شود مثل سمیت یا اسکار البتہ حرام وممنوع است وچیز یکہ دراں دلیل منصوص حرمت یافتہ نشود وحکمش مسکوت عنہ بود باعتبار ذات حلال ومباح است اگر کراہت وحرمت در کدامی

صورت خاصہ یافتہ خواہد شد مکروہ وحرام گفتہ خواہد شد ورنہ براصل خود باقی خواہد ماند چوں در تمباکو کہ در بعض بلاد یافتہ میشود اسکار وتفتیر موجوداست مثل بلاد بخار وغیرہ علما آنجا حکم ممانعت فرمودہ اندرور دتمباکوئے بعض بلاہر گز اثرے تفتیر واسکار نیست مثل تمباکوئے مصر وغیرہ علمائے محققین آنجا حکم بحلت وجواز فرمودہ اندوقول منکر رامر دود نمودہ اند وعلی ہذا القیاس اختلاف حال شاربین راہم دخلی است معتدبہ درحکم آں پس کسے کہ بطور لہو ولعب انہماک عبث درآں می نماید حکمش جداست وکسے کہ برائے منافع کہ انکار ازاں نتواں نمود بقدر ضرورت استعمال می سازد حکمش جدااست پس ایں اختلاف کہ دراقوال محققین یافتہ میشود فی الحقیقۃ اختلافے نیست وانچہ متعصبین حرام مطلق میگویند قطع نظر ازانکہ برائے منفعت باشد یا بطور لہو ولعب وعبث تمباکو ہم خواہ مسکر ومفتر باشد وبغیر نقل از شارع ومجتہدین شریعت اصل در اشیاء حرمت قرار دادہ اند پس تعصبے ست باطل وازحلیہ صدق وانصاف عاطل وقول وحکم قائل کہ از کشیدن قلیان حرمان از مشاہد لمعان جمال حضرت سید انس وجان ﷺ حاصل می گردد بے دلیل کامل درہمیں تعصب لاحاصل داخل است ہر چند علمائے دین دریں مسئلہ رسائل مستقلہ المختار بعدازاں کہ فرمودہ:

> قد اضطربت اراء العلماء فيه فبعضهم قال بكراهة وبعضهم قال بحرمته وبعضهم با باحة الخ۔

ویک دوقول ممانعت ذکر نمودہ ودرآخر فرمودہ:

> وللعلامة الشيخ علي الاجهوري الامالكي رسالة في حلة نقل فيها انى افتي بحله من يعتمد عليه من ائمة المذاهب الاربعة قلت والف في حله ايضا سيدنا العارف عبدالغني النابلسي رسالة سماها بالصلح بين الاخوان في اباحة شرب الدخان وتعرض له في كثير من تاليف الحسان واقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة او بالكراهة فانهما حكمان شرعيان لا بدلهما من دليل والا دليل عليه ذٰلك فانه لم يثبت اسكاره ولا تفتيره ولا ضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة

الاصل فی الاشیاء الاباحة وان فرض اضررہ للبعض لا یلزم منه تحریمه علی کل احد فان العسل یضر باصحاب اصفراء وربما امر ضهم مع انه شفاء بالنص القطعی ولیس الاحتیاط فی۔ الافتراء علی اللّٰہ تعالٰی باثبات الحرمة اوالکرھة الذین لا یدلھما من دلیل بل فی القول بالا باحة التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه واله وسلم مع انه ھو المشرع فی تحریم الخمرام الخبائث حتی نزل علیه النص القطعی فالذی ینبغی للانسان اذا سئل عنه سواء کان ممن یتعا طاہ اولا کھذا العبد الضعیف وجمیع من فی بیته یقول ھو مباح لکن رائحة تستکر مھا الطباع فھو مکروہ طبعا لا شرعا الی اخر ما قال الی اخرہ۔

حررۃ الفقیر الحقیر عبدالقادر محب الرسول القادری البدایوانی عفی عنہ۔

مسئلہ۳۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع دین ایسے شخص کی نسبت اور اس کے معاونین کی بابت کہ جوطرح طرح کی درخواست ممبران آریہ سماج سے کرتا ہو اور ادھر وعظ اور امامت بھی مسلمانوں کی کرتا رہے۔ جواپنے وعظ میں بھی آریوں کواپنا ولی اور دوست اور جگر کا ٹکڑا بتلائے اور حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے مرتبہ کوحضور سرور کائنات رسول اللہ ﷺ کی شان کے برابر سمجھے۔ جس کا کذب اور وعدہ خلافی بھی اکثر مرتبہ ظاہر ہوئی ہو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کا وعظ کرانا اور سننا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے معاونان کس حکم شرعی کے مصداق ہیں عنداللہ وعندالرسول اللہ ﷺ بروئے قرآن وحدیث وفقہ بہت جلد جواب تحریر فرما کر داخل حسنات ہوں اس کے بعد سائل نے چھ ورق میں وہ خطوط لکھے تھے جو اس شخص نے آریوں کے پاس بھیجے تھے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ کلمات اگر اس شخص نے دل سے کہے جب تو اس کا کفر صریح ظاہر وواضح ہے جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہوسکتا۔ اسلام کی حقانیت میں اس کو شبہ ہے کفر کی طرف مائل بلکہ اس کی مشتاق اور اس کے لئے اپنے آپ کو بے چین بناتا ہے۔ کفر کی عزت

وفخر اور سر فرازی کہتا ہے تو اس کے شکوک رفع ہوں یا نہ ہوں وہ آریہ بنے یا نہ بنے اسلام سے تو اس وقت نکل گیا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اگر دل میں ان باتوں کو جھوٹ جانتا ہے آریہ کو دھوکہ دینے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں تو اوّل تو یہ دھوکہ کا عذر محض جھوٹ باطل ہے اور بفرض غلط اگر ہو بھی تو دھوکہ دینا کیا ضرور ہے۔ بفرض غلط ضرور بھی ہو تو وہ اکراہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ واحد قہار عز جلالہ نے صرف اکراہ کا استثناء فرمایا۔ الامین اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان بہر حال اس کو واعظ بنانا حرام اس کے وعظ سننا ناجائز اس کو امام بنانا حرام اس کے پیچھے نماز باطل رہا امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مرتبہ کو شان حضور ﷺ کی برابر کہنا اس کے کفر صریح وارتداد خالص ہونے میں کسی رافضی کو کلام نہیں ہو سکتا نہ کہ اہل سنت جن کا ایمان یہ ہے کہ کسی غیر نبی کو کسی نبی کا ہمسر کہنے والا کافر ہے۔ ایسے شخص کے جتنے معاون ہیں وہ سب بھی اسی کے حکم میں ہیں۔ مارہرہ شریف کے صاحبزادوں میں ایسے تاریک ناپاک گندے خیالوں کا کوئی شخص معلوم نہیں خصوصاً عالم ظاہر اس نے یہ انتساب محض جھوٹ طور پر کیا اور اگر بالفرض صحیح بھی تھا تو اب جھوٹ ہو گیا۔ قال اللہ تعالیٰ: اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ھود:۴۶)

مسئلہ ۴۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اپنا حق مردہ زندہ کرنے کے لئے پہلو دار بات کہنا جس کا ظاہر دروغ ہو اور واقع میں اس کے سچے۔ معنے مراد ہوں اگرچہ سننے والا کچھ سمجھے بلاشبہ باتفاق علماء دین میں جائز اور احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے جبکہ وہ حق بے اس طریقہ کے ملنا میسر نہ ہو ورنہ یہ بھی جائز نہیں۔ پہلو دار بات یوں مثلاً ظالم نے ظلماً اس کی کسی چیز پر قبضہ مخالفانہ اس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہو کر حق ناحق ہو جاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں۔ اس کے بیان پر رکھا گیا اگر یہ اقرار کئے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں۔ گو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے لہٰذا یوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گذشتہ اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو

یوں کہہ سکتا ہے کہ آج تک میرا قبضہ چلا آیا اور نیت میں لفظ آیا کو کلمہ استفہام لے۔ جیسے کہتے ہیں آیا یہ بات حق ہے یعنی کیا نہ بات حق ہے تو استفہام انکاری کے طور پر اس کلمہ کا یہ مطلب ہوا کہ کیا آج تک میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہو گیا۔ یا یوں کہے کل تک برابر میرا قبضہ رہا، آج کا حال نہیں معلوم کہ کچہری کیا حکم دے اور لفظ کل سے زمانہ قریب مراد لے جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں کل کا بچہ ہے حالانکہ اس کی عمر بیس بائیس سال کی ہوا سی معنی پر قیامت کو روز فردا کہتے ہیں۔ کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے یا مخالف کے قبضہ کی نسبت سوال ہو تو کہے اس کا قبضہ کبھی نہ ہوا اور مراد یہ لے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اس کا قبضہ نہ تھا۔ زیادہ تصریح درکار ہو تو کہے اس کا قبضہ اصلاً کسی وقت ایک آن کو بھی نہ ہوا نہ ہے اور معنی یہ لے کہ حقیقی قبضہ ہر شے پر اللہ عزوجل کا ہے دوسرے کا قبضہ ہو ہی نہیں سکتا۔ غرض جو شخص تصرفات الفاظ و معانی سے آگاہ ہے سو پہلو نکال سکتا ہے مگر ان کو جواز بھی صرف اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے اور بغیر ایسی پہلو دار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی ورنہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں۔

اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلو دار بات سے کام نہ چلے ہاں صریح کذب بھی دفع ظلم و احیاء حق کے لئے جائز ہے یا نہیں اس بارہ کلمات علماء مختلف ہیں۔ بہت روایات سے اجازت نکلتی اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے۔ حتی الوسع اختیاط اس سے اجتناب میں ہے اور شاید قول فیصل یہ ہو کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقل سلیم و دین قویم کی میزان میں تولے جدھر کا پلہ غالب پائے اس سے احتراز کرے۔ مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام و کمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل عیال سب فاقے مریں اور وہ بے کذب صریح مل نہیں سکتا۔ تو اس ناقبل برداشت ظلم اشد کے دفع کو امید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی ہوا اجازت ہو اور اگر کسی مالدار شخص کے سو دو سو روپے کسی نے دبا لئے صریح جھوٹ کی اجازت اسے نہ ہونی چاہئے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں۔ حدیث سے ثابت اور فقہ کا قاعدہ مقررہ بلکہ عقل و نقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ:

من ابتلی ببلیتین اختر اھو نھما۔ جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو ان میں جو

آسان ہے اسے اختیار کرے۔

هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔

درمختار میں ہے

الکذب مباح لا حیاء حقبه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وهو الحق قال تعالی قتل الخر اصون۔ الکل من المحتبی وفی الوهبانیة قال۔

وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم

واهل لترضی والقتال لیظفروا

ردالمحتار میں ہے:

الکذب مباح لا حیاء حقه کالشفیع یعلم بالبیع باللیل فاذا اصبح یشهدو یقول علمت الان وکذا الصغیرة تبلغ فی اللفل وتختار نفسها من الروح وتقول رایت الدم الان واعلم ان لکذب قد یباح وقد یجب والضابطة فیه کما فی تبیین المحارم وغیره عن الاحیاء ان کل مقصود محمود یمکن التوسل الیه بالصدق والکذب جمیعا فا الکذب فیه حرام وان امکن التوسل الیه بالکذب وحده فمباح ان ابیح تحصیل ذلك المقصود وواجب ان وجب کما لورائی معصوما اختفی من ظالم یرید قتله وایذاء ه فالکذب هنا واجب وکذا لوساله من ودیعة یرید اخذها یجب انکار ها ومهما کان لا یتم مقصود حرب او صلاح ذات البین او استمالة قلب المحبی علیه الا بالکذب فیباح ولو ساله سلطان عن فاحشة وقعت منه سرا کزنا او شرب فله ان یقول مافعلته لان اظهارها فاحشة اخری ولهایضا یکره سراخیه وینبغی ان یقاتل مفسدة الکذب بالمفسدة المرتبه علی الصدق فان کانت مفسدة

الصدق اشد فله الكذب وان بالعكس اوشك حرم وان تعلق بنفسه استحب ان لا يكذب وان تعلق لغيره لم تجر المسامحة لحق غيره والحزم تركه حيث ابيح۔

نیز اس میں اور حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

قوله جاز الكذب قال الشارح ابن الشيخة نقل في البزازية ان اراد المعاريض لا الكذب الخالص۔

اسی میں ہے:

حيث يباح التعريض لحاجته لا يباح بغير ها لانه يو هم الكذب وان لم يكن اللفظ كذبا الخ۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

يكره التعريض كراهة تحريم بدون الحاجة اليه اه باختصار۔

طحطاوی میں ہے:

قالت عند القاضي ادركت الان وفسخت فالقول لها لا نها قادرة على نشاء الردو لا يشترط ان يكون حالة البلوغ حقيقة بل لو كان باخبار ها كذبا انه بلحت الان وقيل لمحمد كيف يصح وهو كذب لا نها انما ادر كت قبل هذا الوقت فقال لا تصدق بالا سناد مجاز لها ان تكذب كيلا يبطل حقها اه وانما يسوغ لها ذلك اذا كانت اختلاف عندالبلوغ بالفعل واخذ من ذلك جواز الكذب لا حياء الحق وهي منصوصة۔

خلاصہ وہندیہ میں ہے:

ان رات الدم في الليل تقول فسخت النكاح وتشهد اذا اصحبت وتقول انما رايت الدم الان لانها تصدق ان تقول رايت الدم في الليل ونسخت ذكره في مجموع النوازل قال رضي الله تعالٰى عنه وان كان هذا كذبا لكن الكذب في بعض

المواضع مباح۔

بزازیہ میں ہے:

لیس هذا بکذب محض بل من قبیل المعاریض المسوغة لا حیاء الحق کانه الفعل المبتد لدوامه حکم الابتداء والضرورة داعیة الی هذا الاالی غیره اه

طحطاویہ میں ہے:

قلت لا یظهر بعد التقیید بالان انه من المعاریض بل من محض الکذب الخ

ردالمحتار میں ہے:

حاصله انها بقولها بلغت الان الی الان بالغة لئلا یکون کذبا صریحا الخ الاول ووجه اخرو هو ارادة القرب بقوله الان کما قدمت فی صدر الجواب۔

اشباہ میں ہے:

الکذب مفسدة محرمة وهی متی تضمن جلب مصلحة تربو علیه جاز الخ

غمزالعیون میں ہے:

فی البزازیة یجواز الکذب فی ثلثة مواضع فی الاصلاح بین الناس وفی الحرب ومع امراته قال فی ذخیرة اراد بها المعاریض لا الکذب الخالص او مثله فی اواخر الجهل عن المبسوط۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

یجوز الکذب فی ثلث وما فی معناهات عن اسماء بنت یزید رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لا یحل الکذب الافی ثلث رجل کذب امر اته لیر ضیها ورجل کذب فی الحرب مان الحرب خدعة ورجل کذب

بين مسلمين ليصلح بينهما وزاد فی رواية عن ام كلثوم رضی الله تعالٰی عنها المراة تحدث زوجها والحق بهذا الثلث دفع ظلم الظالم واحياء الحق وقيل المباح فی هذا المواضع التعريض اما الكذب فحرام لا يحل بحال اھ

مرقاۃ میں زیر حدیث صحیحین:

عن ام كلثوم رضی الله تعالٰی عنها قالت قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم ليس الكذب الذی يصلح بين الناس ويقول حيرا واينمی خيرا۔

فرمایا:

بان يقول الاصلاح مثلا بين زيد وعمرو يا عمرو يسلم عليك زيد ويمدحك ويقول انا رجه وكذٰلك يحی الی زيد ويبلغه من عمرو مثل ماسبق۔

عمدۃ الباری شرح بخاری میں ہے:

فيه ای فی الحديث الجبل فی التخليص من الطلمة بل ادا اعلم انه لا تخليص الا بالكذب جاز له الكذب الصريح وقد يجب فی بعض الصور بالا تفاق ككونه ينجی نبيا او وليا ممن يريد قتله اولنجاۃ المسلمين من عدوهم۔ وقال الفقهاء لو طلب ظالم وديعة لا نسان ليا خذها غضبار وجب عليه الانكار والكذب فی انه لا يعلم موضعها۔

غمز العیون میں اسے نقل کر کے فرمایا: فليحفظ۔

شیخ محقق ترجمہ مشکوٰۃ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

"یکے از مواضع کہ دروغ گفتن دراں رواست اصلاح ذات البین ست صلح دادن ودور کردن نزاع وعداوت کہ میان دوکس ست و یکے دیگر ازاں مواضع کہ دروغ گفتن دراں جائز است نگاہ داشت برخوں ومال کسے ست کہ بناحق

میرود و دروغ گفتن بازن بقصد اصلاح ورضائے وے نیز جائز داشتہ چنانکہ گویدترادوست میدارم ہرچند ندارد"۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے حق کے وصول کے لئے چھینا جھپٹی زبردستی دبالینا وامثالہا امور جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عین حق یا جنس حق کے لئے اجازت ہے جب کہ فتنہ نہ ہو اور اس پر کذب کا قیاس مع الفاروق ہے کہ یہاں غصب ونہب کی صورت ہے۔حقیقت نہیں کہ حقیقتاً اپنا حق لیتا ہے اور کذب ہوگا تو حقیقتاً ہوگا کما لا یخفی ۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایوانی کی خدمت میں میں نے اپنے جواب کو اس لئے پیش کیا تھا کہ اگر صحیح ہو تو یہی رہے اس وقت تک میں نے جو جواب لکھا تھا وہ صرف بحوالہ وسند احیاء العلوم تھا۔حضرت مولانا نے فرمایا کہ احیاء العلوم سے جواب کافی نہیں فقہ سے لکھو اور کچھ نہ فرمایا۔فقہ میں جو دیکھا تو اس میں بھی احیاء العلوم کی سند موجود ہے۔آیا احیاء العلوم وغیرہ امثالہا سے سند لانا اور غیر مذہب کے علماء سے سند لانا صحیح ہے یا نہیں۔اگر ہے تو کس قسم کے مسائل میں۔اکثر یہ لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ حنفی کو اپنی فقہ سے ہی سند ضرور ہے۔علماء احناف اہل سنت جو اپنی کتب مناظرہ وغیرہ میں دوسرے علماء اور ان کی کتب یا تصوف وغیرہ علوم کی کتب سے سند دے دیتے ہیں وہ معاذاللہ خاطی ہیں۔بینوا توجروا۔

الجواب: مسائل اختلافیہ حنفیہ وغیر حنفیہ میں غیر حنفیہ سے استناد صحیح نہیں اور ان کے ماورا میں قدیماً وحدیثاً ہر مذہب والے چاروں مذہب کے اکابر سے سند لاتے ہیں۔یونہی مسائل غیر متشابہات میں ائمہ تصوف قدسنا اللہ تعالیٰ باسراہم سے استناد اور ایسوں کو خاطی جاننے والا خود سخت خاطی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳: حضرت مولانا المعظم والمکرم دامت برکاتہم العالیہ۔پس از تسلیم مع التکریم معروض کہ

(۱) جس نے فرض عشاء با جماعت نہیں پڑھے اور وتر کی جماعت میں شریک ہو گیا۔اس کے یہ وتر سرے سے ہوئے ہی نہیں یا ہوئے مگر مکروہ تو تحریمی یا تنزیہی۔

(۲) اگر جماعت سے فرض عشاء پڑھ لئے تھے تو اب جس امام کے پیچھے چاہے وتر جماعت سے پڑھ لے۔ اگر چہ وہ امام فرض وتراویح دونوں سے غیر ہو یا صرف ایک سے یا اس امام سے فرض وتراویح با جماعت نہ پڑھے ہوں بہر حال بلا کراہت صحیح ہوں گے یا کیا؟

(۳) جماعت وتر میں استحقاق شرکت کے لئے تراویح با جماعت پڑھنا کتنا دخل رکھتا ہے یا کچھ نہیں۔

(۴) آج کل علی العموم سفر پہلے سے اس کے بیسیوں حصہ زائد تیز رو سواریوں پر ہوتا ہے۔ اس کے لئے بحساب مسافت اندازہ کی ضرورت ہے۔ یہ فرمائیں کہ کس قدر کوس مروج کے سفر میں قصر وغیرہ احکام سفر ہوں گے اور کوس مروج سے اپنی مراد کی تشریح فرما دیں کہ وہ کوس مثلاً اس قدر قدموں کا ہے۔ بہر حال ایسا کوئی اندازہ بتانا چاہئے جس سے سب عام وخاص سہولت کے ساتھ یہ سمجھ سکیں کہ ہمارا سفر سفر قصر ہوا یا نہیں اور تیز رو سواریوں میں بری ہوں یا بحری جو سفر کیا ہے اس کا اس سفر بحساب ایام سے موازنہ کر سکیں۔ بینوا تو جروا۔

<u>الجواب</u>: حضرت والا دامت برکاتہم۔

(۱) وتر ہو جانے میں شبہ نہیں ہاں مکروہ ہے بقول الشامی:

امالو صالها جماعة مع غير ثم صلى الوتر معه لا كراهة

اور کراہت تحریم کی کوئی وجہ نہیں ظاہراً اگر کراہت تنزیہ ہے۔

(۲) اگر فرض جماعت سے پڑھے تو خود امام ہو کر بھی اور مطلقاً ہر ایسے امام کے پیچھے بھی وتر پڑھ سکتا ہے۔ خواہ وہ امام فرض ہو یا تراویح یا محض جدید ہاں جس امام نے فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں جماعت وتر اسے مکروہ ہوگی۔ اس کی کراہت سے میں سرایت کرے گی کہ جماعت وتر ہر واحد کے حق میں تفصیلاً تابع جماعت فرض ہے:

فما لمنفرد في الفرض ينفرد في الوتر كما بينا في فتاوننا۔

(۳) کچھ نہیں سواء اس کے اگر ابھی مسجد میں جماعت تراویح ہوئی ہی نہیں تو جماعت وتر مکروہ ہے کہ جماعت وتر اجماعاً تابع جماعت تراویح ہے۔

(۴) قصر تین منزل پر ہے فقیر نے مدتوں کے تجربہ سے ثابت کیا کہ یہ یہاں منزل ۱۹۔۵ میل ہے تو مدت قصر ۵۷۔۵ میل ہے جسے تقریباً ساڑھے ستاون میل کہئے۔ میل سے یہی رائج میل ۱۷۶۰ گز کا مراد ہے۔ سفر جری میں بادی کشتی کا اوسط چال بحال اعتدال ہوا۔ مراد ہے دخانی جہازوں کا اعتبار نہیں جیسے ریل کا مجھے ہر بار دخانی ہی جہاز میں اتفاق سیر ہوا۔ البتہ اس دفعہ جدہ سے رابغہ تم ساعیہ میں گیا تھا کہ تین دن میں پہنچی براہ خشکی چھ منزل ہے اس ایک بار کے مشاہدہ پر میں بحری سفر کے لئے میلوں کی تعین نہیں کرسکتا۔ خصوصاً جب کہ لوگوں کا بیان تھا کہ ہوا کم ہے ورنہ ایک دن میں پہنچتی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب عقائد وغیرہ میں جو اثبات نبوت حضرت ابوالبشر آدم الصلوٰۃ والسلام کے ادلہ میں حدیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ وہ حدیث کس نے کن الفاظ سے تخریج کی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حضرت بابرکت دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ۔ حدیث سیدنا ابوذر علیہ الرضوان سے مسند امام احمد میں یوں ہے۔

قال قلت یا(ر)ای انبیاء کان اوّل قال ادم قلت یا(ر)نبی کان قال نعم نبی مکلم۔

اور نوادر الاصول تصنیف امام حکیم الامت ترمذی کبیر میں ان سے مرفوعاً یوں ہے:

اول الرسل ادم وخرھم(مر)علیہ وعلیھم افضل الصلوٰۃ والسلام۔

مسئلہ ۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) عورت کو اس مکان میں جہاں محارم وغیر محارم مرد عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد عورات ہیں وہاں عورتوں کو کسی تقریب شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے۔ مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا

جائز ہے یانہیں؟

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یانہیں؟

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے۔ مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یانہیں؟

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یانہیں؟

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یانہیں؟

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم تو جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں اس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکر ور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین وغیرہ پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم وغیر محارم ہیں۔ مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کئے ان عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے۔ تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیات شرعیہ ہو رہے ہیں اس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اس کی شرکت میں نہیں ہے۔ مگر آواز وغیرہ آرہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے اسے کچھ

حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اس گھر کے لوگ ان عورات کے نامحرم ہیں تو اس کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں ان میں کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں؟

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس ومحافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع وعدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے؟

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم وغیر محارم کا ہو اور عورات محارم ونامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں۔ ایسے اپنے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے۔ نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اس ذکر یا وعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہئے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔ عنداللہ الوھاب۔

مقصود سائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

<u>الجواب</u>: صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول وفوائد ملحوظ خاطر عاطر ہیں کہ بعونہ عز مجدہ شقوق مذکورہ وغیرہ مذکورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے موید مومعین ہوں وباللہ التوفیق۔

اول: اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے۔ جب کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو مجمع فساق نہ ہو تقریب ممنوع شرعی نہ ہو ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو زنا فواحش وبیباک کی صحبت نہ ہو چو بے

شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا نہ ہو نامحرم دولہا کو دیکھنا نہ ہو۔ رت جگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

دوم: اجانب کے یہاں کے مردزن سب اس کے نامحرم ہوں۔ شادی غمی زیارت عیادت ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ شوہر کے اذان سے اگر اذان دے گا خود بھی گنہگار ہوگا۔ سوا چند صور مفصلہ ذیل کے اوران میں بھی حتی الوسع تستر وتحرز اور فتنہ ومظان فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم: کسی کے مکان سے مراد اس کا مکان سکونت ہے نہ مکان مالک مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے۔ جانا جائز بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا ناجائز۔

چہارم: محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ جزیعت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ کسی صورت سے حلت نہیں ہوسکتی۔ نہ بہنوئی یا پھوپھایا خالو کہ بہن پھوپھی خالہ کے بعد ان سے نکاح ممکن علاقہ جزئیت رضاع ومصاہرت کو بھی عام مگر زبان جوان خصوصاً حسینوں کو بلاضرورت ان سے احتراز ہی چاہئے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کی آریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد لیس الخبر کالمعائنۃ۔ تو ان میں موانع ہلکے اور مقتضی بھاری اور اصلاح وتقویٰ پر اعتماد سخت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرسکتا اور کرے تو جھوٹا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ...... نہ کہ عورت جو عقل ودین میں اس سے آدھی اور رغبت نفسانی میں سوگنی۔ ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ بتقبل شیطان وتدبر شیطان۔ والعیاذ باللہ العزیز الرحمن۔ اللھم انی اسالك العفو والعافیۃ فی الدین والدینا والاخرۃ لی وللمومنین وللمومنات جمیعا امین۔

پنجم: محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو۔ ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم محرم ہی ہیں کہ ان میں جسے مرد فرض

کریں دوسرے سے بیگانہ ہے۔ سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی ہو۔ فرض کرنے سے حرمت ابدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے۔ مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم: رہے وہ مواضع جو محارم واجانب کسی کے مکان میں نہیں۔ اگر وہاں تنہائی وخلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر ومحارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید وحفاظت ہے۔ کہ ستر وتحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہائے فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں۔ اس قید کے بعد استثناء ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے۔ اگرچہ محل خالی کی طرف وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشہ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع محل جلوت ہے۔ تو حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات وبطالات وخطبات وجہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر۔ تماشے' باجے' تاشے ندیوں کے پن گھٹ ناؤ چڑھانے کے جمگھٹ بے نظیر کے میلے پھول والوں کے جھمیلے نوچندی کی بلائیں مصنوعی کربلائیں علم تعزیوں کے کاوے۔ تخت جریدوں کے دھاوے۔ حسین آباد کے جلوے۔ عباسی درگاہ کے بلوے ایسے موقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہو اویدک الخشیۃ رفقا بالقواریر اور محل حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر وتحفظ وتحرز فتنہ اجازت یکروزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

ہفتم: یہ اور وہ یعنی مکان غیر وغیر مکان میں جانا بشرائط مذکور جائز ہونے کی نو صورتیں ہیں۔

قابلہ' غاسلہ' نازلہ' مریضہ' مضطرہ' حاجہ' مجاہدہ' مسافرہ' کاسبہ۔

قابلہ: یہ کہ کسی عورت کو درد زہ ہو یہ دائی ہے۔

غاسلہ: جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہے تو اذن شوہر ضرور جب کہ مہر معجل نہ ہو یا تھا تو پا چکی۔

نازلہ: جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام

نہیں نکل سکتا۔

مریضہ: کہ طبیب کو بلانہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زچہ ومریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جب کہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

مضطرہ: کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے۔ غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن وامان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو نفس اور مال اس کا شقیق ہے۔

حاجہ: ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم ﷺ تمتہ حج بلکہ متمہ حج ہے۔

مجاہدہ: جب عیاذ باللہ عیاذا باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذن مولیٰ ہر پسر بے اذن والدین ہر پردہ نشین بے اذن شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعت جہاد وصلاح وزاد ہو۔

مسافرہ: جو عورت سفر جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دور نوکر ہے۔ اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سراؤ غیرہ میں اترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ: عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جوہر کہ خبر گیری نہیں کرتا نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت نہ بیت المال منتظم نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت نہ بحال بے شوہر کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے۔ کہ بشرط تحفظ وتحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آ کر کرے۔ جیسے سینا پسینا ورنہ اس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے۔ ورنہ جہاں کا مرد متقی پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کا پیر زال بدشکل کریہہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں شاہدہ، طالبہ، مطلوبہ۔

شاہدہ: وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رویت ہلال رمضان وسماع طلاق وعتق وغیرہ میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی وحاضری دار القضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی

حق العبد مثل عتق غلام ونکاح ومعاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول معمول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ: جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

مطلوبہ: جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جوابدہی میں جانا ضرور یہ صورتیں بھی علماء نے شمار فرمائیں۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آ کر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول یہ بیان کافی وصافی بحمد اللہ تعالیٰ تمام صور کو حاوی ووافی بعونہ تعالیٰ اب جواب جزئیات ملاحظہ ہوں۔

جواب-۱: وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں۔ سب صور کا مفصل بیان مع شرائط ومستثنیات گزرا۔

جواب-۲: اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اوّل ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصورت استثناء۔

جواب-۳: زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت وتعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائط مذکورہ اصل اوّل جائز مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل وخلاصہ وفتح القدیر و بحر الرائق واشباہ وغمز العیون وطریق محمدیہ درمختار والوالسعو دوسرنبلالیہ ہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے۔ اگرچہ محارم کے یہاں۔ علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفیٰ رحمتی وعلامہ محمد شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضی ہے۔ حدیث عبداللہ بن عمرو حدیث خولہ بنت النعمان وحدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم کا فلتنظر نفس ماذا تری ۔ اور اگر شادیاں ان فواحش ومنکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اوّل میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے۔ جب کہ مہر معجّل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب-۴: نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب-۵: وہ مکان اگر اس زن محرم کا مسکن ہے تو اس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں۔ کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع وممنوع مل کر نا ممنوع ہوں گے۔

جواب-۶: اگر وہ مکان ان زناں محارم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گذرا اور نہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب-۷: اللھم انی اعوذ بك من الفتن والافات وعوار لعورات - یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے علماء کرام نے مواضع استثناء ذکر کرکے فرمایا الا فیما عدا ذلك وان اذن کانا عاصیین - نہ کہ ان کے ماور امیں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار اس نفی کا عموم سب کو شامل پھر ان مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی اور اس کی مثال خانیہ وغیرہا میں خالہ وعمہ وخواہر سے دی۔ نیز علماء نے قابلہ وغاسلہ کا استثناء کیا اور پھر ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنان اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہوتا استثناء میں مادر وخالہ وخواہر وعمہ وقابلہ وغاسلہ کے ذکر کے کوئی معنی نہ تھے۔ احادیث ثلثہ مشار الیہار میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں حدیثیں اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں بیہودہ باتیں کرتی ہیں حدیث ثالث میں فرمایا ان کے جمع نہ ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گر نے لوہا تپایا جب آگ ہوگیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلا دی۔ رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر - عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل ودین سنگ دل اور امر حق سے کم منفعل ہیں ولذالم یکمل منھن الاقلیل - لوہے سے تشبیہ دی گئی اور نار شہوات وخلاعات کہ ان میں رجال سے حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کا مخلے بالطبیع ہوکر اجتماع لوہے اور ہتوڑے کی صحبت۔ اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین ناموس حیا غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھوک دیں گی سلطے پارسا ہے ہاں پارسا ہے وبارک اللہ مگر جان برادر کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں کیا صحبت بد میں اثر نہیں جب قیموں سے جدا خود سرو آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل۔ فانما خلقت من ضلع اعوج - کج سے بنی کج ہی چلے گی آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی۔ جسے تثقیف زنان کی پرواہ نہیں یا حالات زمان سے آگاہ نہیں اوّل ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزراش کیجئے ع

معذور دار مت کہ تو اور اندیدہ

مجمع زنان کی شناعات وہ ہیں کہ **لا ینبغی ان تذکر فضلا ان تسطر** جسے ان نازک شیشیوں کی صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں۔ حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرمادیں غرض احادیث مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نساء میں خیر وصلاح نہیں آئندہ اختیار بدست مختار۔

جواب ۸و۹: ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم وجوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاط اعتبار ملک ولحاظ سکونت یہ ان سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب ۱۰: ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گذرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جب کہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشہ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع وباطل ہو اور شوہر جس مکان میں ہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو۔ اس کے پاس رہنے کی بھی بشرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجّل کا تقاضا نہ مکان مغصوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورۂ فقہ بجالایا ہو۔ تو واجب انہیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنص قطعی قرآن عظیم حرام ہے اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو وہیں سوت کی شرکت بھی ضرور رساں اور جہاں ساس نند دیورانی جٹھانی سے ہو تو ان سے بھی جدا رکھنا حق زناں والتفصیل فی ردالمحتار۔

جواب ۱۱: یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جواب سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کرسکتے اور انہیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اٹھو۔ مگر علماء نے اوّلاً کچھ تخصیص کیں جب زمانہ زیادہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرمادیا۔

جواب ۱۲: اگر جانے کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہی منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کرسکیں گے۔ تو جانا واجب جب کہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو

اور نہ یہ نہ وہ تو محل عار وطعن وبد گوئی و بدگمانی سے احتراز لازم خصوصاً مقتدا کو ورنہ بشرائط معلومہ جب کہ حالت حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ اگرچہ تحریم نہیں مگر حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کو شہنائی کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پرنور سید عالم ﷺ سے نقل کیا اس سے احتراز کی طرف داعی خصوصاً نازک دل عورتوں کے لئے حدیث انجشہ ابھی گذری اور اصلاح پر اعتماد نری غلطی۔ ع

بسا کین آفت از آو از خیزد۔ ع

حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

جواب ۱۳: جواب پنجم ملاحظہ ہو عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیارت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا بڑھاتے برائے محافظ کی ضرورت ہو گی۔ نہ ایک توڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب ۱۴: گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لئے ہے جیسے مہر معجل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یا اجازت شوہر سے جائز ہو جائے گا والا لا۔

جواب ۱۵: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔(النساء:۳۴) مرد کو لازم ہے کہ اپنی اہل کو حتی المقدور مناہی سے روکے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم:٦)۔ عورت بحال نافرمانی دوہری گنہگار ہو گی ایک گناہ شرع دوسرے گناہ نافرمانی شوہر اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے۔ غلط اور باطل مگر جب کہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو مرد مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہو سکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجلس منکرہ میں بھی جانا ممکن جب کہ مثیر فتنہ نہ ہو۔ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ مگر تجسس واتباع عورات و دخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب ۱۶: عورتوں کے لئے محرم عورت کے معنی اصل پنجم میں گذرے اور نہ بھیجنے میں اصلاً محذور شرعی نہیں۔ اگرچہ مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر وعظ اکثر واعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل ناعاقل وبیباک وناقابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سرو

یا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدث موضوع نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احفاظ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ غایت مقصود پسند عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہاں مغرور کے اشعار گائیں تو شعرائے بے شعور کے انبیاء کی توہین خدا پر اتہام اور نعت ومنقبت کا نام بدنام جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام آج کل اکثر مواعظ مجالس عوام کا یہی حال پر ملال فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ ذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچریاں پکائی جیسا کہ غالب احوال زنان زماں تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے۔ کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر ہے مگر مروجہ غیر ہے ذکر وتذکیر کے وقت لغو ولفظ شرعاً ممنوع وغلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل ونادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں۔ غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ وذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زناں کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نا منکر مل کر منکر اور بلحاظ تقریر جواب سوم وہفتم یہ شرائط عام تر۔ اگر فرض کیجئے کہ واعظ وذاکر عالم سنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس سابق ولاحق وذہاب وایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات وشنائع مالوفہ وغیرہ مالوفہ معروفہ وغیرہ معروفہ سب سے تحفظ تام تحرز تمام اطمینان کافی ووافی ہوا اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلا حرج نہیں ہے اجانب فہذا ام ما استخیر اللہ تعالیٰ فیہ وجیز کروری میں فرمایا عورت کا وعظ سننے کو جانا لاباس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی اور انصاف کیجئے۔ تو عورت کا ستر کامل وحفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحا میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں تو سیعون کا ویسا احتمال نہیں رکھتا۔ جیسا غیر محلّہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب واحاطہ مقبوضہ اباعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخلے بالطبع ہونا پھر

اسے علماء نے بلحاظ زماں مطلقاً منع فرما دیا با آنکہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کرلیں مصلے سے الگ بیٹھی خیر و دعا مسلمین کی برکت لیں تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے شرع مطہر فقط ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیتاً اس کا سد باب کرتی اور حیلہ وسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لا تسکنوھن الغرف۔ عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترنے میں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیو سلمی پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنہ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زبان کو مجمع ناشائستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الحزم سوء الظن۔

نگہ دارد آں شوخ درکیسہ در
کہ داند ہمہ خلق را کیسہ ر

صالح وطالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق ہو تو صالحین وصالحات معصوم نہیں اور علم باطن وادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزر رہے تو آج کل عامہ خاص خصوصاً نساء میں بڑا اہنران ہوئی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبا کھائے لا جرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دریا جلا دیا جائے ع

وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو سامان کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر رؤف ورحیم اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مابہ بائن کے اندیشہ سے مالا باس بہ کو منع فرماتی ہے۔ جب شراب حرام فرمائی اس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرما دی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے۔ زید کہے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا جان برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہئے۔

ما کل مرة تسلم الجرة۔ ع

ہر بار سبوز چاہ سالم نرسد

اکل وشرب وغیرہما کی صدہا صورتوں میں اطبا لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا۔ خدا پناہ دے بری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں سے علماء کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کیلئے ہے پھر چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں، خالہ پھوپھی کے بیٹوں کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خداترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو وشکم وساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا تو ڈوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا گھاس ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ ان رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بایں ہمہ رؤف رحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضا کا ستر کیا بعینہٖ واجب تھا حاشا بلکہ وہی منع ودواعی وسد باب پھر اگر ہزار بار دواعی نہ ہوئے تو کیا حکم حکمت باطل ہو جائیں گے شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلا مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا فقیر کے پاس تو یہ ہے۔ اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے بہرحال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز وبے خلل لہٰذا غفر اللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ وذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار وہدایت کرے ہر مجلس میں جا سکتا ہے۔ واللّٰہ سبحٰنہٗ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم والحکم۔

مسئلہ ۴۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم وزر کے چراغ میں بغرض اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لینا کہ مقصود متعارف چراغ ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ قوت عمل وسرعت اثر موکلات مقصود ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: دونوں ممنوع ہیں علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

قال العلامۃ الوانی المنھی عنہ استعمال الذھب والفضۃ اذا الاصل فی ھذا الباب قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام ھذان حرامان علی امتی حل لا ناثھم والما بین ان المراد عن قولہ

حل لا ناثبہ مایکون حلیالھن بقی ماعداہ علی حرمۃ سواء استعمل بالذات او بالو اسطۃ اہ اقراہ العلامۃ نوع وایدہ باطلاق الاحادیث الواردۃ فی ھذا الباب اہ ابو السعود ومنہ تعلم حرمۃ استعمال ظروف فناجین القھوۃ والساعات من الذھب والفضۃ اہ ملخصا۔

علامہ شامی ردالمحتار میں ان تصریحات علامہ طحطاوی کو ذکر کرکے فرماتے ہیں وھــو ظاھر۔

اسی میں ہے:

الذی کلہ فضۃ یحرمہ استعمالہ بای وجہ کان کما قد مناہ بلامس بالحد ولذا حرام ایقاد العود فی مجمرۃ الفضۃ ومثلہ بالا ولی ظروف فنجان القھوۃ والساعۃ وقدرۃ التنباک التی یوضع فیھا الماء وان لا یمسھا بیدہ ولا یضمہ لانہ استعمال فیما صنعت لہ الخ۔

اور یہ عذر کہ چراغ استصباح یعنی روشنی لینے کے لئے ہوتا ہے اور یہاں اس نیت سے مستعمل نہیں تو جواز چاہئے۔

لما فی در المختار ان ھذا اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لو بحسب متعارف الناس والا کراھتہ۔

مقبول ہے کہ اولاً عند التحقیق مطلق استعمال ممنوع ہے اگرچہ خلاف متعارف ہو لاطلاق الاحادیث والا دلۃ کما مر۔

کٹورا پانی پینے کے لئے بنتا ہے اور رکابی کھانا کھانے کو پھر کوئی نہ کہے گا کہ چاندی سونے کے کٹورے میں پانی پینا یا اس کی رکابی میں کھانا کھانا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

ماذکرہ فی الدار من اناطۃ الحرمۃ بالاستعمال فیما صنعت لہ عرفا فیہ نظر فانہ یقتضي انہ لو شرب او اغتسل بانیتہ الدین

اوالطعام انه لا یحرم مع ان ذٰلک استعمال بلا شبهة داخل تحت اطلاق المتون والا دلة الواردة فی ذٰلک الخ۔

ثانیا: استصباح چراغ خانہ سے مقصود ہوتا ہے۔ یہ چراغ اس غرض کے لئے بنتا ہی نہیں اور جس غرض کے لئے بنتا ہے اس میں استعمال قطعاً متحقق تو استعمال فیما صنع لہ موجود ہے۔ حکم تحریم سے مصر مقصود وہاں اگر سونے کا ملمع یا چاندی کی قلعی کرلیں تو کچھ حرج نہیں علامہ عینی فرماتے ہیں:

اما التمویه الذی لا یخلص فلا باس به بالا جماع لانه ستهلك فلا عبرة ببقانه لونا انتهی۔ واللّٰه تعالٰی اعلم بالصواب والیه المرجع والماب۔

مسئلہ: ۴۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلادِ ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روزِ وفات سے اس کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں۔ بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں' اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے پان چھالیاں کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نے ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون وبدنام ہوتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: سبحان اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اولاً: یہ عوت خود ناجائز وبدعت شنیعہ وقبیحہ ہے امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے راوی:

کنا نعد الاجتماع الی اهل البیت وصنعهم الطعام من النیاحة۔

ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق امام محقق علی الاطاق فتح

القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔ اسی طرح علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور الافی الشرور وھی بدعۃ مسقبحۃ

فتاوی خلاصہ فتاوی سرجیہ وفتاوی ظہیریہ تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیہ اور تاتارخانیہ سے فتاوی ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے:

وللفظ للسراجیۃ لا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ اہ زاد فی الخلاصۃ لان الضیافۃ یتخذ عند السرور۔

غمی میں تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔ فتاوی امام قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تأسف فلا یلیق بھا ما یکون للسرور

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے کہ لائق نہیں تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لا باس الجلوس المصیبۃ الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والا طعمۃ من اھل المیت۔

مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلّف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف کھانے۔ امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں۔

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع۔

یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ ممنوع ہیں۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔

اطال ذٰلك في المعراج وقال هٰذه الافعال كلها السمعة والرياء فيحترز عنها.

یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔ جامع الرموز آخر الکراہیۃ میں ہے:

يكره الجلوس لمصيبة ثلثة ايام او اقل في المسجد ويكره اتخاذ الضيافة في هذا لايام وكذا اكلها كما في خيرة الفتاوى۔

"یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور ان کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاوٰی میں تصریح کی فتاوٰی القروی اور واقعات المفتیین میں ہے:

يكره اتخاذا الضيافت ثلثه ايام واكلها لانها مشروعة للسرور.

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوتی ہے۔

کشف الغطا میں ہے:

"ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت را و پختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد و تہیہ آں دشوار است۔

اسی میں ہے:

"پس انچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم و قسمت نمودن آں میاں اہل تعزیت واقران غیر مباح و نامشروع است و تصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور ست نہ نزد شرور و ہوالمشہور عندالجمہور۔

ثانیاً: غالباً ورثہ میں کوئی یتیم بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے اللہ عزوجل فرماتا

ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝ (النساء ۱۰)	بیشک جولوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہے بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گھراؤ میں جائیں گے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود نا جائز ہے قال اللّٰہ تعالٰی: لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء:۲۹) خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے نہ اس کے باپ نہ اس کے وصی کو لان الولایۃ لنظر للضرور۔ علی الخصوص اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے اولعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کر لے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود بالغ و نابالغ راضی ہوں۔

خانیہ وبزازیہ وتتارخانیہ ہندیہ میں ہے:

واللفظ لھا تین ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الوارثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ۔

نیز فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

ان اتخذولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا تیخذ من الترکۃ۔

ثالثًا: یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال اللّٰہ تعالٰی: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لئے ناجائز تر ہوگا۔

کشف الغطا میں ہے:

''ساختین طعام درروز ثانی وثالثہ برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایشانرا بر گناہ۔

رابعاً: اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنا پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بے چارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس میلہ کے لئے کھانا پان چھالیاں کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کیلئے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین ودنیا کا ضرور ہے ترک کر دیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں واللہ الہادی۔

تنبیہ: اگر چہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دووقت کھا سکیں اور باصرار نہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کیلئے بھی فقط روز اوّل کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطا میں ہے:

''مستحب ست خویشاں وہمسایہ ہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل و لے کہ سیر کند ایشا نرا یک شبانہ روز الحاح کنند تا بخورند ودر خوردن غیر اہل میت ایں طعام رامشہور آنست کہ مکروہ ست اھ ملخصًا۔

عالمگیری میں ہے:

حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معهم فی الیوم الاول جائز لتو غلم بالجهاز وبعده یکره۔ کذافی التتار خانیه۔

تنبیه: قدارینالك قظافر النقول واما الواجب اتباع المنقول وان لم یظهر وجهه للعقول کما صرح به العلماء الفحول

فكيف اذا كان هو المعقول ولا عبرة بالبحث مع نص ثبت فكيف مع النصوص وقد توافرت لا نظر فيه العلامة الفاضل ابراهيم الحلبي حيث اورد المسالة في او اخر الغنية عن فتح القدير وعن البزازية ثم قال والا يخلو عن نظر لا نه لا دليل على الكراهة الا حديث جرير بن عبدالله المتقدم وانما يدل على كراهة ذلك عند الموت فقط على انه قدعا رضه ماروا‌ه الامام احمد بسند صحيح وابو دائود(اى والبيهقى فى دلائل النبوة كلهم) عن عاصم بن كليب عن ابيه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى جنازة تذكر الحديث قال فلما رجع استقبله داعى امراته فجاء وجئى بالطعام فوضع يده وضع لقوم فاكلوا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلوك لقمة فى فيه الحديث۔ قال فهذا يدل على اباحة صنع اهل البيت الطعام والدعوة اليه اھ مختصرا وقد تكفل بالجواب عنه العلامة الشامى فى رد المحتار فقال فيه نظر فانه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سبب خاص بخلاف مافى حديث جرير على انه بحث فى لمنقول فى مذهبنا ومذهب غيرنا كالشافعية والحنابلة استدلال بحديث المذكور على الكراهة الخ۔

اقول ولم يتعرض لا عتراضه الاول لكونه اظهر سقوطا فاولا نحن مقلدون لا منتقدون فما بالنا بالدليل وعدم وجداننا لا يدل على العدم وثانيا ماذكروا جميعا من انه انما شرع فى السرور لا فى الشرور كاف فى الدليل وثالثا لا ادرى من اين اخذ رحمه الله تعالىٰ تخصيص افادة الكراهة فى الحديث بساعة الموت اليس منعهم الطعام فى اليوم الثانى والثالث

ومثل صنعا من اهل البيت لا جل المجتمعين فی الماتم ام انما تحرم النیاحۃ عندالموت فقط لا بعدہ فان ارادا ان المعروف فی عہدھم کان ھوا اجتماع والصنع عندہ لا بعدہ طولب بثبوتہ وعلی تسلیمہ حققنا المناط کما افادو انتذھب خصوصیۃ الوقت ملغاۃ ھذا روایتنی کتبت علی ھامشرردالمحتار علی قولہ واقعۃ حال مانصہ لان وقائع العین مظان الاحتمالات مثلا یمکن ھھنا ان الدعوت کانت موعودۃ بھذا لیوم من قبل واتفق فیہ الموت فانقلت ھل من دلیل علیہ قلت من دلیل علی نفیہ وانما الدلیل علیکم لا علینا فھذا ھو النظر الرابع فی کلامہ علاان ضیافۃ الموت ضیافۃ تتخذ لا جل الموت وضیافۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم تکن موقوفہ علی موت احد ولا حیاتہ فلو ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما وقع عنہم مرارا فلم یکن فیہ احداث شیء من اجل الموت بحیث لو لم یقع الموت لم یکن بخلاف مانحن فیہ فانہ انما یکون لا جلہ بحیث لو لم یکن لم یکن فھذا الخامس علاان الخاطر والمبیح اذا نقول بالماوضۃ بل یقدم الخاطر ھذا السادس ھذا ماعندی والعم بالحق عند ربی واابالجملۃ فلیس لنا البحث فی المنقول فی المذھب وھو النظر السابع المذکورا الخر فی کلام الشامی واللہ تعالٰی الموافق اہ

ما کتبت علیہ مزید او اما المولی الفاضل علی القاری علیہ الرحمۃ الباری فحاول تاویل نصوص المذھب ظنامنہ انھا تخالف الحدیث فقال فی المرقاۃ شرح المشکوۃ باب المعجزات قبیل الکر امات تحت قول الحدیث فاکلوا ھذا الحدیث

بظاهره یرد علی ماقرره اصحاب مذهبنا من انه یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول او لثالث او بعد الاسبوع کما فی البزازیه ثم اورد نصوص الخلاصه والزیلعی والفتح قال والکل عللوه بانه شرع فی السرور لا فی الشرور وذکر قول المحقق حیث اطلق انها بدعة مستقبحة واستدلال له بحدیث جریر رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال ان یقید کلامهم بنوع خاص من اجتماع یو جب استحیاء اهل بیت المیت لیطعمونهم کرها اویحمل علی کون بعض الورثه صغیرا او غائبا اولم یعرف رضاه اولم یکن الطعام من عند احد معین من مال نفسه لان من مال المیت قبل قسمة ونحوذلك وعلیه یحمل قول قاضی خان یکره اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام تاسف فلا یلیق بها ما یکون للسرور اھ اقول اولا قدنبا ناك ان الحدیث لا ورودله علیهم بوجوه۔

وثانیا لا مساغ للتقیید فی کلماتهم بعد ماّنقل هو عنهم انهم جمعا عللوه بانه انما شرع فی السرور لا فی الشرور وان الامام فقیه النفس قال انها ایام تاسف فلا یلیق بها عوائد التسرور فان الالجاء الی الطعام کرها او التصرف فی مال بغیراذن مالکه واحد ما لکه لا سیما الصغیر مما لا تجویز قط فی السرور ولا فی الشرور فی هذا یرتفع الفرق وهم مصرحون به عن اخرهم فیکون تحویلا لا تاویلا۔

وثالثا ماذکر ثانیا من التقیید بمال صغیرا وغائب الخ العدوا بعد وکیف یحل علیه کلام الخانیة من انه قال متصلا بما مروان اتخذ طعاما للفقراء کان اذا کانوا بالغیر فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلك من الترکة اھ مثله کلام

البزازیة والتتار خانیه والهندیة وغیرها فانه ظاهر فی انهم یضرقون بین الضیافة واتخاذ طعام للفقراء فیحکمون علی الاوّل بالکراهة وعلی الثانی بالحسن ویقیدونه بما اذا کانوا بالغین وقدصرا حوا بمفهوم القید بمنعه من الترکه اذا کانو قاصرین فلوکانت الکراهة فی الاول ایضا مقصوره علی ذٰلك لا رتفع الفرق۔

ورابعا لوارد واهذا لکان من امستعبد تضافرهم علی التعبیر لا بالکراهة فان الا تخاذو الحال هذا من اشنع المحرمات القطعیة کما لا یخفی۔

وخامسالئن سلمنا ما افادہ فی التاویل اوّل لکان الحکم فی مسالتنا هذا هوا المنع مطلقا فانهن یجتمعن عند اهل البیت ویکن فی بیته یومین او اکثروالا نسان یستحیی ان یقیم احدا ببیته جائعا فیضطر الی اطعامه رضی اوسخط وقد علم کما ذکر فی السئوال انهم الم یفعلو ایصیرو اعرضة لمطاعن الناس فلیس الاطعام المعهود الا علی الوجه المردود وهذا ماقال فی معراج الدرایة انها کلها للسمعة والریاء کما قد منا فهذا التخصیص یودی الی التعمیم ولو راء ی الفضلان الحلبی والقاری ما علیه بلا د نالا طلقا القول جاز مین بالتحریم لا شکان فی ترحیمه فتح باب لشیطان رجیم وایقاع المسلمین لا سیما اخفاء ذات فی حرج عظیم وضیق الیم فنسال اللّٰه الثبات علی الصراط المستقیم والحمد للّٰه ربّ العالمین وصلی اللّٰه تعالٰی علی سیدنا محمد واله اجمعین۔

مسئلہ۴۸: معروض۔ بعض کلمات کے احکام معلوم کرنا چاہتا ہوں امید کہ جواب سے جلد معزز ہوں۔

(۱) ایک سنی شخص کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ معتزلہ دار جنت میں رویت باری عزوجل کے منکر ہیں۔ ان صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہوگی شاید لفظ مومنین کے لئے بھی ذکر میں تھا اگر چہ یہ ایک شبہ ہی شبہ سا یاد پڑتا ہے۔ یہ کہنا کیسا ہے ایک صاحب نے خود اپنا نام ابوالبرکات رکھا اس پر آب آزاد کا اور اضافہ کیا۔ جس کی ایک واہی تباہی روایت چھپوا کر تقسیم کی اس کی بابت ایک صاحب نے کہا کہ یہ نام انہوں نے کہاں سے رکھا۔ کچھ اللہ میاں کے یہاں تو ان کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں جس پر کہا گیا کہ لوح محفوظ میں تو سب لکھا ہوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے اس پر ان صاحب نے کہا میں نے میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو نام ماں باپ رکھتے ہیں وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے۔ ظاہراً ان قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کر کے وہ نام ہی لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے اور جو خود گھڑتے ہیں۔ وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا نام یہ رکھے گا نام کر کے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے۔ غرض ان کا یہ مقولہ کیسا ہے اور اس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہو نہ خود رکھا ہوا۔ ایک سنی صاحب کے سامنے میں نے کہا کہ حضور سرور عالم ﷺ کے بہت خصائص ہیں بعض وہ احکام شرعیہ جو عام ہیں ان سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس پر ان صاحب نے کہا جبھی تو بعض جہلا کہنے لگے تھے کہ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے اس پر میں نے کہا کہ بعض جہلا کی کیا تخصیص ہے۔ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے ہی انہوں نے بھی اس کا اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزوجل کے فرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے جو اللہ عزوجل کا حکم تھا۔ تو اصل میں حضور متبع حکم الٰہی اور رضا جوئے الٰہی ہوئے ان کی اس وقت کی طرز تقریر اور حالت سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزوجل کو رضا جوئے محمدی کہنے لگے تھے کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزوجل بھی ویسا ہی وحی نازل فرما دیتا ہے۔ یعنی اللہ عزوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے حالانکہ اصل میں حکم الٰہی وہی ہوتا ہے اور اسی کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں غرض ان کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جہلا بھی الخ کا کیا حکم ہے اور اس کا کل مقولہ جو اس کے بعد کہا گیا۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر

چوری ہوئی انہوں نے کہا اچھا ہوا چوری ہوئی پھر بعض دفعہ تو ظاہر کلام سے وہی مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اس کا انہیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہوا کہ چوری ہوئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دفع ہو گیا۔ دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے ایک شخص سے کوئی کلمہ خلاف نکلا بعد کو اس نے اس سے صراحتاً انکار اور اس کا قبیح تسلیم کر لیا یا اس کو چھوڑ کر اس کے مخالف کلمہ کا اقرار کیا۔ آیا توبہ ہو گئی یا ضرور ہے کہ لفظ توبہ کہے۔ ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا کہ نہ معلوم تمہیں فلاں مکان (نام لے کر) سے کیا عشق ہے شوہر سے کہا خدا جانے اس پر اس عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے اور اس کے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمہارے حیلے حوالے بیکاریاں بے پرواہیاں ہیں۔ یہ جملہ کیسا ہے اس کا کیا حکم ہے نقل اسولہ میرے پاس موجود ہے جو اسے جلد معزز ہوں۔

میرے لئے دعائے عافیت دارین ضرور فرمائیں اس زمانہ فتن میں مولیٰ تعالیٰ ہم اہل سنت کے ایمان کی خیر رکھے آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ سلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

الجواب: مولیٰ عزوجل فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی ......روافض معتزلہ کہ رویت الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے وہابیہ کہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہراً قائل کی یہی مراد تھی کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وہ ضرور گمراہ اور خارج از اہل سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بلاشبہ لوح محفوظ میں ہر صغیر وکبیر مستطر ہے جو اسم بحیثیت علم دنیا میں کسی کے لئے ہے لوح محفوظ میں وہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا ہے یا اپنا یا اور کا اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہو گئے اور وہ انہیں دوسرے ناموں سے روز قیامت پکارے جائیں گے۔ جو شخص اپنا نام بدل کر اور کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ علم ہو کر نہ لکھا گیا۔ ہاں یہ واقع

ضرور مکتوب ہے ظاہراً یہی مراد۔ قائل نے یہ نہ کہا اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ ان کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو یہ سب کتابت نہیں بلکہ کتابت علمیت ہے اور یہ صحیح ہے جب کہ اس وضع کیے ہوئے نام نے حیثیت علمیت پیدا نہ کی۔ ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہئے جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے۔ سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے زبان اردو میں میاں کے تین معنی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہٰذا اس کا اطلاق محمود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) قائل کا کہنا کہ جبھی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلا شبہ حضور اقدس ﷺ تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہ کوئی بات اس کے خلاف حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہ اللہ عزوجل حضور اقدس ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔

(۱) وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ...... (الضحیٰ ۵) -

(۲) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام۔ (البقرہ)

حکم الٰہی بیت القدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے۔ یہ حضور کی طرف رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلب اقدس استقبال کعبہ چاہتا تھا مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرما دیا اور جو حضور چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہی قبلہ مقرر فرما دیا۔ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی ﷺ ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ سے عرض کرتی ہیں اری ربك يسارع فی هولك۔ میں حضور کے ربّ کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ (رواہ البخاری)

یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہا ایسے خصائل دیکھ کر بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ الخ یہ بتا رہا ہے کہ شاید ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی اور حضور ﷺ نے مقرر رکھی حدیث روز محشر میں ہے ربّ عزوجل اولین و آخرین کو جمع کر

کے حضور اقدس ﷺ سے فرمائے گا

کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد (ﷺ) یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (ﷺ)

بالجملہ کلمہ بہت سخت اور شنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا۔ توبہ لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اس سے یہ مقصود ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے۔ جس سے حرام قطعی کا استحلال بلکہ استحسان ہو کر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس سے مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے پھر کبھی یہ براہ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے۔ کبھی براہ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اس عداوت کا تابع رہے گا مذمومہ ہے۔ یہ بھی قبیح و مذموم ہے اگر عداوت محمودہ ہے جیسے کہ اعداد اللہ سے دشمنی تو اس میں بھی حرج نہیں۔

ربنا اشدد علیٰ قلوبھم واطمس علیٰ اموالھم۔

جب دعا سے ان کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اس پر خوش ہونا کیا بیجا ہے۔ کبھی وہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور وہ اگر بہ نیت صحیحہ ہو غیر محظور کہ یہ اس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی جو قول بیجا صادر ہوا تھا اس ندامت اور اس سے بدتری درکار ہے۔

السر بالسرور العلانیة بالعلانیة واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے نہ زنہار اس کے کلام سے سامع کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے۔ بلکہ شوہر نے کہا تھا۔ خدا جانے یعنی کوئی سبب خفی ہے جو مجھے نہیں معلوم یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا۔ اس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں یعنی کچھ بھی سبب خفی نہیں محض تمہاری بے پرواہیاں ہیں اسے اس ہولناک حکم سے کوئی

تعلق نہیں۔ نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بغرض غلط اگر نفی علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہرگز بو بھی نہیں بلکہ اس امر خاص نے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علم الٰہی سے کسی شے کی نفی اس کے وقوع کی نفی ہے کہ واقع ہونا ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔

فکان من باب قوله تعالٰی وجعلو اللّٰہ شرکاء قل سموھم ام تنبئونه بمالا یعلم فی الارض۔

ہاں ارسال لسان ہے جس سے احتیاط درکار اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی **تکفرن العشیر** میں داخل کرنے کو بس ہے توبہ چاہئے۔ **واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمه علمجدہ اتم واحکم**

مسئلہ۴۹: حامی سنت قامع بدعت ماحی فتن الازالت شمس افاداتہم طالعۃ۔ پس از ہراز مراسم سلام وتحیۃ مدعا نگار کہ اس مسئلہ کا جواب روانہ فرمایا جائے کہ بکر کا استاد خالد اب بد مذہب ہوگیا۔ تو آیا بکر کو اس کی تعظیم بحیثیت استاد ہی کرنا چاہئے یا نہیں۔ اگرچہ بکر بحیثیت بدعقیدگی اس اپنے استاد سے قطعاً محبت نہیں رکھتا ہے بلکہ برا سمجھتا ہے صرف ظاہری مدارات اور تعظیم کرتا ہے تو کچھ خرابی ہے یا نہیں۔ مدلل ارشاد ہو بکر کہتا ہے کہ مرادل بہ سبب بدمذہبی استاد کی ظاہری تعظیم کو بھی نہیں گوارا کرتا تو زید جو کہ بکر کا ہم مذہب ہے کہتا ہے کہ نہیں ظاہری تعظیم کرلیا کرو۔ بحیثیت استادی ہاں اس سے من حیث الاعتقاد نفرت رکھو۔ یہ قول زید کا کیسا ہے۔ زیادہ ادب فقط

سید اولاد رسول محمد میاں عفی عنہ قادری برکاتی مارہری

۲۴ رجب المرجب روز جمعہ ۱۳۲۹ھ از بدایوں مدرسہ قادریہ

الجواب:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

بشرف ملاحظہ حضرت والا برکت صاحبزادہ رفیع القدر جلیل الشان حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔

بعد آداب گزارش۔ کرامت نامہ تشریف لایا بعد اس کے روندۂ مخزولہ میں بریلی

بدایوں سے پچاس سے زائد رسائل شائع ہوئے تعظیم بد مذہبان کی شناعت آفتاب سے زیادہ روشن کردی گئی۔ یہاں تک کہ فتاوے الحرمین شائع ہواب کوئی حاجت اس مسئلہ میں کسی تفصیل کا باقی نہ رہ گئی ہے جس کو شک ہے وہ اس رسائل اور فتاوے الحرمین کی طرف رجوع لائے۔ وہ بھی عام بد مذہبوں کے لئے تھا نہ کہ خاص مرتدین ان کے لئے اسی قدر بس ہے کہ درمختار میں ہے۔ تسجیل الکافر کفر ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) جملہ انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم قبل بعثت بہر حال عمداً وسہواً کفر وضلالت سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں۔

(۲) اسی طرح منفرت ذنوب ومختصرات امور سے باجماع۔

(۳) اسی طرح بعد بعثت تمام صغائر وکبائر سے عمداً باجماع۔

(۴) بعد بعثت تمام صغائر وکبائر کے بارے میں سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۵) قبل بعثت تمام صغائر وکبائر کے عمداً یا سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۶) امور تبلیغیہ میں کیا اجتماعی ہے اور کیا اخلاقی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) بے شک

(۲) ہاں نہ صرف ذنوب بلکہ ہر اس امر سے جو باعث نفرت خلق وننگ عار وبدنامی ہو۔ اگرچہ اپنا گناہ نہ ہو جیسے جنون وجذام وبرص ودناءت نسب وزنائے امہات وازواج۔

(۳) بعد بعثت تعمد کبائر سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں اور مذہب صحیح وحق ومعتمد میں صغائر سے بھی اور خلاف ضعیف ایسے درجہ سقوط میں ہے کہ قابل اعتداد نہیں بلکہ انصافاً سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے خلاف پر اجماع صحابہ بتا رہی ہے۔ مجوز نے اس نکتہ سے غفلت کی لہٰذا اس کا قول نادانستہ مصارم اجماع واقع ہوا کما یظھر بمطالعۃ الشفاء الشریف وباللہ التوفیق۔

(۴) حق یہ ہے کہ بعد بعثت صدور کبیرا سہواً سے بھی معصوم ہیں اور سہواً صغیرہ غیر منفرہ میں اکثر اہل ظاہر جانب تجویز ہیں اور جماعت اہل قلب جانب منع واختارہ الامام ابن حجر

المکی وغیرہ اور حق یہ کہ نزاع صورت صغیرہ میں ہے ورنہ بحال سہو معنی وحقیقتاً نافرمانی خود ہی مرتفع ہے۔

(۵) کفر وضلال ومنفرات سے قبل بعثت بھی معصوم ہیں باقی میں اختلاف ہے اور اس قدر میں شک نہیں کہ وہ ہر غیب وریب سے ہمیشہ منزہ ہیں یہ عصمت مصطلحہ اس وقت ثابت ہو یا نہ ہو۔

(۶) تبلیغ قولاً ہو یا فعلاً اس میں تعمد مخالفت سے بالارادہ معصوم ہیں اور اقوال تبلیغیہ میں سہو وخطا سے بھی۔ افعال تبلیغیہ میں اختلاف ہے ظاہر اولہ جواز ہے مگر اس پر تقریر ممکن نہیں۔ بلکہ انتباہ واجب ہے اور ایک جماعت صوفیہ تو حضور اقدس ﷺ پر مطلقاً سہونا جائز مانتے ہیں اس قول کی تفصیل وتاویل فقیر کے الفیوض المکیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۱۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا تلفظ یا طریقہ ذکر بطور مشائخ کرام سکھانے میں پہلے نفی مع منفی ادا کرنا اور پھر اس کی مفصل ضرور ترکیب ہر حرف ادا کرنے کی بتا کر پھر الا اللہ ادا کرنا۔ کسی ضرورت یا عذر کی وجہ سے مستثنیٰ منہ میں وقف اور فصل سے ادا کرنے میں کوئی محذور شرعی تو نہیں۔

(۲) اگر ضرورت حرف مستثنیٰ منہ کے متعلق کچھ دریافت یا بتانے کی ہو تو اس میں حرف تلفظ نفی ومنفی پر ہی اقتصار میں کوئی محذور شرعی ہے یا کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حالت ضرورت مستثنیٰ ہے اگر صرف مستثنیٰ منہ تک پہنچا تھا کہ چھینک یا کھانسی آنے یا سانس ٹوٹ جانے سے مجبوراً رکنا پڑا تو حرج نہیں معادل میں الا اللہ کہے پھر بعد رفع عذر زبان سے الا اللہ کہے اور بلا عذر مجبوری صرف مستثنیٰ منہ پر اقتصار ممنوع ہے۔ تعلیم طریقہ ذکر میں ایک ایک کلمہ جدا کرنے میں حرج نہیں مثلاً چار ضربی یوں بتائے کہ پیشانی محاذات زانوے چپ میں لا کر لا کا لام شروع کرے اور اس کے الف کو زانوے راست تک کھینچ کر لے جائے اور الہ منہ پھیر کر کہے الا اللہ کی ضرب قلب پر کرے اور اس میں کہیں نفی محض نہ آسکی بچوں کو تعلیم کرنی ہو تو اس میں بھی یونہی سکھائے کہ پہلے لا کہے جب وہ اسے کہہ لیں الہ کہے پھر "الا اللہ" کہلوائے اگر کسی مسئلہ کا بیان صرف نفی سے متعلق ہو تو

وہ پورا کہہ کر بھی بیان ہو سکتا ہے مثلاً لا الــٰہ الا اللہ میں لانفی جنس کا ہے الٰہ اسم ہے خبر مقدر ہے الا الٰہ اللہ میں لا کا مد زیادہ نہ بڑھاؤ الا اللہ میں الٰہ پر نہ رکو یا لا الٰہ الا اللہ میں الٰہ کی ہ کو اشباع نہ کرو غرض مجبوری وضرورت کوئی صورت ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ خواہی نخواہی نفی پر اقتصار کرنا پڑے اور اگر ایسا معلوم ہو بھی مثلاً بچے کو دو دو لفظ تعلیم کرنے میں پہلے دو لفظ کہہ کر اتنا انتظار کرنا ہوگا کہ وہ ان کو ادا کر لے پھر الا اللہ کہا جائے (بشرطیکہ حاجت اس کی طرف داعی ہو ورنہ بچے سے بھی اس پر اقتصار کرانا نہ چاہئے) تو یوں کرے کہ تعلیم کی آواز سے دو لفظ کہہ کر معاً اس سے کم آواز سے الا اللہ کہہ لے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہو گیا اس پر پانی ڈالا اور اسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھ ڈالے اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا۔ اسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اس کے دھوئے بغیر قطرے پونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہو جائیں گے۔ بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاک نہ ہو سکے تو کیا کیا جائے۔

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہو جائے گا یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیا کرے خاص کر اس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضروری ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہو۔ پونچھے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا تو اس کا بھی دور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کر کے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات وتقاطر کا درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہو جائے۔ غیر مرئیہ ہو تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ

حنذر ہو جیسے مٹی کا گھڑا یا حصر ہو جیسے بھاری قالین دری تو شک لحاف وہاں انقطاع تقاطر ذہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے۔ بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہہ جانا چاہئے۔ اگرچہ پہلی دھار بھی حصہ زیریں پر باقی ہو مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا، وہ بھی ایڑی سے بہہ رہا ہے۔ دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اتر گیا تطہیر ہوگئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں۔ اگر انتظار کرے گا تو طہارت نہ ہوگی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے در پے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں۔ اگرچہ اس کی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لئے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہوگیا۔

درمختار میں ہے:

يطهر محل نجاسة مرنية بقلعها اى زوال عينها واثرها ولوبمرة اوبما فوق ثلث في الاصح ولا بضر بقاء اثر لازم ومحل غير مرئيه بغلة ظن غاسل طهارة محلها بلا عذوبه يفتي وقدر بغسل وعصر ثلث فيما ينعصر مبالغا بحيث لا يقطرو بنشرب النجاسة والا فبقلعها۔

ردالمحتار میں ہے:

تثليث جفاف اى جفافا كل غسلة من الغسلات الثلاث وهذا شرط في غير البدن ونحوه امافيه فيقوم مقامه توالي الغسل ثلثا قال في الحيلة الاظهران كلا من التوالي والجفاف ليس بشرط فيه وقد صرح به في النوازل وفي الذخيرة مايوافقه اه واقره في البحر۔

رہا سوال اوّل یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلا وجہ ہاتھ ناپاک کر لینا مگر جب کہ اس نے ایسا کیا۔ مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اس پر ایک بار پانی بہایا او جو قطرات ماتی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لئے تو یہ ہاتھ نا

پاک ہو گیا۔ مگر ایسی نجاست سے کہ دو بارہ دھونے سے پاک ہو جائے گی اس لئے کہ ایک بار دھل چکی اب پاؤں پر دو بارہ پانی ڈالنا تھا۔ دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا رہتا لیکن اس نے دو بارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی۔ جو دو بارہ دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دو بارہ دھونے کی ضرورت ہوگئی اور ہاتھ بدستور اسی نجاست سے نجس رہا۔ اس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اس پر سیلان آب نہ ہوا ب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی در بارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے۔ لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دو بارہ دھونے کی ضرورت ہوگئی وھکذا لہٰذا اسے لازم کہ پاؤں پر دو بارہ پانی نہ بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور ہو ہاتھ جدا دو بارہ دھولے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثۃ متفاوتۃ فی النجاسۃ فالا لاولی یطھر ما اصابتہ بالغسل ثلثا والثانیۃ بالثنتین والثالثۃ بواحدۃ وکذا الاوانی الثلثۃ التی غسل فیھا واحدۃ بعد واحدۃ وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقۃ والثانی بواحدۃ والاول بثنتین اہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو۔ بعض اہل شہر نماز عید پڑھ لیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی اور قہستانی میں ہے۔

اوصلی الامام صلاتہ مع بعض القوم لا یقضی من فاتت تلک الصلٰوۃ عنہ لا فی الیوم الاول ولا من الغدا انتھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مستفسرہ میں جماعت باقی ماندہ بے شک دوسرے دن ادا کریں کہ نماز عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے

اور بارش کا عذر شرعاً مسموع فی الدر المختار:

توخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط اھ

اور صلاۃ العید میں جواز تعداد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے!ز. راجح جواز فی الدر المختار:

تو دی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا اھ

تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے کلام قہستانی وغیرہ اس صورت میں ہے جب عامہ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل:

حیث قال من فاتتہ صلاۃ العید مع الامام لم یقضھا لان الصلٰوۃ بھذا الصفۃ لم تعرف قربۃ الابشرائط الاتم بالمنفرد اھ

اس عبارت تنویر البصار مورث تنویر الابصار امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی نے ابتدا اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم واہم راہ نہ پائے۔

حیث یقول ولا یصلیھا واحد ان فاتت مع الامام اھ

یوہیں امام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی کا اپنے متن وشرح وافی وکافی میں ارشاد ازالہ اوہام وایقاظ افہام کے لئے کافی ووافی۔ قال رحمۃ اللہ تعالٰی:

لم تقض ان فاتت مع الامام العید وفاتت من شخص فانھالا تقضی لا نھا ماعرفت قربتہ الابفعلہ علیہ الصلاۃ والسلام وما فعلھا الا بالجماعۃ فلا تودی الابتلک الصفۃ اھ ملخصلا۔

علامہ بدرالدین محمود عینی رمزالحقائق میں فرماتے ہیں:

صلاھا الامام مع الجماعۃ ولم یصلھا ھولا یقضیہ الافی الوقت ولا بعدہ لانھا شرعت بشرائط لاتتم بالمنفرد !ہ

مستخلص میں زیر قول کنز لم تقض ان فاتت مع الام لکھتے ہیں:

معناہ لو لم یصل رجل مع الامام لا یقضیها منفرد الان صلاۃ العید لم تشرع علی سبیل الانفراد اھ

یا یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کر چکا ہو اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں تو اقامت کون کرے۔ فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں اسی طرف ناظر:

اذ قال من فاتته الصلاۃ فلم یدرکها مع الامام لا یقضیها لانها لم تعرف قربته الا بشرائط لا تتم بدون الامام ای السلطان او مامورہ اھ

اسی لئے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ای وقد صلاها الامام او ما مورہ فان کان مامور اباقامتها له ان یقیمها اھ۔ قلت وقد یشیر الیه تعریف الامام فی عبارۃ النقایۃ المذکورۃ وغیرها کما لا یخفی علی العارف باسالیب الکلام۔

بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لئے ممانعت تصور کرنا محض خطا اقول۔ بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت ساعینا مانحن فیہ بین جواز پر دال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں۔ بلکہ جب امام جماعت کر چکے تو اس روز بھی نہ پانے والوں کو منہ کرتے ہیں:

حیث قال لا فی الیوم ولا من الغد۔

اوّل بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت نماز عید میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تقدم و تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت شرح مختصر الوقایہ کے یہی معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں۔ تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا۔ مانند نماز جمعہ ہو جاتا ہے یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی باقی سب کی ناجائز کما فی ورالمختار

علی الدر جوح فالجمعۃ لس سبق تحریمۃ اھ۔

تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے اور قاطع شبہ یہ ہے کہ درمختار میں

درصورت فوات مع الامام تصریح کی۔

لوامکنه الذهاب الی امام اخر فعل لا نها تو دی بمصر واحد الخ۔

حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے:

لو قدر بعد الفوات مع الامام علی ادر اکها مع غیره فعل للانفاق علی جواز تعددها۔ اه

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو۔ دوسرے کے پیچھے پڑھے اور حالت عذر میں روز اوّل ودوم یکساں آج نہ پڑھ سکا تو کل کون مانع۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اوّل نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکراہتہ جائز ہے۔ جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلاً صحیح نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرط عذر صاف نفی کراہت کے لئے نہیں۔ بلکہ اصل صحت کے لئے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اوّل نہ پڑھی ہو تو روز دوم اصلاً صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکراہتہ جائز ہو یا عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے مصنف خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابل اعتماد نہیں۔ اسے نماز عید الاضحیٰ سے اشتباہ گزرا کہ وہاں دوروز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کراہت اور بلا عذر بروجہ کراہت روا ہے فی درالمختار:

تو خر بعذر کمطرا لی الزوال من الغد فقط واحکا مها احکام الاضحی لکن هنا یجوزتا خیرها الی اخر ثالث ایام النحر بلا عذر مع الکراهة وبه۔ ای بالعذر یدرلها فالعذرهنا لنفی الکراهة وفی الفطر للصحة اه ملخصا وفی نور الایضاح وشرحه مراقی الفلاح کلاهما للملامة الشربنا لا لی توخرصلاة عید الفطر بعذر الی الغد فقط وقید العذر للجواز لا لنفی الکراهة فاذا لم یکن عذر لا تصح فی الغد اه ملتقطا وفی مجمع الانهر للفاضل شیخ زاده لعذر فی الاضحی لنفی الکراهة حتی

لواخروها الی ثلثة ایام من غیر عذر جازت الصلاة وقد اساؤا وفی الفطر للجواز حتی اخروها الی الغد من غیر عذر لا یجوز ه وفی رمز الحقائق للعلامة العینی مثله وفی شرح النقایه للشمس القهستانی لو ترکت بغیر عذر سقطت کما فی الخزانة اه وفی شرح المنیة الکبیر للعلامة الحلبی صلاة عیدالاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدونه اما صلاة الفطر فلا تجوزا لا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول اه وفی الفتاوی الخانیة ان فاتت صلاة الفطر فی الیوم الاول بعذر بعذر تصلی فی الیوم الثانی وان فاتت بغیر بعذر فلا تصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر لا تصلی بعد ذلك واما عید الاضحی ان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر تصلی فی الیوم الثالث فان فاتت فی الیوم الثالث بعذر او بغیر عذر لا تصلی بعد ذلك اه۔

بالجملہ اس کا خلاف کتب معتمدہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا۔

اللھم الا مارایت فی جواھر الاخلاطی من قوله اذا فاتت صلوة عید الفطر فی الیوم الاول بعذر او بغیرہ صلی فی الیوم الثانی ولم یصل بعدہ اه فیظن ان یکون خطاء من الناسخ وتحمل ان یکون غلطا من الاخلاطی فانی رایت له غیر ما مسئله خالف فیها الکتب المعتمدة والاسفار المعتبرة واللہ سبحانه وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۵۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد مصارف مسجد کے خرچ کے لئے وقف ہے ہمیشہ اس کا تمام بندوبست وانتظام بدست متولیان رہا اور انتظام رہا اپنی جائداد [illegible] کا متولی [illegible] بھی اکثر انہیں کی رائے پر رہا۔ بعض متولیوں نے اپنے بعد تولیت وصیت کی کہ وصی اسے بنائے وصیت ان کے بعد متولی ہوا۔ بعض نے اپنی

حیات وحالت صحت ہی میں تولیت اہل خاندان سے کسی دوسرے کو عطا کر دی گئی وہ ان کی صحت میں بجائے ان کی متولی ہو گیا۔ غرض ہمیشہ اختیار ان امور کا بدست متولیان رہا اور عہد قدیم سے اب تک یونہیں اختیارات عامہ انہیں حاصل رہے۔ کسی نے ان کے افعال سے تعرض یا ان کے تصرفات میں دست اندازی نہ کی اب اگر متولی حال اپنی حیات حالت صحت میں اپنی تولیت کلا یا بعضا کسی امین رشید کو منتقل کرے تو یہ انتقال جائز اور متولی ممدوح کو اس کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جب کہ صورت مسئلہ وہ ہے کہ سوال مذکور ہوئی تو بلا ریب متولی حال کو اپنی حیات وتندرستی میں نقل تولیت کا اختیار حاصل اور جس امین رشید کو وہ متولی کرے بے شک مثل اس کے متولی ہو جائے گا۔ تنویر الابصار:

اراد المتولي اقامة غيره امقامه في حياته ان كان التفويض له عاما صح والا لا وفي الهندية عن المحيط اذا اراد المتولي ان يقيم غيره مقام نفسه في حياته وصحته لا يجوزا لا اذا كان التفويض اليه على سبيل التعتيم انتهى۔

قلت وتقرير السوال صريح في عموم الختيار الناشيء عن تعميم التويض وفي المقام عند تدقيق النظر تنكشف غوامض لا تكاد تخفي على الفقيه والله سبحانه وتعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم۔

كتبہ

عبدالمذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی ﷺ

صورت مسئولہ بلکہ تمام صور اوقات میں از روئے قواعد فقہیہ کے اولاً لحاظ شرائط واقف کا تولیت وغیرہ میں اور نیز مصالح قضاۃ واحکام اسلام کا ضرور تھا۔ درصورت نہ ہونے امر سابق کے تعامل قدیم از قدیم کا اعتبار بغیر عرف حادث کے پس اگر قدیم سے تفویض تولیت کی رائے متصرفین اوقات پر بصورت تعمیم ثابت ہو۔ پس بے شک وہ جائز ہے جیسا

کہ سوال سے ظاہر ہے۔ حررہ الفقیر عبدالقادر عفی عنہ۔

(حاشیہ متعلق مسئلہ ۵۵) فتویٰ بدایوں

سوال: درصورت کہ جائدادی وقف برائے خانقاہ وزیارت ومسجد ودرگاہ متعلق آستانہ بزرگے از بزرگان دین از قدیم جاری است وعمل معمول متولیاں سابق برہمین است کہ از اولاد آں بزرگ دو شخص یازیادہ ازاں متولی می شوند بناء علیہ یکے از متولیاں کہ وفات یافتہ در حالت حیات خود برائے تولیت وقف مقبوضہ خود پسر وپسر دیگر متوفی خود بالمناصفہ بطور وصیت درتولیت شریک فرمودہ پس ایں وصیت صحیح است یا باطل۔

الجواب: درصوت مسئولہ موافق معمول سابق وصیت مذکورہ برائے شرکت درتولیت بالمناصفہ جائے پسر وپسر متوفی سابق صحیح است کہ مسئلہ **ینظر فی الوقف الی العھود السابق بین المسلمین** ۔ درکتب فقہ ردالمختار وغیرہ مصرح است ووصیت کہ برائے وارث مطلقاً باطل است وبرائے غیر وارث وزیادہ از ثلث باطل است مراد ازاں وصیت درمتروکہ مملوکہ موصی است وانہم از رضامندی ورثہ صحیح میگردد کہ حق جملہ وارثان متوفی است وبس کما ہو مصرح فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ الفقیر الحقیر عبدالقادر عفی عنہ۔

ماذکرہ جناب المجیب فلا شک اذ فیہ مصیب واللہ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمد ن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

(فتویٰ فرنگی محل) ہر چند کہ پسر پسر بوقت وجود پسر از ترکہ میت محروم الارث است مگر شرکتش در وصیت تولیت درست است ہر گاہ متولی تولیت پسر دو شخص کردہ پسر پسر راہم شریک کردہ وصیت او نافذ خواہد بود موافق وصیت نامہ مرقوہ متوفی تعمیل کردہ خواہد شد **الشیء المفوض لاثنین لا یملکہ احدھما کلو اکیلین والہ صیین والناظرین کذا فی الاشباہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ الراجی حضور ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مسئلہ ۵٦: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین سے ایک بزرگ نے کہ اپنے آبائے کرام کے سجادہ نشین اور جائداد

وتکیہ درگاہ خانقاہ کے متولی تھے۔ بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور نبیرہ احمد بن محمد کے وصیت فرمائی کہ بعد میرے متوفی تمام جائداد ومصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی میں شریک مساوی رہیں اور احمد بن نبیرہ میرا باتفاق اپنے عم مکرم کے تصرفات تولیت عمل لائے۔ بعد انتقال بزرگ موصوف احمد وحامد دونوں نے اس وصیت کو قبول ومعتبر رکھا۔ لیکن بعد چندروز کے حامد نے تنہا اپنی تولیت چاہی اور احمد کے ساتھ اتفاق پسند نہ کیا از انجا کہ احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ اظہار منازعت منظور نہیں۔ لہٰذا بنظر حفظ حقوق ورعایت مصالح احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ کہ اپنی حیات میں تولیت اپنی کلا یا بعضا م بنام ایسے شخص راشد امین کے منتقل کرے کہ حامد کو استقلال بالتصرف سے مانع آئے۔ استخراج حقوق شرعیہ کر سکے آیا یہ انتقال احمد کو جائز اور شرط اتفاق کہ وصیت میں مذکور اس کو مانع اور اس فعل میں غرض موصی وحکم وصیت سے عدول ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: متولی اوقاف کا اپنی حیات وعالم صحت میں نقل تولیت کرنا اور دوسرے کو بجائے اپنے نہ بطریق توکیل بلکہ علی وجہ الاستقلال قائم کر دینا صرف اس صورت میں روا کہ اس کے لئے تفویض عام واختیار تم ثابت ہو ورنہ نہیں۔

تنویر الابصار میں ہے:

اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ ان کان التفوض لہ عاما صح والا لا۔

پس اگر احمد بن محمد کے لئے تفویض عام حاصل ہے تو بے شک اسے نقل تولیت پہنچتا ہے اور جسے وہ اپنی جگہ متولی کر دے گا تمام تصرفات قوامت میں مثل اس کے نفس کے ہو جائے گا اور اس پر بھی یہی واجب ہوگا کہ باتفاق حامد تصرفات کرے کہ جب وقف واحد پر دو متولی ہوں ان میں کسی کو تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہوتا۔ بیع واجارہ وامثال ذٰلک جو تصرف ایک تنہا کرے گا۔ دوسرے کی اجازت پر موقوف رہیں گے۔ اگر اجازت نہ دے گا باطل ہو جائیں گے اور یہ حکم ایک کے ساتھ مختص نہیں دو ہوں تو دو تین ہوں تو تین جس قدر ہوں ہر واحد استقلال بالتصرف سے شرعا ممنوع اور اتفاق باہمی سب پر لازم حتمی۔ والمسئلۃ مصرح بھا فی عامۃ المتون والشروح والفتاوی۔ والفاضل خیر الدین

الرملی اکثر ایراد لها فی فتاواہ ۔ وقال العلامة زین بن نجم المصری فی وکالة الاشباہ الاشیء مفوض الی اثنین لا یملکه احدهما کالوکیلین والوصیین والناظرین الخ ۔

پس بزرگ موصوف نے کہ احمد بن محمد پر اپنے وصیت نامہ میں حامد کے ساتھ اتفاق شرط کیا بے شرط جہت شرع سے خود لازم تھا۔ اس شرط نے کسی امر زائد کا ایجاب نہ کیا اور اسی طرح شرع مطہر حامد پر فرض کرتی ہے کہ باتفاق احمد کام کرے اور ان میں کوئی مستقل بتولیت ومنفرد بتصرف نہ رہے کماذ کرنا لیکن اس لزوم شرطی ووجوب شرعی سے وہ اختیار کہ احمد بن محمد کو تفویض عام سے حاصل ہوا تھا۔ زائل نہیں ہوسکتا۔ فان الشیء لا یتضمن الطال مالا یتافیه ۔ ہم کہتے ہیں حامد کو تولیت ثابت احمد کو ناروا رکھنا اور اس کے ساتھ اتفاق کو کہ شرطاً نہ سہی شرعاً فرض تھا پسند نہ کرنا اور اسے تحصیل حقوق شرعیہ سے مانع آنا کسی کی جانب سے تعدی ہے۔ لاجرم کہئے گا احمد بلا جرم ہے اب ہم پوچھتے ہیں پھر حامد کے ترک اتفاق سے احمد کی تولیت باطل ہوگئی لاجرم کہئے گا نہیں۔

ولقد قال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الا لا یجنی جان الا علی نفسه۔ وقال ربنا تبارك وتعالٰی ولا تزروازرۃ وزر اخری۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں تولیت مسلم اگر تفویض عام کہ احمد کے لئے ثابت تھی اس نااتفاقی حامد سے زائل ہوگئی لاجرم کہے گا نہیں۔ ہاں کہئے تو دلیل کہاں ومن ادعی شیئا فعلیه البرہان پس جب کہ احمد بدستور متولی صحیح وماذون عام ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس تصرف سے مجبور اور نقل تولیت سے ممنوع رکھا جاتا ہے مگر تعدی غیر بھی اسباب حجر سے شمار کی جائے گی۔ علما متن وشرح فتاوی میں جہاں مسئلہ نقل تولیت لکھتے ہیں۔ تفویض عام کے سوا دوسری شرط ذکر نہیں کرتے پھر ہمیں اپنی جانب سے احدث قید کب روا۔ اگر یہ کہئے کہ متولی منقول الیہ حامد سے اتفاق نہ کرے گا اور شرط تولیت اتفاق ہے تو نقل صحیح نہ ہوگی قلنا اب بھی تو حامد واحمد متفق نہیں کب باوجود اس کے یہ دونوں بدستور متولی ہیں تو اگر ان دونوں میں ایک کے عوض شخص ثالث آجائے تو سوا شخص کے اور بھی کچھ بدلا اس کی تولیت کیونکر صحیح نہ ہوگی ظاہراً منشاء اعتراض یہ ہے کہ بزرگ موصوف نے جو ان دونوں کے نام وصیت تولیت کی اس نے

انہیں دو کو پسند فرمایا اور اس کا مقصود یہی تھا کہ از مہ تصرفات انہیں دو کے ہاتھ رہیں تیسرا مداخلت نہ کرے۔ جب باوجود بقائے صلاحیت ہر دو ایک کے عوض شخص ثالث قائم کیا جاتا ہے تو یہ غرض موصی کے خلاف اور حکم وصیت سے سرتابی ہے قلنا موصی متبع شرع کو رعایت مصالح وقف رعایت وصیین سے بالضرورت اہم اقدم ہوگی۔ اس نے دو کے لئے وصیت نہ کی مگر اس لئے کہ اشتراک آراء کو وقف کے لئے اصلح وانفع سمجھا اور ایک کی رائے پر راضی نہ ہو۔

اوفی العقود الدریة مقصوده اجتماع رای شخصین فی تعاطی امور الوقف ولیس رای الواحد کرای الاثنین۔

اب کہ حامد احمد بن محمد کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا غرض موصی ومقصود وصیت کے خلاف اس کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ احمد کی جانب بلکہ احمد اس نقل تولیت سے تحصیل غرض اہم میں ساعی ہے۔ کہ خود بلحاظ مصالح خاصہ حامد سے منازعت نہیں چاہتا لہٰذا ایسے شخص کو متولی کرتا ہے۔ اس غرض اہم کو متروک وزائل اور حامد کو تصرف میں مستبد و مستقل نہ ہونے دے اور استخراج حقوق شرعیہ کر سکے یہ معنی عین تمثیث مقصود اعلیٰ ومرام اس نے ہے نہ اس کے نافی ومنافی کَمَا لَا یَخْفٰی بالجملہ برتقدیر ثبوت تفویض عام حامد کا اتفاق سے دست کش ہونا اختیارات احمد کا ازالہ نہیں کر سکتا اور صرف اس وجہ بے اصل سے عدم جواز نقل پر نقل وعقل سے کوئی دلیل قائل نہیں۔ بلکہ دلیل اس کے خلاف پر ناطق واللہ عالم بحمیع الحقائق صلی اللہ علی النبی الصدق الصادق سیدنا محمد افضل الخلائق وعلی آله وصحبه الذین جهلم جنته السلام وجته البوائق۔

مسئلہ ۵۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں:

(۱) ایک مسلم جو نماز خلاف معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا ہے اس کو زجراً ایک اور مسلم نے کہا تو نے نماز کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اس پر ایک دوسرے سے کہا اور کیا بظاہر اس نے بھی زجراً کہا اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) کافر مرتد مبتدع بد مذہب فاسق یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا' بیٹا بھائی وغیرہ خود لینا کہنا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ ان

کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں۔ ویسا ہی مانے یہ کیسا ہے یا ایسے لوگوں کو ابتداً اسلام کہنا یا ان سے سلام و پیشوائی سے پیش آنا ہنسنا بولنا ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیا دار ہنسنے بولنے کے لئے رکھتے ہیں۔ یا ان کے موسم میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے یا تحریر یا تقریر میں انہیں عنایت فرمایا کرم مشفق مہربان یا جناب صاحب لکھنا یا اسی طرح کے اور برتاؤ ان سے برتنا جیسے آج کل کثرت سے شائع ہیں۔ خصوصاً ایسوں میں کے دنیوی حیثیت سے بڑے لوگوں سے اگرچہ مذہبی نقطہ نظر سے انہیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں جائز ہیں یا ناجائز تو کس درجہ کے اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دنیاوی جائز غرض کے حصول کے لئے کریں تو کیا حکم ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں ان کی تعظیم پائی جائیں۔ اگرچہ فاعل کی نیت اس تعظیم یا خوش کرنے کی ہو یا نہ ہو کہاں تک کس حد تک نہیں پہنچا کہ فاعل پر بھی تو ان کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ کا عائد ہو۔

(۳) بعض لوگ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پورا نہیں پڑھتے بلکہ عموماً جب پڑھتے ہیں صرف لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں۔ یہ اگرچہ سخت قبیح و شنیع ہے مگر اس میں کفر کسی طرح کا بھی نہیں یا کیا اس پورے جملہ کا علم صرف جر ثقیلہ سے خوش تقی مقرر کرنا کہنا کیسا ہے۔

(۴) نصاریٰ وغیرہ کی کچہریوں اور ان احکام آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عدالت کہنا اگرچہ سخت حرام ہے اور فقہا نے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے۔ مگر حقیقت طلب یہ امر ہے کہ یہ حکم کفر مسئلہ مفتی بہا ہے کہ ایسے استعمال کرنے والے کافر ہو جائیں گے اگر ہے تو کیا قطعی کفران پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا انہیں کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آجائے۔

(۵) کاتب جو اجرت پر کتابت کرتے اور کتابت میں امر خلاف دین ہو اور اجرت پر چھپنے شائع کرنے والے اس کو شائع کریں یا کوئی شخص بے اجرت محض مروت سے ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے یا کوئی شخص صفائی خط کے لئے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے۔ اس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے یا ان سب صور میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) اور کیا کچھ کہنے والے پر بھی الزام نہیں کب کہ اسے بھی اس سارق

نماز پر زجر مقصود ہو۔

(۲) ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتداء سلام حرام اور بلا وجہ شرعی ان سے مخالفت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہیں صریح موجود اور حدیث میں اس سے بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں یو ہیں۔ کلمات مدح حدیث میں ہے۔

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمن۔

دوسری حدیث میں ہے:

لا تقولو اللمنافق یا سید فانه ان یك سید کم فقد اسخطتم ربکم عزوجل

باقی دنیوی مراسم جن میں تعظیم واختلاط نہ ہو ان میں فاسق کا حکم آسان ہے مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی اور مرتد و متبدع سے بالکل ممانعت اور ضرورات شرعیہ ہر جگہ مستثنیٰ:

فان الضرورات تبیح المحظورات

رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں جیسے **عمر بن الخطاب علی بن ابی طالب۔ مع ان الخطاب وابا طالب لم یسلمها۔**

ان کے ساتھ برتا ؤ قولاً و فعلاً ممنوع ہے۔ بے ضرورت اس کا مرتکب عاصی ہے ان کا مثل نہیں جب تک ان کے کفر و بدعت و فسق کو اچھا یا جائز نہ جانے۔

(۳) عندالحاجت صرف **لاحول ولا قوۃ** پر اقتصار قبیح ہے۔ کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ اپنے حول و قوۃ کی نفی کے لئے ہے علم صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا۔

(۴) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہٰذا تکفیر ناممکن البتہ عادل کہنا ضرور ہے۔ کلمہ کفر ہے مگر محض برائے خوشامد ہوتا ہے لہٰذا تجدید اسلام و نکاح کافی ہاں خلاف ماانزل کو اعتقاداً عدل جانیں تو قطعی وہی کفر ہے کہ **من شك فی کفره فقد کفر۔**

(۵) **القلم احد اللسانین** جو زبان سے کہنے پر احکام ہیں وہی قلم پر اور ایسی اجرت حرام اس کی اشاعت حرام اور ایسی مروت فی النار ہاں، جب اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں۔

واللّٰه تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داستان امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں فیضی بے فیض نے جب داستان امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا اس میں جہاں صدہا کارنا شائستہ واطوار ناباشستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیروان پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم مکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسد اللہ واسد رسولہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کیئے۔ یونہی ہزار ہا شہد پن اور مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دیئے اور انہیں معاذ اللہ عیار زور وطرار کے لقب دے کر عیلہ داستان جاہل بے چارے تبرائی بنائے۔ یہ اس مرد کی ناپاک بیبا کی اور خدا ورسول پر سخت جراءت بھی مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

تصدیق بدایوں:

للہ در المجیب ما احسنہ من ناطق بالحق مصیب والعلم للہ

حررہ المفتقر الی اللہ الصمد عو لعبد المقتدر عفی عنہ۔

مسئلہ ۵۹: مولانا المعظم والمکرم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از آداب وتسلیمات معروض۔ اخبار محض جو شہادت میں نامقبول ہے۔ اس کے معنی اردو میں کیا ہیں اور شہادت شرعیہ کسے کہتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کسی بات کی خبر ان لفظوں سے دینی جو کسی ایسے لفظ سے خالی ہوں جس کا ہونا شریعت مطہرہ نے اس معاملہ کی شہادت میں ضروری رکھا ہے۔ اخبار محض ہے مثلاً یہ کہنا فلاں جگہ چاند ہوا یا آج چاند لوگوں نے دیکھا اخبار محض ہے کہ رمضان مبارک میں بھی معتبر نہیں اور عیدین میں بے لفظ اشہد یہ کہنا بھی کہ میں نے چاند دیکھا اخبار محض ہے۔ برامر میں جتنی شرطیں شریعت نے اس پر صحت شہادت کے لئے رکھی ہیں جو شہادت ان کی جامعہ ہو شرعیہ ہے مثلاً زنا میں تین ثقہ عادل مردوں کی شہادت شہادت شرعیہ نہیں ہلال عیدین میں ایک ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ نہیں، رمضان مبارک میں دس بیس ہنود وہابیہ روافض نیچریہ

قادیانیہ وامثالہم کا ہزار حلفوں کے ساتھ شہادت دینا کہ آج ہم نے اس مہینہ کا ہلال دیکھا شہادت شرعیہ نہیں۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰: شہادت کی دوصورتیں جن میں بلفظ اشہد شہادت دینا ضرور ہے تو کیا خاص یہی لفظ ہو یا اس کا صرف اردو فارسی وغیرہ کا ترجمہ بھی ہوسکتا ہے۔جیسے میں شہادت دیتاہوں یا گواہی دیتاہوں وغیرہ وغیرہ۔بینوا توجروا۔

الجواب: ترجمہ بھی کافی ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱: روزہ دار سے مجبوراً اکراہ شرعی کے کے کسی نے جماع کیا یا کرایا تو روزہ صرف قضا کرے یا مع کفارہ یا کیا؟بینوا توجروا۔

الجواب: صرف قضا ہے۔اقول اور یہاں اکراہ شرعی کے صرف وہ معنی نہیں کہ قادر کی طرف سے مثلاً قتل یا قطع وغیرہ کی وعید وتخویف ہو جس کا ذکر کتاب الاکراہ میں ہے۔بلکہ مجرد بے اختیاری بھی مسقط کفارہ ہے اس کی صورت عورت میں ظاہر کہ وہ کمزور ہے پکڑ کر زبردستی علاج کردیا مرد میں اس کی شکل یہ ہے کہ مریض ہے جنبش کی طاقت نہیں قرب زن سے ان کے آلہ کو انتشار ہوا۔وہ امر طبعی ہے اس کے دفع پر ہر انسان قادر نہیں عورت کو منع کرتا رہا وہ نہ مانی یہ دفع پر قادر نہ تھا اس نے زبردستی داخل کرلیا۔اس صورت میں بھی مرد پر صرف قضا ہے۔

يدل عليه قول الفتح مستدلا على وجوب الكفارة ذٰلك امارة الاختيار فعلم ان لا كفارة لو لا كفارة لو لا اختيار۔ واللّٰه تعالٰى اعلم۔

مسئلہ ۶۲: کانوں میں پانی چلا جانا یا خود اس کا ڈال لینا ناقص صوم نہیں ہے۔کیا یہی حکم ہے اگرچہ دماغ تک پانی پہنچ جائے یا اب کچھ اور۔بینوا توجروا۔

الجواب: پانی اگر خود چلا جائے اگرچہ دماغ تک بالاتفاق روزہ نہ جائے گا۔اگر یہ ڈالے اور کان کے اندر جوف تک پہنچائے تو اختلاف تصحیح ہے اور فقیر کے نزدیک راجح افطار۔

ردالمحتار میں ہدایہ تبیین ومحیط ووداولجیہ سے عدم الفطر اور خانیہ وبزازیہ وفتح وبرہان سے

فطر کی ترجیح نقل کی اس پر حاشیہ فقیر میں ہے:

اقول: معلوم ان تصحیح قاضی خان مقدم لانه فقیه النفس علی مافی دلیل الفطر من القوۃ الا تری ان من غیب حشفة فی دبره اوھی فرجھا افطر مع عدم صلاح البدن فی ذلك۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدنِ المصطفٰی النبی الامی ﷺ

کل صفحات = 270